اِرشاداتِ مجدّد

مرتّبہ

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ

ناشر

حامد اینڈ کمپنی

مدینہ منزل

۳۸ اردو بازار لاہور

مکمل سیٹ طلب کریں

باسمہ سبحانہ

دفتر اول

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبان پہلوی

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

حامد اینڈ کمپنی لاہور

قیمت:۔ ۱۹۸ روپے

مکمل سیٹ طلب کریں

باسمہ سبحانہ

دفتر دوم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

حامد اینڈ کمپنی لاہور

قیمت :- ۱۹۸ روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اِرشاداتِ مُجدّد

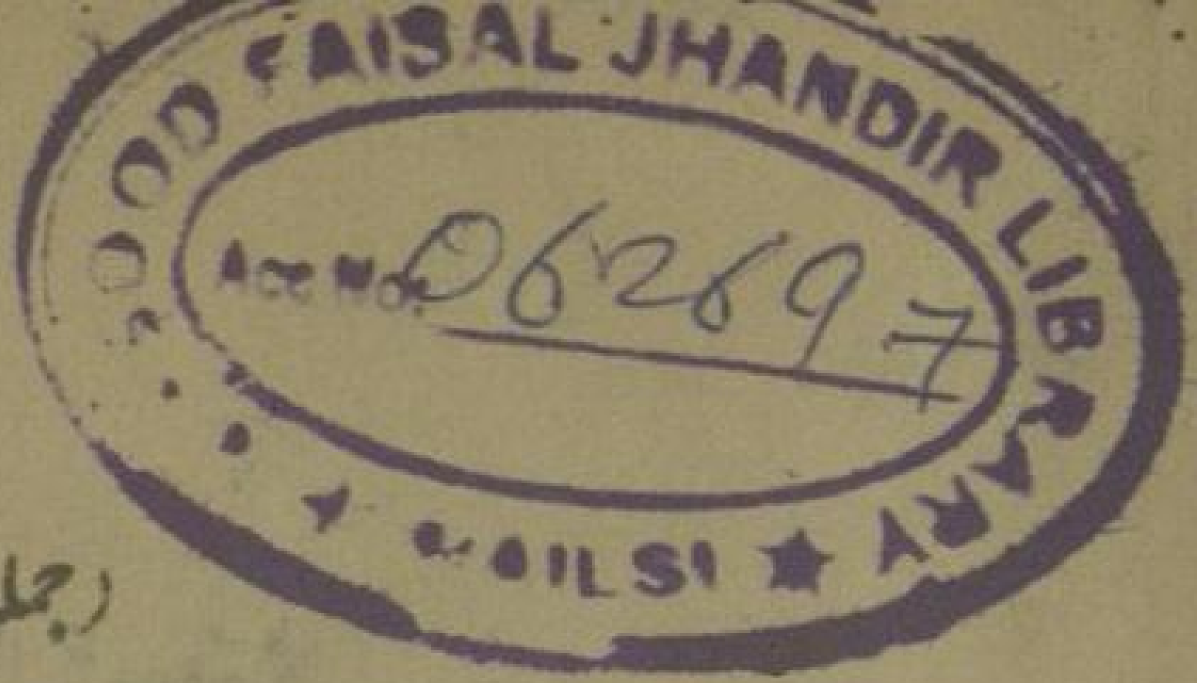
یہ ہے شرع و تصوّف کی کہانی
مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

مؤلفہ

حضرت الحاج میاں جمیل احمد سجادہ نشین شرقپور شریف

ناشر

حامد اینڈ کمپنی
مدینہ منزل
۳۸ - اردو بازار - لاہور



طبع: باجازت پیر طریقت حضرت مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ



کتابخانہ محمد ہارون موسیٰ

نام کتاب ——— ارشاداتِ مجدد
ناشر ——— حامد اینڈ کمپنی
۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور
مطبع: عالمین پرنٹنگ پریس ۲۲/۱۰ رٹیگن روڈ۔ لاہور

کتابت ——— صادق علی
تصحیح ——— اختر شاہجہان پوری
قیمت ——— -/۲۴ روپے

عرضِ ناشر

بزرگانِ دین اولیائے کرام سے محبت و عقیدت کے بغیر تزکیۂ نفس کا تصور ہی مشکل ہے۔ جو نفوسِ قدسیہ خدا کے ودیعت مُطہرے، جنھوں نے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پا کو اپنے سروں کا تاج سمجھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر چلنا اپنے لیے باعثِ افتخار جانا، جن کے لیے خداوند کریم نے دنیا و آخرت کے حزن و غم سے بریت کا اعلان عام فرما دیا۔ ان سے ہٹ کر ہم دین کا فہم کیسے پا سکتے ہیں، ان سے عقیدت کی پہنائیوں میں سفر کیے بغیر ہمیں دین کی ارفعیت کا شعور کیسے ہو گا۔ طریقت کی گھاٹیوں کو عبور کیے بغیر شریعت کی وادی کے نظاروں سے مستفید ہونے والی آنکھ کیسے وا ہو سکتی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ السامی نے مسلمانانِ ہند کو ملت کی جداگانہ حیثیت کا احساس دلایا، وہ دو قومی نظریے کے بانی ہیں، انہوں نے آمریت اور شہنشاہیت کے ہر جور کا مقابلہ کیا مگر پائے استقلال میں لغزش کے تصور کو باطل کر دیا اور اس طرح ابطالِ باطل کی بے مثال نظیر پیش کی ملتِ اسلامیہ کی انفرادیت کی حفاظت کی، "متحدہ قومیت" کے فراڈ کے پرخچے اڑا دیئے، قوم پر ان کے احسانات کی فہرست بے حد طویل ہے۔

اولیائے کرام سے محبت و عقیدت بے حد ضروری ہے لیکن اصل بات ان کی تعلیمات و ارشادات پر عمل ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہم کسی سے عشق کا دعویٰ بھی کریں اور اس کی دکھائی ہوئی راہ پر چلنے سے محترز بھی رہیں کسی کی باتیں ہماری زبانوں پر ہوں مگر اس کی تعلیمات یا اس کے کردار سے ہم صرفِ نظر کریں۔ محبت و عقیدت کے داعیوں کو ممدوح و محبوب کے ارشادات پر عمل اور اس کے کردار کی پیروی

لازم ہے۔

شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ فیضانِ مجدد کو گھر گھر پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ انہوں نے دلوں کی زرخیز زمینوں میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی محبت کے گل بوٹے کھلائے ہیں اور بنجر زمینوں کو امام ربانی کے سحابِ فیض سے جل تھل کر دیا ہے۔ عہدِ حاضر میں انہوں نے ملتِ اسلامیہ کے تشخص کا پیغام عام کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ وہ برصغیر میں اس پیغام کے سب سے بڑے داعی حضرت مجدد رحمہ اللہ کی تعلیمات کے سب سے بڑے مبلغ ہیں، خداوند لایزال انہیں عمرِ خضر عطا فرمائے۔ اگر اُن کی سرپرستی اور مہربانی شاملِ حال نہ ہوتی تو حامد اینڈ کمپنی "ارشاداتِ مجدد" شائع کرنے کی سعادت سے بہرہ مند کیسے ہو سکتی تھی۔

سید حامد لطیف چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فہرست مضامین

ارشاداتِ مجددؒ

مکتوبات شریف کی روشنی میں

فقر

چیست فقر اے بندگانِ آب و گِل | یک نگاہِ راہ بیں یک زندہ دِل
فقر کارِ خویش را سنجیدن است | بر دو حرفِ لاالٰہ پیچیدن است
برگ و سازِ او ز قرآنِ عظیم | مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم
گرچہ اندر بزم کم گوید سُخن | یک دمِ او گرمیٔ صد انجمن
با سلاطین درفتد مردِ فقیر | از شکوہِ بوریا لرزد سریر
قلبِ او را قوّت از جذب و سلوک | پیشِ سُلطان نعرۂ او لاملوک
فقرِ قرآں احتسابِ ہست و بود | نے رُباب و مستی و رقص و سُرود
فقرِ عریاں گرمیٔ بدر و حُنین | فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حُسین

برعیارِ مُصطفیٰؐ خود را زند
تا جہانِ دیگرے پیدا کند

عرضِ حال

دورِ حاضر میں بعض مکاتیبِ فکر کے اہلِ قلم حضرات، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات اخذ و ترجمہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے محنت شاقہ کے باوجود مکتوبات کا صرف وہ حصّہ پیش کیا ہے جو ان کے اپنے افکار اور نقطۂ نظر کے مطابق تھا اور حضرت مجدّد کے بیشتر مکتوبات شاید اس لیے نظر انداز کر دیئے ہیں کہ ان کی اشاعت سے خود ان کے فکر و عقیدہ پر زد پڑتی تھی۔ حضرت مجدّد کے ارشادات گرامی دراصل ایک تراشے ہوئے ہیرے کی مانند ہیں جن کے ہر پہلو سے فکری اور رُوحانی شُعاعیں نکلتی ہیں۔ اور انسانی دل و دماغ کو اپنی لازوال چمک سے نہ صرف متاثر کرتی ہیں بلکہ ایک مستقل انقلابی اور رُوحانی کیفیت پیدا کر کے آمادۂ عمل کر دیتی ہیں۔

قارئین ارشاداتِ مجدّد کے آئندہ صفحات میں حضرت کے ایسے مکتوبات مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں گے جنھیں مذکورہ بالا مدرسہ فکر کے حضرات نے پیش کرنے سے دانستہ گریز کیا ہے۔ بلاشبہ آپ کے تمام مکتوبات جذب و ضبط اور علم و عرفان کا شہکار ہیں۔ ان میں جہاں دینی اسرار و حکم ملتے ہیں وہاں حضرت کے عزم و اعتماد کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ان میں سرورِ دوعالم کے فضائل و مناقب بھی ہیں اور مکاشفات و واردات کی گرہ کشائی بھی کی گئی ہے۔ اکثر مقامات پر سالکانِ راہ حقیقت کے لیے مجاہدہ و ریاضت اور اذکار و اشغال کی شرح بھی کر دی گئی ہے۔ آپ کی اپنی بصیرت نے جہاں مشرکانہ رسوم و بدعات پر ضرب کاری لگائی ہے وہاں ردِ رفض اور دیگر گمراہ فرقوں کے غلط عقاید کی تردید بھی کی ہے۔ آپ کی علمی بصیرت

اور وسعت نظر لامحدود ہے۔ آپ کے رُوحانی کمالات، علمی مشاہدات، عزیمت، استقامت، غور و فکر، عبادت، تقوےٰ اور رفعتِ کردار کی مثال متقدمین و متاخرین میں بہت کم نظر آتی ہے۔ آپ کا فقہی مسلک حنفی ہے۔ آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے پیرو کار ہیں۔

راقم کو اپنی کم مائیگی کا اعتراف ہے کہ اپنی کوتاہ علمی کے باعث سعیٔ پیہم کے باوجود حضرت کے ارشاداتِ گرامی کی پوری طرح غواصی نہیں کر سکا۔ آپ کے مکتوبات کی گیرائی و گہرائی ایک بحرِ بیکراں کی مانند ہے جس پر عبور حاصل کرنا مجھ ایسے ناچیز کا کام نہیں۔ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت مجدد کے تصرفِ رُوحانی کا نتیجہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔ (۱۴۰۱ھ)

خاکپائے شیرِ ربانی و گدائے آستانہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہما صاحبزادہ میاں جمیل احمد

نقشبندی مجددی شرقپوری، شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

دیباچہ

موجودہ پُرفتن دور میں اولیائے کرام اور علمائے حق پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی علماءِ سو، علماءِ حق کے درپے آزار ہیں اور اپنے فاسد عقاید کی اشاعت و ترویج میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان کے عقاید کے رُو میں علماء کے ساتھ اولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین بھی صحیح عقاید کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اُن کے باطل خیالات اور خود ساختہ "توحید وسنّت" کی قلعی کھولتے رہتے ہیں۔ اس لیے اولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین کا وجود اُنھیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔ اولیائے کرام اور علمائے عظام سے جو بغض وعناد ان کو ہے۔ اس کو ظاہر کرتے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ گرامی پر بھی کیچڑ اچھالتے نہیں ڈرتے اور اپنی روسیاہی میں اضافہ کرتے ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جو شان اولیائے کرام کو بخشی ہے اس کو کم کرنے کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر بڑی دیدہ دلیری سے حملہ کرتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بے بس، بے طاقت اور ہمارے جیسے انسان ہیں اور اُن کے اختیار وتصرف میں کچھ نہ تھا تو اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کی کیا حیثیت ہے۔ مقدس ہستیوں کے متعلق یہ بدعقیدگی اور نفرت بڑی جرأت اور بے باکی کے ساتھ پھیلا رہے ہیں۔

عام مسلمانوں کے دل میں اولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ جو عقیدت ہے وہ اس کی نگاہ میں کھٹکتی ہے۔ وہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں

سے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی عقیدت ختم کی جائے اور اُن کے فاسد خیالات اس عقیدت کی جگہ لے لیں اور یوں اُن کے باطل عقاید کا بول بالا ہو۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اُن کے آباؤ اجداد قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنے عقاید کے مطابق ڈھالنے کے لیے قرآن و حدیث کے معانی و مطالب میں ردّ و بدل کرتے رہے ہیں اور انہی معانی و مطالب کی بناء پر سادہ لوح صحیح العقیدہ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے دُور لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں اور کسی حد تک کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ موجودہ دَور کے علماء کو اپنے بزرگوں کی پیروی میں قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کی تصانیف میں بھی تحریف و ترمیم کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنی مطلب برآری میں لگے ہوئے ہیں۔ ان تصانیف میں سے چند سطور کو لے کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ انھیں اپنا مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اُنھیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ صاحب کتاب نے وہ سطور کس مقصد کے لیے پیش کی ہیں۔

امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی قسم کے تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی تصانیف عالیہ میں مکتوبات شریف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ علوم ظاہریہ اور باطنیہ کا گنجینہ ہیں، شریعت و طریقت کے جملہ مسائل کا حل ان میں موجود ہے۔ علماء سو نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اپنی بدعقیدگی کا جو اظہار کیا اس کے خلاف بڑی شد و مد کے ساتھ قلمی جہاد کیا گیا ہے۔ آپ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ کے صاحبِ کمال مادر زاد ولی تھے۔ اس لئے اُنھوں نے راہِ سلوک کے تربیتی مدارج، پیری مُریدی کے آداب اور اولیاء کرام سے اُن کی زندگی اور بعد وفات فیوض و برکات کے حاصل ہونے پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ دینِ الٰہی کے ملحدانہ عقاید کا ردّ بڑی محنت سے کیا ہے۔ غرضیکہ حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف ان کے تجدیدی کارنامہ کا بیّن ثبوت ہیں۔ مکتوبات شریف کے ذریعہ آپ نے مساعی پیہم سے پاک و ہند میں سنّت کا دوبارہ احیاء کیا۔ کفر و ضلالت اور بدعات کے بادل چھٹ کر اسلام کا نُور پھیل گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اور اُن کے مکتوبات شریف کی افادیت کو دیکھ کر علماء سو کے دل جلتے ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے مکتوبات شریف میں بھی تحریف و ترمیم کرنا شروع کر دیا۔ آج ایسی کتابیں دیکھنے میں آ رہی ہیں جن میں شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تعلیمات کو بالکل غلط انداز میں پیش کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بڑی جسارت کی گئی ہے۔ ان میں اقتباسات کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ حضرتِ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا اصل مقصد فوت ہو گیا ہے۔ ان تحریفات و تراہیم میں چند ایک اقتباس پیش کرنے سے قبل حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اسلامی عقائد کی جو دگرگوں حالت تھی اس کو پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس زمانے کے صحیح حالات کا ایک واضح نقشہ کھچ جائے۔ اس زمانہ کی وہ کونسی بدعات تھیں جن کے خلاف امام ربّانی مجدد الف ثانی نے لکھنا اور عقاید اہل سنّت و جماعت کی اشاعت و ترویج کو ضروری سمجھا ہو۔ حضرت قبلہ قدّس سرہٗ فرماتے ہیں:

"غربت اسلام تا بحدے رسیدہ است کہ کفّار برملا
طعن اسلام و ذم مسلماناں می نمایند و بے تحاشا اجرأ
احکام کفر و مداحی اہل آن در کوچہ و بازار می نمایند
مسلمانان از اجراء احکام اسلام ممنوع اند و در
ایتان مذموم و مطعون۔" (دفتر اوّل حصہ دوم) مکتوب
نمبر ۶۵۔ صفحہ ۴۵)

ترجمہ:۔ اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفّار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ہر کوچہ و بازار میں نڈر ہو کر کفر کے احکام جاری کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے رُکے ہوئے ہیں اور شرائع کے بجالانے میں مذموم اور مطعون ہیں۔

پھر رسومات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مسلماناں با وجود ایمان رسوم اہل کفر می نمایند و تعظیم

ایام ایشان می کنند" (دفتر اوّل حصّہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۶
صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ: مسلمان باوجود ایمان کے اہلِ کفر کی رسموں کو بجالاتے ہیں اور اُن کے ایام کی تعظیم کرتے ہیں۔

——— عورتوں کی ضعیف الاعتقادی کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

"اکثر زنان بواسطہ کمال جہل کہ دارند باین استمداد
ممنوع مبتلا اند وطلب دفعیہ بلیہ ازیں اسمائے مسمیٰ
می نمایند و بادائے مراسم شرک واہل شرک گرفتار اند"
(دفتر سوم حصّہ ہشتم مکتوب نمبر ۴۱ صفحہ ۹۳)

ترجمہ: اپنے انتہائی جہل کی وجہ سے اکثر عورتیں اس حرام و ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں اور ان وہمی دیوتاؤں سے (جن کا نام تو ہے لیکن مسمّیٰ نہیں ہیں) بلاؤں کو ٹالنے کی درخواست کرتی ہیں اور شرک واہل شرک کی رسموں کو بجالاتی ہیں۔

——— اہل ہنود کی رسوم میں مسلمان سرگرم حصّہ لینے لگے تھے۔ اس کے بارے میں آپ نے لکھا ہے:

"در ایّام دوالی کفّار جہلہ اہل اسلام علی الخصوص
زنان ایشاں رسوم اہل کفر را بجامی آرند وعید
خود می سازند (دفتر سوم حصہ ہشتم، مکتوب ۴۱
صفحہ ۹۳۰)

ترجمہ: اہل اسلام کے جہلاء دیوالی کے دنوں میں خصوصاً عورتیں اہل کفر کی رسمیں ادا کرتی ہیں اور اس کو تہوار بنا کر مناتی ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس زمانہ میں اسلام اور اہلِ اسلام پر کیا گزری۔ مسلمان برائے نام تھے۔ بدعات وضلالت کا دور دورہ تھا۔ شاہی اثر کے تحت ہندوؤں کی رسوم مناتے اور ہندوؤں کے نام نہاد دیوتاؤں جن کے نام تو ہوتے ہیں،

لیکن ان کا وجود نہیں ہوتا ہے اپنی حاجات کے لیے مدد طلب کرتے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ان مجرائیوں کے روکنے میں خاطر خواہ کام کیا اور بفضلِ حق سبحانہٗ تعالیٰ کامیاب و کامران ہوئے۔ اب پھر علماءِ سوء نے سر اُٹھایا ہے اور حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کے ارشادات کو اپنے مطلب وار ارشادات کی تحریف و ترمیم کے بعد عوام الناس کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں وہ عقائد اہلِ سنت کے رد میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقتباسات پیش کر رہے ہیں جو دراصل کفار اور گمراہ مسلمانوں کی ذم میں لکھے گئے ہیں۔ وہ بڑی چابکدستی سے نفس مضمون کی پرواہ کئے بغیر مقصدی عنوانات سے اپنے فاسد عقائد کی تشہیر کرتے ہیں۔ ایک اقتباس معہ عنوان ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے "غیر اللہ سے استمداد اور طلب حوائج" اس کے ذیل میں اقتباس ہے۔

استمداد از اصنام وطاغوت در دفع امراض واسقام کہ در جہلا اہلِ اسلام شائع گشتہ است، عین شرک وضلال است وطلب حوائج از سنگہائے تراشیدہ و ناتراشیدہ نفس کفر وانکار از واجب الوجود تعالیٰ و تقدس است قال اللہ تبارک و تعالیٰ۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۴۱ صفحہ ۹۳)

ترجمہ: امراض اور بیماریوں کے دور کرنے میں بتوں اور طاغوت سے مدد طلب کرنا جس کا جاہل مسلمانوں میں عام رواج ہو گیا ہے عین شرک اور گمراہی ہے تراشے ہوئے اور ناتراشے ہوئے پتھروں سے اپنی حاجتیں مانگنا حق تعالیٰ کا صاف صاف انکار اور عین کفر ہے۔

اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ استمداد کے ضمن میں اختلاف بتوں اور پتھروں سے استمداد کا نہیں ہے بلکہ استمداد کا نزاعی مسئلہ رسولوں، نبیوں اور اولیاء کرام سے استمداد کا ہے۔ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف میں سے مذکورہ استمداد کے خلاف جب کوئی اقتباس نہ مل سکا تو سادہ لوح مسلمانوں کو بھڑکانے اور شک و شبہ میں ڈالنے کے لیے بتوں اور پتھروں سے استمداد نہ لینے کا اقتباس اپنی کتابوں میں درج کر لیا۔ میں حیران ہوں کہ وہ لوگ اپنے "وسیع مطالعہ" کے باوجود ذیل کے اقتباسات کیوں

نہ دیکھ پائے۔

"حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ با وجود پیر ظاہر چونکہ
امدادے از روحانیت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ
یافتہ بودند اویسی می گفتند وہمچنیں حضرت خواجہ
نقشبند باوجود پیر ظاہر چونکہ مددہا از روحانیت حضرت
خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ ہما یافتہ بودند اویسی بودند"

(دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۲۱ صفحہ ۱۲۴)

ترجمہ: حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے باوجود ظاہری پیر (یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ) رکھنے کے چونکہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی روحانیت سے مدد حاصل کی ہے اس لیے ان کو اویسی کہا جاتا ہے اور اسی طرح حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ظاہری پیر (امیر سید کلال) رکھنے کے باوجود چونکہ کئی طرح کی امداد خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روحانیت سے حاصل کی ہے اس لیے یہ بھی اویسی کہلائے۔

——— یا پھر یہ اقتباس ملاحظہ ہو:۔

و درویشانے کہ قدم راسخ در شریعت دارند واز
عالم حقیقت نیک شناسا اند از ایشاں ہمتے باید طلب
نمود و مددے جست تا عنایت حق سبحانہٗ تعالیٰ
از دریچہ ایشاں ظاہر شدہ تمام بجانب جناب قدس
خود تعالیٰ جذب نماید۔

(دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۸۷ صفحہ ۶۹)

ترجمہ:۔ اور وہ درویش جن کے قدم شریعت میں پختہ ہیں اور جو عالم حقیقت کے اچھے واقف ہیں ان کی دعاؤں کا طالب ہونا چاہیئے اور اُن سے مدد لینی چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان بزرگوں کے دریچہ سے ظاہر ہو کر ذات واحد کی طرف پوری کشش پیدا ہو جائے۔

ان دو اقتباسات کو پیش کرنے کے بعد میں مزید اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ قارئین کرام خود انصاف کریں کہ استمداد کے اختلافی مسئلہ میں کون حق بجانب ہے۔ عنوانات سے طلب برآری کے علاوہ یہ لوگ کسی اختلافی مسئلہ کو گول مول طریقے سے بیان کرنے کے ماہر ہیں۔ بشریت کے مسئلہ کے حل کے لیے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ اس اقتباس کو چھنتے وقت کمال ہوشیاری سے کام لیتے ہیں اور اصل مقصد کو گول کر دیتے ہیں۔

یہ اقتباس ملاحظہ ہو:۔

اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باآں علو شان
بشر بود و بداغ حدوث و امکان متسم الخ

(دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۱۷۳ صفحہ ۵۹)

ترجمہ:۔ اے بھائی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر شان رکھنے کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ الخ

یہ اقتباس مکتوب ۱۷۳ سے لیا گیا ہے جس میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہٗ نے کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی نفی و اثبات کی تشریح کی ہے۔ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا مقصد مسئلہ بشریت کو حل کرنا نہ تھا بلکہ لا کے ضمن میں آنے والے تمام وجودوں کا ظاہر کرنا تھا۔ لا کے بعد چونکہ عبادت کے لائق اللہ رہ جاتا ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم عبادت کے لائق نہیں اس لیے آپ کی "غیر اللہ" حیثیت کو سمجھانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے یہ سطور لکھی تھیں۔ اگر امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عام انسان ثابت کرنا ہوتا تو وہ ذیل کا اقتباس کبھی نہ لکھتے:

"محجوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بشر
گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند
و صاحب دولتاں کہ او را علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوان
رسالت و رحمۃ عالمیاں دانستند و از سائر ناس

ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہل
نجات آمدند" (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۶۴ صفحہ ۱۴۵)

ترجمہ: جن مجوبوں نے حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصوّر کیا بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمتِ عالمیاں کے طور پر دیکھا دیگر تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا، وُہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہو گئے۔

مندرجہ بالا اقتباس نہایت سادہ الفاظ میں ہے اور سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس میں کہیں بھی منطقی رنگ نہیں پایا جاتا اس لیے تشریح کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اِن چند اقتباسات کو جو اُوپر درج کئے گئے ہیں پڑھنے کے بعد ایک سادہ لوح انسان بھی جان جائے گا کہ علماءِ سُو نے لوگوں کو پھانسنے کے لیے کیسے کیسے جال پھیلا رکھے ہیں۔ میں نے مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ان کی جتنی کتابیں دیکھی ہیں وُہ یا تو اتنی مختصر ہیں کہ تشنگی دُور نہیں ہوتی یا ان میں الیا مواد بھر دیا جاتا ہے کہ جس کا حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے مسلک کے ساتھ دُور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ کتاب کی ابتدا تو اہلِ سنت و جماعت کے نام سے ہوتی ہے لیکن جب قطع و برید کے باوجود انھیں اپنے مسلک کے حق میں کوئی سطر نہیں ملتی تو اہلِ سنت و جماعت کے عقائد ہی کتاب میں درج کر کے ضخامت میں اضافہ کر لیا جاتا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کی جیب سے اچھی خاصی رقم بٹور لیتے ہیں۔

یہ دَور اس بات کا متقضی ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی کے مسلک کو اصل رنگ میں پیش کیا جائے چنانچہ زیرِ نظر کتاب میں ہادیِ شریعت، رہبرِ طریقت و حقیقت سیدی و مرشدی حضرت قبلہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دام برکاتہم العالیہ نے نہایت عرق ریزی اور محنت شاقہ سے مکتوبات کی روشنی میں مسلک مجدّد قدس سرہٗ کو واضح کیا ہے۔ اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بغیر کسی حاشیہ آرائی کے مکتوبات شریف کے اقتباسات سے عقائد اہلِ سنت و جماعت پر روشنی ڈالی

گئی ہے اور یہ بات قارئین پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ حضرت قبلہ مجدد صاحب کے مسلک کی صحیح راہ کا تعین کریں۔ یہ کتاب جہاں میرے جیسے کم فہم اور کم علم لوگوں کے لیے رہبری کے لحاظ سے ایک احسانِ عظیم ہے وہاں علماء اور فضلائے کے لیے کتابِ حوالہ کا درجہ رکھتی ہے اور فرقہ ناجیہ کے مسلک کے تعین میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فرقہ ناجیہ میں رکھے اور سنّتِ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ادا کرنے میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین!

وما علینا الا البلاغ المبین،

(قاضی) ظہور احمد اختر عفی عنہٗ

سوانحی خاکہ ——— عبدالکریم ثمر

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

ع گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

مجدد وقت اپنے پیغمبر کا عملی نمونہ اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل ہوتا ہے اور کمال اتباع سے متصف ہو کر مخلوقِ خدا کے لیے رشد و ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ اپنے عزم و استقلال اور عزیمت و استقامت کی بدولت تجدید دین کرتا ہے۔ اپنے فکر صحیح کی روشنی میں ایک بیباک مبصر اور مجسمۂ ایثار ہوتا ہے فلاح و فوز کے انعامات اسی کے ذریعہ امّت کو حاصل ہوتے ہیں۔ اُمّت محمدیہ پر اللہ تعالےٰ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے کسی دور میں بھی اپنے نیک بندوں سے دنیا کو خالی نہیں ہونے دیا۔ تجدید دعوت حق کے لیے ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی روشن ضمیر انسان مامور ہوتا رہا۔ جس کے فیض و برکت اور رُوحانی تعلیم سے مخلوقِ خدا فیض یاب ہوتی رہی۔

اس لحاظ سے دسویں صدی ہجری کا فتنہ پرور دور، برِ صغیر پاک و ہند میں دینی اور فکری حیثیت سے بڑا اہم ہے مغلِ اعظم شہنشاہ اکبر سر بر آرائے سلطنت تھا۔ بادشاہ کو گمراہ اور کم اندیش حواریوں نے ایسی غلط روش پر ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے برِ صغیر

میں اسلامی شعائر اور شریعت محمدیہ لادینی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ کتاب و سنت سے لاپرواہی برتی جاتی اسلام کے برعکس ۱۵ مختلف مذاہب کے چند اصول مرتب کر کے ایک معجون مرکب کا نام دینِ الٰہی قرار دے دیا گیا تھا۔ ہر طرف بدعات و منکرات اور الحاد و لادینیت کا دور دورہ تھا۔ سورج کی پرستش، آگ پانی گائے اور درخت کا احترام لازم قرار دے دیا گیا تھا۔ پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا جنیو پہنے جاتے، آتشکدہ میں اگنی دیوتا کی پوجا ہوتی۔ اس نئے دین نے اکبر کو امامِ وقت بنا دیا تھا۔ ظلِ سبحانی کو سرِ دربار سجدہ کیا جاتا جس کا نام زمین بوسی قرار پایا تھا۔ حلّت و حرمت کی تمیز اٹھا دی گئی تھی۔ مبارک ناگوری کے دونوں بیٹوں کی تمام ذہانت و فطانت بادشاہ وقت کی حمایت اور مبتینہ دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت میں صرف ہو رہی تھی۔ حکومت کے تمام مناصب فرقہ امامیہ اور روافض کے زیرِ تصرف تھے۔ علمائے سُو حکومت کی تائید میں پیش پیش تھے اور جھوٹے مشائخ طریقت کے لایعنی مسائل کی تشریح میں مجادلے اور مناظرے کر رہے تھے۔

اس تیرہ و تار دور میں اصلاحِ احوال کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندے کو منتخب فرمایا۔ یہ بزرگ فاروقِ اعظم کے عظیم سپوت تھے جس کا ظاہر و باطن پاکیزہ تھا جو اپنے وقت کا متبحر عالم اور حق پرست شیخ طریقت تھا یہ مجاہدِ اعظم امامِ ربانی مجدّدِ الفِ ثانی کے لقب سے ملقب ہوا۔ اس کے خامۂ حقیقت نگار نے چمنستان توحید و رسالت کو از سرِ نو بہار جاوداں بخشی اس نے دینِ محمدیؐ کے خزاں رسیدہ شجر کو اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ اس نے دینِ الٰہی کی بدعات و منکرات اور روافض کے عقائد فاسدہ کی نہ صرف بھرپور تردید کی بلکہ ان پر شدید ضربیں لگائیں۔ جہاں علمائے سُوء کو بڑے موثر انداز میں توحید و رسالت کے صحیح مسلک کی تلقین کی وہاں جادۂ حق سے منحرف لوگوں کو شریعتِ اسلامیہ کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا سالکان راہ حقیقت اور صوفیا کو صحیح تصوّف کی نشاندہی کی مصلحت اندیش اور منصب و جاہ کے طالب علمائے سُو اور ابو الفضل فیضی جیسے درباری ادیب و شاعر کو اپنی صحیح فکر اور فصاحت و بلاغت سے لاجواب بلکہ مفلوج کر دیا۔ اس عظیم جہاد میں حضرت مجدد کی ذات بابرکات

کو کبھی تو اُسوہ یوسفی پر عمل کر کے گوالیار کے قلعہ میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں اور کبھی بادشاہ وقت کے دربار میں علمائے سُو سے بحث و مناظرہ کرنا پڑا۔

حضرت امام سرہند میں شوال ۹۷۱ ہجری جمعہ کی شب شیخ عبدالاحد کے ہاں تولد ہوئے اور نام نامی احمد تجویز ہوا۔ شیخ احمد سرہندی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا اور سترہ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ اور عربی و فارسی پر عبور حاصل کر لیا۔ کچھ وقت درس و تدریس میں گزرا پھر آگرہ تشریف لے گئے اور سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے فیض حاصل کیا۔ ان کے علاوہ دیگر بزرگوں سے بھی منسلک رہے۔ ذہانت خداداد اور قابلیت کا یہ عالم تھا کہ بیس برس کی عمر میں تمام علوم ظاہری و باطنی میں جامع کمالات ہو گئے۔ متوسط قد، گندمی رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی ریش، بڑی آنکھیں، چہرے پر ملاحت کے آثار، خوبصورت نقوش اور باوقار شخصیت کے حامل تھے۔ شیخ خلیل اللہ بدخشی اور کئی دوسرے بزرگ آپ کے ورود مسعود کے متعلق پیش گوئیاں کرتے رہے۔ حضرت غوث الثقلین نے ایک مرتبہ مراقبہ کے بعد فرمایا کہ عالم واقعہ میں ایک نور مشاہدہ میں آیا ہے جس کا ظہور کم و بیش پانچ صد برس بعد ہوگا اور وہ دین محمدی کی تجدید کرے گا۔ والد مکرم کے انتقال کے بعد ۱۰۰۸ھ ہجری میں حضرت مجدد حج بیت اللہ کے ارادہ سے دہلی پہنچے تو وہاں سرتاج اولیا حضرت خواجہ باقی باللہ، جو برصغیر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرتاج ہیں، سے ملاقات ہوئی حضرت خواجہ علوم ولایت کے چشمۂ صافی اور رموز و اسرار شریعت محمدیہ کے آفتاب تھے۔

ان کو دیکھتے ہی حضرت مجدد نے ارادہ سفر ترک کر دیا اور خواجہ صاحب کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اُن کا دامن تھام لیا بیعت کی اور لقائے حق کا درس لینا شروع کر دیا۔ چند دنوں میں وہ کمال حاصل کیا کہ حضرت خواجہ نے حضرت مجدد کو خلعت خلافت عطا کیا اور فرمایا کہ حضرت مجدد ایک درخشندہ آفتاب کی مانند ہیں اور ہم سب ان ستاروں کی طرح ہیں جن کی تب و تاب آفتاب کی روشنی میں ماند پڑ جاتی ہے۔

ادھر دین الٰہی شب و روز ارتقائی منازل طے کر رہا تھا۔ آپ ایسے تاریک دور میں

کب تک خاموش رہتے سرہند سے آگرہ پہنچے اور اکبر کے مقربین کو واشگاف الفاظ میں متنبہ کیا کہ بادشاہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول کا نافرمان ہو گیا ہے۔ اُسے میرا پیغام دو کہ وہ اپنے ملحدانہ عقائد و افعال سے توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول برحق حضرت محمد مصطفےٰ کی شریعت پر کاربند رہے بصورتِ دیگر ہلاکت کے لیے تیار ہو جائے۔ مغلِ اعظم میں نعرہ حق سُننے کی کہاں تاب تھی۔ اُس نے اپنے درباری علماء اور وزراء سے مشورہ کیا اور حضرت مجدد کو اپنے سلطانی جاہ و جلال اور شان و شوکت سے مرعوب کرنے کے لیے شاہی دربار میں طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ دربار میں ایک طرف عمائدینِ سلطنت اور اپنے جاری کردہ دینِ الٰہی کے پیروکاروں کے لیے عظیم الشان نشستیں بنائی گئیں۔ دوسری جانب دربارِ محمدی کا اہتمام کیا گیا جو ان تمام ظاہری تکلفات سے مبرا اور پاک تھا۔ جب دربار آراستہ ہو چکا تو حضرت خواجہ احمد سرہندی کو دعوت مناظرہ دی گئی۔ حضرت امام حسبِ طلب اپنی جماعت کے چند درویشوں کے ساتھ دربار میں جلوہ افروز ہوئے۔ ابھی کارروائی کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے غضب اور قہر سے ایک زبردست طوفانِ باد و باراں نازل ہوا جو دربارِ اکبری کے تمام تکلفات کی تباہی کا باعث بن گیا۔ خیمے اُکھڑ گئے۔ درباری بھاگ گئے۔ اکبر خود بھی ایک خیمے کی چوب سے زخمی ہوا لیکن اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے حضرت خواجہ اور اُن کے ساتھیوں کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچی۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر انہی زخموں کے باعث فوت ہو گیا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آخری وقت اکبر نے توبہ کر لی تھی اور توحید و رسالت کا اقرار کیا تھا۔ تاہم دینِ الٰہی کا فتنہ اکبر کے ساتھ دفن نہ ہو سکا۔ اکبر کی موت کے بعد شہزادہ سلیم تخت نشین ہوا۔ یہ بھی کافی دنوں تک باپ کے نقشِ قدم پر چلا، لیکن بالآخر سنبھل گیا۔

حضرت مجدد الحاد و بدعت کے لیے شمشیرِ قاطع تھے آپ نے احیائے کتاب و سنت کے لیے جہاد بالقلم شروع کیا۔ اپنے مکتوبات میں عقائد باطلہ اور شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کا رد کیا۔ جب دربار میں سجدہ کرنے والوں کے خلاف فتویٰ دیا تو مخدوم الملک ملا عبداللہ اور دیگر عمائدین سلطنت تلملا اُٹھے۔ اُنھوں نے جہانگیر کے

کان بھرنے شروع کئے۔ اِدھر حضرت امام کے اعلائے کلمۃ الحق اور جرأت بے باکانہ نے عقائدِ روافض کے رَدّ کے باعث نورجہاں کو برافروختہ کر رکھا تھا۔ حالات ناسازگار ہوتے گئے۔ حضرت کے خلاف ایک طوفان بپا ہو گیا۔ جہانگیر نے حضرت موصوف کو دربار میں طلب کیا۔ کچھ سوالات کئے لیکن آپ نے مسکت جواب دیئے۔ تمام معاندین و مخالفین بھی دم بخود رہ گئے۔ جب محلاتی سازشیں ناکام ہو گئیں تو اُنھوں نے بادشاہ کو از سرِ نو بھڑکایا۔ اب آپ کے خلاف سیاسی محاذ قائم کیا گیا اور کہا گیا کہ حضرت امام حکومت کے باغی ہیں اور درویشی کے بھیس میں ایک زبردست فوج تیار کر رہے ہیں تاکہ تخت و تاج پر قبضہ کیا جا سکے۔ جہانگیر کو مذہبی مخالفت سے زیادہ سیاسی خطرہ نظر آیا تو اُس نے پہلے حضرت کے معاونین و معتقدین کو دربار سے دور دراز مقامات پر تبدیل کر دیا۔ پھر آپ کو دربار میں طلب کیا اور آدابِ شاہانہ یعنی ظلِ سبحانی کو دربار میں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن سرکارِ دو عالم کے ایک نائب اور اللہ تعالےٰ کے دربار میں جھکنے والا سر بادشاہ ہند کے سامنے کس طرح زمین بوس ہو سکتا تھا۔ حضرت امام کو تمام شاہی جاہ و جلال اور کرّ و فر مرعوب نہ کر سکے۔ آپ کی حمیت دینی اور غیرت اسلامی جوش میں آئی۔ آپ نے فرمایا:۔

"اے جہانگیر یہ ایک کھُلی ہوئی ضلالت ہے کہ میں اپنے ایسے ایک مجبور انسان کو قابلِ سجدہ سمجھوں جب کہ اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات کے سوا کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں۔"

یہ ایمان افروز نعرۂ حق سُن کر جہانگیر گھبرایا۔ یہ اُس کی توقع کے خلاف تھا کہ بھرے دربار میں ایک درویش اس کے حکم سے اس طرح سرتابی کرے گا۔ بلکہ ایسا انداز زیبا کی سے ٹوکے گا۔ کچھ حاشیہ نشینوں کا بغض اور تعصب بھی رنگ لایا۔ وہ تو پہلے ہی ایذا رسانی کے لیے درپے تھے۔ شاہی ایمائے سے علمائے دربار نے حضرت امام کے قتل کا فتوےٰ دے دیا۔ اور جہانگیر نے اس کی تصدیق بھی کر دی۔ لیکن کچھ سوچ کر حضرت کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور حضرت کا گھر بار لُوٹ لینے کا حکم بھی صادر کر دیا۔

صبر و استقامت کے پہاڑ اور عزم و استقلال کے مجسمے نے اخلاق محمدی کا مظاہرہ کیا، آپ خاموشی سے جیل چلے گئے۔ اس میں بھی حکمت ایزدی کارفرما تھی۔ دراصل حضرت امام کو مشیت ایزدی نے احیائے دینِ محمدی کے لیے چن لیا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت آپ کو راہِ حق سے متزلزل نہ کر سکی۔ بلکہ وقت پر جابر و قاہر قوت آپ کے مقابل از خود سرنگوں ہو گئی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط

گوالیار کا قید خانہ باغیوں کے لیے مشہور تھا۔ حضرت امام حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح جیل کے ہزارہا گمراہ مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا باعث بن گئے۔ قید خانے کا کوئی قیدی ایسا نہ رہا جو حضرت کے قول و عمل سے متاثر نہ ہوا۔ آپ کے فیوض و برکات کی بدولت لاتعداد فاسق و فاجر قیدی اسلام کے گرویدہ ہو گئے اور ہزارہا غیر مسلم ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

جب حضرت امام کے قید کیے جانے کی خبر اطراف سلطنت میں پھیلی تو عام بغاوت کے آثار پیدا ہو گئے۔ عمائدین و اراکین حکومت سخت بے چین ہوئے۔ حضرت کے معتقدین عہدہ داروں نے متفقہ طور پر کابل کے گورنر مہابت خاں کو اپنا سربراہ بنا کر جہانگیر کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ شاہ خراسان وغیرہ سے امداد لے کر فوج کشی کا حکم دے دیا تو جہانگیر بھی اپنا لاؤ لشکر لے کر مہابت خاں کے مقابلے کے لیے کابل کی طرف روانہ ہوا۔ اُدھر بادشاہ کے دارالسلطنت دہلی سے چلے جانے کے بعد اراکینِ سلطنت اور کئی اُمرا باغی ہو گئے۔ انھوں نے حکومت پر قبضہ کر کے بادشاہ کے حامیوں کو برطرف کر دیا۔ پھر اُن باغیوں نے جیل میں حضرت مجدد سے درخواست کی کہ دہلی کا تخت خالی ہے آپ تشریف لا کر تخت و تاج سنبھال لیں۔ لیکن حضرت نے جواب دیا، درویش کو سلطنت کی خواہش نہیں اور نہ ہی فتنہ و فساد پسند خاطر ہے۔ میری قید ایک اعلیٰ مقصد کے لیے ہے تم بادشاہ کی اطاعت کرو۔ اُدھر گورنر مہابت خاں کے مقابلہ میں جہانگیر بے بس ہو گیا۔ بادشاہ کے کئی سالار مہابت خاں سے جا ملے تھے۔ جب جہانگیر آصف خاں

اور نور جہاں محصور ہو گئے تو عین اس وقت حضرت امام کا مکتوب گرامی مہابت خاں کو ملا تو اُس نے حضرت کے فرمان کے مطابق بادشاہ کو دہلی جانے کی اجازت دے دی اور خود شاہی آداب بجا لایا۔ اب جہانگیر کی آنکھیں کُھلیں۔ اُس نے جب دیکھا کہ حضرت مجدد کے فرمان کے مطابق ہی میرا تخت و تاج محفوظ رہا تو پشیمان ہوا۔ سیاسی مصلحت اور دیگر تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا، لیکن نور جہاں اور دیگر زعمائے حکومت نے کچھ ایسا ماحول پیدا کیا کہ رہائی ایک سال تک ملتوی ہوتی رہی۔ آخر جہانگیر اپنی بیٹی کے خواب سے بہت متاثر ہوا، اور معذرت طلب خط حضرت کی خدمت میں لکھا اپنی گزشتہ کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی معافی چاہی۔ اس کے ساتھ علاقائی حکام کو حکم دیا کہ حضرت مجدد کو بصد عزّت و احترام رہا کر دیا جائے اور شاہانہ تعظیم و تکریم کے ساتھ سرہند روانہ کیا جائے لیکن حضرت نے رہا ہونے سے پیشتر کچھ شرائط پیش کیں کہ بادشاہ کو دربار میں سجدہ کرنا بند کر دیا جائے۔ ذبیحہ گاؤ سے مسلمانوں کو نہ روکا جائے، مساجد جو شہید ہو چکی ہیں اُن کو از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔ کفار سے از روئے شریعت محمدیہ جزیہ لیا جائے، بادشاہ نے تمام شرائط بطیب خاطر قبول کر لیں اور آپ قید خانے سے باہر تشریف لے آئے۔ اب جہانگیر کی ہیئت تبدیل ہو چکی تھی۔ بادشاہ کے دل میں جو عقیدت پیدا ہوئی اس کا ذکر عام مورخین نے بھی کیا ہے۔ بادشاہ اکثر کشمیر جاتے ہوئے آپ کے لنگر سے کھانا کھاتا۔ چنانچہ تزک جہانگیری میں ایک جگہ خود رقمطراز ہے" کہ دامان زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں جس کے باعث بخشش کی اُمید کی جا سکے البتہ ایک مرتبہ حضرت شیخ احمد سرہندی نے فرمایا تھا کہ درویش کو جب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیں گے تو تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اب شہزادہ خرم آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو گیا۔

حضرت مجدد کے کشف و کرامات اور رُوحانی کمالات ملک و ملّت کے لیے باعثِ برکت ثابت ہوئے آپ کے عزم و عمل کے طفیل گرد و غبار کا طوفان چھٹ گیا جو دینِ اسلام کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہا تھا۔ آپ کی تعلیم توحید و رسالت اور

عرفان والیقان کے اعلیٰ مدارج کا مجموعہ تھی۔ آپ فرماتے مسلمانوں کو چاہیے۔ باطل کے خداؤں کی نفی کریں اور صرف خدائے برحق کی اطاعت کریں۔ سنّت رسُول اللہ کے متعلق فرماتے کہ سیّد الکونین حضرت محمد مصطفےٰ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع ظاہر و باطن میں لازم ہے۔ نجاتِ اُخروی اور فلاحِ ابدی کے لیے آنحضور کی اطاعت ہی واحد ذریعہ ہے۔ اکثر مکتوبات اسی موضوع پر ہیں۔ آپ عمر بھر حضرت رسالت مآب کی شریعت مطہرہ کے تکوینی امور اور اجتہاد فی الدین کا فرضِ منصبی ادا کرتے رہے۔ آپ سب سے پہلے عقائد کی درستی پر زور دیتے پھر شرعی احکامات پر عمل کی تلقین فرماتے۔ اس کے بعد تزکیۂ نفس کی باری آتی۔ فرماتے ہیں، جب تک عقائد درست نہ ہوں، احکامات شریعت کی پابندی نہ ہو قلب کی صفائی ممکن نہیں اور اتباعِ شریعت ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ قلب کو زندہ رکھنے کے لیے یہی سب سے بڑی اکسیر ہے۔

آپ دُنیا کے کاروبار میں رزقِ حلال کی تاکید فرماتے کہ ذکر و فکر کا بہترین معاون اکلِ حلال ہے۔ حضرتِ مجدّد مجالس میں اکثر خاموش رہتے اور ذکرِ خفی پر زور دیتے۔ لیکن جب لب کشا ہوتے تو اسرار و معارف کا دریا بہہ نکلتا، اکثر فرمایا کرتے لوگ بے فائدہ ریاضت و مجاہدہ میں پڑے رہتے ہیں۔ اُنھیں معلوم نہیں کہ آداب و احترام کے ساتھ باارکان نماز اور دیگر فرائض کے ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی مجاہدہ نہیں۔ آپ صحو کو سُکر پر ترجیح دیتے۔ مقامِ کبریا کی عظمت سے شناسا تھے۔ فرماتے اتباعِ سنّتِ رسُول ہی سب سے بڑی کرامت اور دلیلِ ولایت ہے اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ بعینہٖ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریق ہے۔ آپ کا معمول تھا۔ تہجّد کے وقت بیدار ہوتے، نوافل کے بعد درود شریف کا وِرد فرماتے، یہ سلسلہ نمازِ فجر تک جاری رہتا۔ اشراق کے بعد مطالعہ اور تلاوت، دوپہر کے بعد قیلولہ فرماتے۔ نمازِ ظہر کے بعد طالبانِ حق سے گفتگو ہوتی۔ یہ فیوض و برکات کا سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔ عصر سے مغرب تک یارانِ طریقت کو تلقین فرماتے، نمازِ مغرب سے عشاء تک نوافل پڑھتے اس

کے بعد آرام فرماتے۔ انہی اوقات میں تصانیف و مکتوبات اور درس و تدریس بھی جاری رہتے۔ سفر میں بھی معمولات کی پابندی فرماتے۔ حضرت سچے عارف باللہ تھے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہوتے۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کی نگرانی سختی سے کرتے۔ اہلِ خانہ کی خبر گیری کرتے، معاملاتِ اصلاح و احوال میں بھی دلچسپی لیتے۔

آپ کی مشہور تصانیف مکتوبات، معارف لدّنیہ اور مکاشفاتِ غیبیہ ہیں۔ شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ بھی ایک وقیع تالیف ہے۔ آپ کی پختہ فکر اور شگفتہ قلم سرزمینِ پاک و ہند میں مدتوں پھول بکھیرتا رہا۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے کا ارشادِ گرامی حضرت مجدد کی ذات پر صادق آتا ہے کہ علمائے اُمتی کانبیائے بنی اسرائیل۔

"حضرت امام ربّانی عمر بھر شرک وطغیان کے تاریک
دَور میں دینِ حنیف کی تجلّیاں بکھیرتے رہے۔ قرآنِ
حکیم ایسے ہی عُلمائے حق کو اولیاء اللہ کے معزز لقب
سے نوازتا ہے۔ تاریخ مسلمانانِ ہند و پاک آپ کی
گراں قدر دینی مساعی پر حشر تک ناز کرے گی"۔

حضرت امام وفات سے چند ماہ پیشتر اپنے متوسلین سے فرمایا کرتے، میری عمر ۶۳ برس معلوم ہوتی ہے کیونکہ آفتاب نبوت بھی دنیا میں ۶۳ برس ہی درخشاں رہا۔ پھر ان کے دین کی خدمت کرنے والا اس عمر سے کس طرح تجاوز کرسکتا ہے۔ جسمانی مصائب کے باعث دیر تک علیل رہے۔ آخری ذوالحجہ میں ضیق النفس کا شدید حملہ ہوا۔ ضعف بہت بڑھ گیا تھا لیکن اشغال نقشبندیہ اور احکام شریعت کی پابندی میں فرق نہیں آیا۔ وصال سے پہلے اہل خانہ سے فرمایا میں نے عمر بھر بہت محنت کی ہے۔ آج کی شب مشقت باقی ہے۔ پھر تمام رات دعائے مسنونہ پڑھتے رہے۔ فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ مسنونہ دعاؤں کا وِرد کیا، اور اسی دن

۲۸ صفر ۱۰۳۲ھ ہجری ۶۳ برس کی عمر میں ولایت عرفان و سلوک کا یہ آفتاب دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد سعید نے پڑھائی۔ آپ سرہند کی پاک سرزمین میں دفن ہوئے جو آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔ اولاد میں سات صاحبزادے اور تین لڑکیاں تھیں۔ لیکن معنوی اولاد برِصغیر پاک و ہند بلکہ تمام ایشیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس کا ذکر۔ ؎

گر نویسم شرح آں بے حد شود

مجدد رحمۃ اللہ علیہ

مکتوبات شریف کی روشنی میں

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی آپ کی نظر سے گزر چکے ہیں۔ ذیل کے اقتباسات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے جمع کئے گئے ہیں تاکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی خود ان کی زبانی معلوم کئے جاسکیں۔ مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ ان اقتباسات سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع سوانح حیات تیار تو نہ ہو سکے گی لیکن سوانح حیات کے ضمن میں یہ کوشش ایک بھرپور افادیت کی حامل ہے۔ (میاں جمیل احمد شرقپوری)

نام کمترین بندگان پر تقصیر احمد بن عبد الاحد آنکہ تا زمانی کہ از قسم احوال و موارد درو مبداء و بعرض آں گستاخی می نمودہ جرأت می کرد (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۸ صفحہ ۳۷)

بندہ کمترین پر تقصیر احمد بن عبد الاحد کی گزارش ہے کہ جب تک حالات و

واردات ظاہر ہوتے تھے ان کے عرض کرنے میں گستاخی اور جرأت کرتا تھا۔

نسب

(ا) مخدوما فقیر را تاب استماع امثال این سخناں ہرگز نیست بی اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہہ آں نمید ہد قائل آں سخناں شیخ کبیر می باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلام محی الدین عربی۔ (دفتر اوّل حصّہ دوم مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ: میرے مخدوم فقیر کو ایسی باتیں سُننے کی تاب وطاقت نہیں ہے۔ اس قسم کی باتوں سے میری رگ فاروقی بے اختیار بھڑک اُٹھتی ہے اور ان کی تاویل و توجیہہ کی بھی مہلت نہیں دیتی ان باتوں کے کہنے والے شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ الصلوٰۃ والسلام درکار ہے نہ کہ کلام محی الدین عربی۔

(ب) چوں استماع ایں خبر وحشت انگیز در شورش آورد و رگ فاروقیم را حرکت داد و چند کلمہ اقدام نمود۔ (دفتر دوم حصّہ ششم مکتوب نمبر ۱۵ صفحہ ۱۰۰)

ترجمہ: چونکہ اس خبر وحشت انگیز نے طبیعت میں ایک شورش پیدا کر دی ہے اور میری رگِ فاروقی بھڑکا دی۔ اس لیے یہ چند کلمے تحریر کر دیئے۔

وطن مُبارک

بلدۂ سرہند گویا زمین احیای من است کہ برای من چاہ ایں تاریک را پر کردہ صفحہ بلند ساختہ اند و بر اکثر بلاد و بقاع آں را ارتفاع دادہ نوری در آں زمین ودیعت گشتہ است کہ مقتبس از نور بے صفتی و بے کیفی است و در رنگ انواری کہ از زمین مقدسہ بیت اللہ ساطع و لامع است۔

(دفتر دوم حصّہ ششم مکتوب ۲۲ ۔ صفحہ ۵۵)

ترجمہ: شہر سرہند کو میرے زندہ ہونے کی جگہ سمجھنا چاہیئے جیسے

ایک گہرے اور تاریک کنوئیں کو پاٹ کر ایک ایسا چبوترا بنایا گیا ہے جس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی بخشی گئی ہے اور اس میں بے صفتی و بے کیفی کا نُور ودلیعت رکھا گیا ہے جو سرزمین بیت اللہ شریف میں ظاہر ہونے والے نُور کی مانند ہے۔

مقصد ولادت انگارم کہ مقصود از آفرینش من آنست کہ ولایت محمدی بولایت ابراہیمی علیہما الصلوات والتحیات منصبغ گردد و حسن ملاحت ایں ولایت با جمال صباحت آں ولائیت ممتزج شود وردفی الحدیث اخی یوسف اصبح وانا املح بایں انصباغ وامتزاج مقام محبوبیت محمدیہ بدرجہ علیہ رسد۔

(دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۱ صفحہ ۲۴)

ترجمہ: میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے حدیث میں آیا ہے (میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں) اور اس انصباغ اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جاتے۔

بچپن میں رُجحان مخدوما مکرما معتقد فقیر از خوردی بار مشرب اہل توحید بود و والد فقیر قدس سرہٗ بظاہر ہمیں مشرب بودہ اند و بر سبیل دوام ہمیں طریق اشتغال داشتہ اند با وجود حصول نگرانی تمام در باطن کہ بجانب مرتبہ بی کیفی داشتہ اند و بحکم ابن الفقیہ نصف الفقیہ فقیر را ازیں مشرب از روی علم حظ وافر بود ولذت عظیم داشت

(دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب ۳۱ صفحہ ۸۳)

ترجمہ: میرے مخدوم و مکرما! فقیر کا اعتقاد لڑکپن سے اہل توحید کا مشرب تھا۔ اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہٗ بظاہر اسی مشرب پر ہوئے ہیں اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود جو مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے ان کا اشتغال ہمیشہ اسی طریق پر رہا اور اس مضمون کے

موافق کہ فقیہہ کا بیٹا آدھا فقیہ ہوتا ہے۔ فقیر کو اس مشرب سے از روئے علم کے بہت فائدہ اور لذت حاصل تھی۔

پیرو مرشد (۱) حق سبحانہٗ وتعالیٰ بمحض کرم خویش بخدمت ارشاد پناہی حقائق و معارف آگاہی موید الدین الرضی شیخنا و مولانا و قبلتنا محمد باقی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ رسانید و ایشاں بفقیر طریقۂ علیہ نقشبندیہ تعلیم فرمودند و توجہ بلیغ بحال ایں مسکین مرعی داشتند۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۳۱ صفحہ ۸۳)

ترجمہ: حق تعالےٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد و ہدایت کی پناہ والے حقائق و معارف کو جاننے والے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور مولانا اور قبلہ خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت و صحبت نصیب کی اور اُنھوں نے فقیر کو طریقہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی۔

ب: وَھُوَ الشیخ الکامل المکمل الواصل الی درجات الولایۃ الھادی الی طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ مؤید الدین الرضی شیخنا و امامنا الشیخ محمد الباقی النقشبندی الاحراری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس و بلغہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ الی اقصی ماتمناہٗ۔ (دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۱ صفحہ ۳)

ترجمہ: اور وہ شیخ کامل دوسروں کو کامل کرنے والے کمال ولایت کے درجوں تک پہنچانے والے ایسے راستوں کی طرف ہدایت کرنے والے جن کی ابتدا میں انتہا مندرج ہے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام محمد باقی باللہ نقشبندی اُحراری ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کے بھید پاک کرے۔

تربیت (۱) ایں فقیر از سر تا قدم غرق احسانہائے والد بزرگوار شما است دریں طریق سبق الف بی را از ایشاں گرفتہ است و تہجی حروف ایں راہ را از ایشاں آموختہ و دولت اندراج النہایۃ فی البدایۃ ببرکت صحبت ایشاں حاصل کردہ و سعادت سفر در وطن را بصدقہ خدمت ایشاں یافتہ توجہ شریف ایشاں در دو نیم ماہ

ایں ناقابل را بہ نسبت نقشبندیہ رسانیدہ وحضور خاص ایں اکابر را عطا فرمودہ۔

(دفتر اوّل حصّہ چہارم مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۱۰۵)

ترجمہ: (حضرت باقی باللہؒ کے صاحبزادوں کو لکھا ہے) یہ فقیر از سر تا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ اس راہ میں الف بے کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ میں حروف تہجّی انہی سے سیکھے ہیں اور ابتداء میں انتہا کے مدارج حاصل ہونے کی دولت انہی کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے اور "سفر در وطن" کی سعادت انہی کی خدمت کے صدقہ میں پائی ہے۔ ان کی توجہ شریف نے ڈھائی ماہ میں اس ناقابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا ہے اور اکابر نقشبندیہ کا.... "حضور خاص" عطا فرمایا۔

ب: کمترین بندگانِ احمد آنکہ مرشد علی الاطلاق جل شانہٗ ببرکت توجہ عالی بہر دو طریق جذبہ و سلوک تربیت فرمودہ و بہر دو صفت جمال و جلال مربی ساختہ حالا جمال عین جلال ست و جلال عین جمال۔ (دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۰)

ترجمہ: حضور (باقی باللہ) کا کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جلال و جمال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی اب جمال عین جلال ہے، اور جلال عین جمال۔

ج: روزی فرمودہ بودند درمیان واقعہ از وقائع کہ اگر نہ معنی محبوبیت درمی بود توقف بسیار در وصول بمقصد واقع می شد و محبوبیت ور النسبت بعنایت خود ہم بیان فرمودہ بودند ازاں سخن امیدواری تمام است و ایں جرأت و گستاخی ازاں ست۔

(مکتوب نمبر ۱۴ صفحہ ۳۲ دفتر اوّل حصہ اوّل)

ترجمہ: حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقعہ میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت

توقف واقع ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کی حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا اس بات سے بڑی بھاری اُمید لگ رہی ہے اور یہ جرأت و گستاخی بھی اسی وجہ سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارادت

وارادت من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسائط کثیرہ است در طریقہ نقشبندیہ بلیست و یک واسطہ درمیان ست و در طریقہ قادریہ بیست و پنج و در طریقہ چشتیہ بلیست و ہفت وارادت من باللہ تعالےٰ قبول وساطت نمی نماید چنانچہ گزشت۔ (دفتر سوم حصہ نہم مکتوب ۸۷ صفحہ ۲۶)

ترجمہ: اور میری ارادت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت واسطوں سے ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس اور قادریہ میں پچیس اور چشتیہ میں ستائیس واسطے درمیان ہیں لیکن میری ارادت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ واسطہ کو قبول نہیں کرتی جیسے کہ گزر چکا ہے۔

تبلیغ کی اجازت

ای برادر چون حضرت خواجہ مرا کامل مکمل دانستہ اجازت تعلیم طریقہ فرمودند جمعی از طالبان را حوالہ من نمودند مرا دراں وقت درکمال وتکمیل خود ترددی بود فرمودند جائے تردد نیست کہ مشائخ عظام این مقامات را مقام کمال وتکمیل فرمودہ اند اگر ترددی درین مقام پیدا شود ترددی درین مقام پیدا شود ترددی در کمالیت آن مشائخ لازم آید حسب الامر شروع در تعلیم طریقت نمودم توجہات درکار طالبان مرعی ساختم در مسترشدان اثرہائے عظام محسوس شد حتیٰ کہ کار سنین بساعات قرار یافت۔

(دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب ۲۹۰ صفحہ ۹۴)

ترجمہ :۔ اے برادر جب حضرت خواجہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالہ کیا تو مجھ کو اس وقت اپنی کمال تکمیل میں تردد تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تردد کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ مشائخ عظام نے اس مقام کو مقام کمال و تکمیل فرمایا اس مقام پر تردد کریں تو ان مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے حسب الامر طریقت کی تعلیم کو شروع کیا اور طالبوں کے حق میں توجہ کو مدِ نظر رکھا اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا حتیٰ کہ سالکوں کا سالوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔

غربتِ اسلام (د) نزدیک بیک قرن ست بر ہنجے قرار یافتہ است کہ اہل کفر بمجرد احکام کفر برملا در بلاد اسلام راضی نمی شوند می خواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گردند و اثرے از مسلمانان و مسلمانی پیدا نشود و کار را تا بآن سرحد رسانیدہ اند کہ اگر مسلمانی از شعار اسلام اظہار نماید بقتل میرسد ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام ست کفار و جزیہ دادن شاید راضی شوند اما بتذبیح بقرہ ہرگز راضی نخواہند شد از ابتدا بادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت و مسلمانان اعتبار پیدا کردند فبہا و اگر عیاذا باللہ سبحانہٗ در توقف افتاد کار بر مسلمانان بسیار مشکل خواہد شد (دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۸۱ منوہلم)

ترجمہ : عرصہ تخمیناً ایک صدی سے اسلام پر اس قسم کی غربت چھا رہی ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل دور ہو جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر نہ رہے اور اس حد تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلامی کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے گائے کی قربانی جو ہندوستان میں بہت بڑے اسلامی شعار سے ہے کفار شاید جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں مگر گائے ذبح ہونے پر ہرگز راضی نہ ہوں گے سلطنت کے ابتدا ہی میں اگر مسلمانی کا رواج پالیا اور مسلمانوں نے اعتبار پیدا کر لیا تو بہتر ورنہ نعوذ باللہ اگر توقف ہو گیا تو مسلمانوں پر کام بہت مشکل ہو جائے گا۔

(ف) غربت اسلام تا بحدے رسیدہ است کہ کفار بر ملا طعن اسلام و ذم مسلمانان می نمائند و بے تحاشا اجراء احکام کفر و مداحی اہل آن در کوچہ و بازار می کنند از اجرائے احکام اسلام ممنوع اند و در اتیان شرائع مذموم و مطعون ؎

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز!
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب ۶۵ صفحہ ۴۵)

ترجمہ: اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ہر کوچہ و بازار میں نڈر ہو کر کفر کے احکام جاری کرتے ہیں اور اہلِ کفر کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے رُکے ہوئے ہیں اور شرائع کے بجالانے میں مذموم اور مطعون ہیں۔

؎ چھپائے رُخ کو پری دیو ناز کرے
حواس و ہوش یہ سُن کر میرے بجا نہ رہے

علماء سوء

(ا) علماء ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند و محو کنندہائے سنت بدعتہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسان آں فتوی می دہند و مردم را بدعت دلالت می نمائیذ چہ می گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود تعامل گردد مگر نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملے کہ معتبر است ہمانست کہ از صدر اوّل آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کما ذکرنی الفتاوی الغیاثیہ۔

(دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۵۴ صفحہ ۸)

ترجمہ: اس زمانہ کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور سُنتوں کو محو کرتے ہیں۔ شائع اور پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل جان کر جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور یہ وہ کیا کہتے ہیں کہ اگر گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف و مشہور ہو جائے تو تعامل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ تعامل جو معتبر ہے

وُہ ہے جو صدرِ اوّل سے آیا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہے جیسے کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے۔

بدعات کا رواج

تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیۂ احتراز ننماید بوئے ازین دولت بمشام جان او نرسد و این معنی امروز متعسر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است و بظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند و باحیائی سنت لب کشاید۔

(دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۵۸ صفحہ ۸)

ترجمہ: جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیۂ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی بُو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہاں دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیرے میں پھنسا ہُوا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دُور کرنے کا دم مارے اور سُنّت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔

اپنے بیٹے اور دوستوں کو نصیحت و تبلیغ

نصیحتی کہ بفرزندی اعزی سلمہ اللہ سبحانہٗ عماً لا یلیق بجنابہ و سائر احبا نمودہ می آید اتباع سنت سنیہ است علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ و اجتناب از بدعت نامرضیہ چون اسلام آوان غربت پیدا کردہ است و مسلمانان غریب گشتہ اند و تا میروند غریب تر می گردند بحدیکہ اللہ گوئی بر زمین نخواہد ماند و تقوم الساعۃ علی شرار الناس سعادت مند کسی است کہ دریں غربت احیائی سنتی از سنن متروکہ نماید و اماتت بدعتی از بدع مستعملہ فرماید۔

(دفتر سوم حصہ ششم مکتوب ۲۳ صفحہ ۵۶)

ترجمہ: سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند سلمہ اللہ تعالیٰ اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سُنّت سُنّیہ کی تابعداری کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ غریب ہوتے جائیں گے۔

حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ ولا تقوم القیامۃ علی شرار الناس (اور قیامت بُرے لوگوں پر قائم ہوگی) سعادتمند وہ شخص ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔

اُمراء کو اصلاح بادشاہ کی تلقین

(۱) پس در اصلاح سلطان کوشیدن در اصلاح جمیع بنی آدم کوشیدن است و اصلاح در اظہار کلمہ اسلام است بہر روش کہ گنجائش وقت باشد و از گذشت کلمۂ اسلام از معتقدات اہل سنت وجماعت نیز گاہ وبیگاہ گوش زد باید ساخت و رد مذہب مخالف باید نمود اگر ایں دولت میسر گردد وراثت عظمی از انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بدست آید شمار ایں دولت مفت بدست آمدہ است قدر آنرا بدانند زیادہ چہ مبالغہ نماید ہر چند مبالغہ وابرام مستحسن اینجا است واللہ سبحانہ الموفق۔

(دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۷۰ صفحہ ۵۴)

ترجمہ: پس بادشاہ کی بہتری میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرتا ہے اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہوسکے کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے۔ کلمۂ اسلام کے بعد اہل سنت وجماعت کے معتقدات بھی کبھی کبھی بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دینے چاہئیں اور مذہب مخالف کی تردید کرنی چاہیے۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آگئی۔ آپ کو یہ دولت مفت حاصل ہے اس کی قدر جاننی چاہیے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے حالانکہ جس قدر زیادہ مبالغہ کیا جائے اُسی قدر بہتر ہے۔ واللہ سبحانہٗ الموفق (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)

(ب) پادشاہ نسبت بعالم در رنگ دل ست نسبت ببدن کہ اگر دل صالح است بدن صالح است واگر فاسد ست فاسد اصلاح پادشاہ اصلاح عالم ست وفساد او فساد عالم می دانند کہ در قرن ماضی بر سر اہل اسلام چہا گذشتہ است زبونی اہل اسلام باوجود

کمال غربت در قرون سابقہ از ین گذشتہ بود کہ مسلمانان بر دین خود باشند و کفار بر کیش خود کریمہ لکم دینکم ولی دین بیان این معنی ست و در قرن ماضی کفار برملا بطریق استیلا اجرائے احکام کفر در دارِ اسلام می کردند مسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند واگر می کردند بقتل می رسیدند (بعد از چند سطور فرمودند) در قرن ماضی ہر بلائی کہ بر سر آمد از شومی این جماعت بود پادشاہان را ایشان از راہ می بردند ہفتاد و دو ملت کہ راہ ضلالت اختیار کردہ اند مقتدایان اینہا علماء سؤ بودند غیر از علماء ہر کہ بضلالت رفت کم ست کہ ضلالت او بدیگرے تعدی کند واکثر جہلا صوفی نمائے این زمانہ حکم علماءِ سؤ دارند فساد اینہا نیز فساد متعدی ست۔ (دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب ۴۷ صفحہ ۱۸)

ترجمہ: بادشاہ دُنیا کے لیے اس طرح ہے جیسے بدن کے لیے دل۔ بادشاہ کی دُرستی سے عالم کی درستی ہے اور بادشاہ کے فساد سے عالم کا فساد آپ جانتے ہیں کہ زمانہ ماضی (یعنی عہد اکبر) میں اہلِ اسلام پر کیا کچھ نہیں گزرا۔ زمانہ ماسبق میں جبکہ اسلام کی غربت حد کو پہنچی ہوئی تھی، اہل اسلام کی بدحالی اس سے آگے نہیں بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کافر اپنے طریقہ پر جیساکہ آیت کریمہ لکم دینکم ولی دین سے ظاہر ہے۔ لیکن زمانہ ماضی (عہد اکبر) میں تو یہ حال ہوا کہ کفار تو برملا پورے غلبہ کے ساتھ دارِ اسلام میں احکام کفر جاری کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام ظاہر کرنے سے بھی عاجز و قاصر تھے اور اگر ظاہر کرتے تھے تو قتل کئے جاتے تھے (چند سطر بعد فرمایا) اس زمانہ (عہد اکبری) میں جو مصیبت بھی مسلمانوں پر آئی وہ اسی جماعت کی بدبختی کا نتیجہ تھی۔ یہی لوگ بادشاہ کو راہِ راست سے ہٹاتے تھے۔ وہ بہتر فرقے جو گمراہ ہوئے اُن کے پیشوا یہی علماء سو تھے۔ جب کوئی غیر عالم گمراہ ہوتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اُس کی گمراہی سے دوسرے بھی گمراہ ہوں اس زمانہ کے صوفی نما جاہلوں کا معاملہ بھی علماء سؤ جیسا ہے۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے۔

مجدد صاحب کے خلاف ریشہ دوانیاں اور اُن کا جواب

(ا) میر نعمان از سخنان پریشان ارباب خسران محنت نکشند کل یعمل علیٰ شاکلتہ لائق آنکہ دمکافات و مجازات متعرض نشوند دروغی را فروغی نیست باعث کساد بازار آنہا کلمات متناقضہ آنہا خواہد بود ومن لم یجعل اللہ لہٗ نوراً فمالہٗ من نور شغلی کہ در پیش دارند درہماں کوشند واز غیر آن چشم بپوشند۔ (دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۲۰۴ صفحہ ۹۶)

ترجمہ: میر محمد نعمان! آپ خسارہ میں رہنے والے لوگوں کی پریشان باتوں سے رنجیدہ وغمزدہ نہ ہوں ہر شخص اپنے طریقہ کے موافق عمل کرتا ہے، مناسب یہ ہے کہ انتقام اور بدلہ کے درپے نہ ہوں۔ جھوٹ کو فروغ نہیں ہے۔ ان کی متضاد باتیں ہی ان کی کساد بازاری کا باعث ہوں گی جس کے لیے خدا کی طرف سے روشنی نہیں ہے اس کے لیے پھر کوئی روشنی نہیں۔ جس کام میں آپ مشغول ہیں (یعنی یادِ الٰہی) اس میں کوشش کرتے رہیں، دوسری باتوں سے آنکھیں بند کرلیں۔

(ب) بملا قاسم علی بدخشی صدور یافتہ در بیان خسارت جماعۂ کو بر اہل اللہ اعتراض کنند کتابتی کہ بمحبت آثاری مولانا قاسم علی فرستادہ بودند رسید مضمون بوضوح پیوست قال اللہ تعالیٰ من عمل صالحاً فلنفسہٖ ومن اساء فعلیھا۔ خواجہ عبداللہ انصاری می فرمائید الٰہی ہرکرا خواہی براندازی باما در اندازی۔

ترسم آن قوم کہ بر دُردکشاں می خندند
در سر کار خرابات کنند ایمان را

حق سبحانہ وتعالیٰ کافۂ اہل اسلام را از انکار فقرا وطعن در ایشان نگاہدارد بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والسلام۔ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۱۸ اصفحہ ۱۲۱)

ترجمہ: ان لوگوں کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ملا قاسم علی بدخشی کی طرف لکھا ہے۔ وہ مکتوب جو محبت کے نشان

والے مولانا قاسم علی نے لکھا تھا۔ پہنچا اور اس کا مضمون واضح ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من عمل صالحًا فلنفسہٖ ومن اساء فعلیھا جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے اور جس نے کوئی بُرائی کی وہ اُسی کے لیے وبال ہے خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تُو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔ میں ان لوگوں کے بارے میں جو شراب محبت کا تلچھٹ پینے والوں پر خندہ زنی کرتے ہیں۔ یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ شراب خانہ ہی میں اپنا ایمان ضائع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فقراء کے انکار اور ان پر طعنہ زنی کرنے سے محفوظ رکھے بطفیل حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والسلام۔

ایّامِ اسیری اور آپ کا ردِ عمل

ا
ں صحیفہ شریفہ کہ بمصحوب شیخ فتح اللہ ارسال داشتہ بودند رسید از جفا و ملامت خلق نوشتہ بودند آں خود جمال ایں طائفہ است وصیقل زنگار ایشاں ست باعث قبض وکدورت چرا باشد و اوائل حال کہ فقیر بایں قلعہ رسید محسوس می شد کہ انوار ملامت خلق از بلاد و قرے در رنگ سحا بہائے نورانی پے در پے میر سند و کار را از حضیض باوج می برند۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۶ صفحہ ۱۵)

ترجمہ: آپ کا صحیفہ شریفہ جو شیخ فتح اللہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا، آپ نے جفا و ملامت خلق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے یہ تو اس گروہ سالکین کا حسن اور ان کے زنگ کے لیے صیقل ہے لہٰذا باعث دل تنگی وکدورت کیوں ہو۔ جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو اوائل حال ہی میں محسوس ہوتا تھا کہ ملامت خلق کے انوار شہروں اور دیہاتوں سے نورانی بادلوں کی طرح پے در پے پہنچ رہے ہیں اور میرے معاملہ کو پستی کی طرف سے بلندی کی طرف لیے جا رہے ہیں۔

(ب) بیاراں بگویند و تنگیہائی سینہ را دور سازند و بجماعہ کہ درصدد آزارند بد نباشند بلکہ باید کہ از فعل آنہا لذت گیرند آرے چوں بدعا ماموریم وحضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ را دعا و التجا و تضرع و زاری خوش می آید دعائے دفع بلیہ می نماید وسوال عفو و عافیت کنند و آنکہ مرآت صورت غضب گفتہ شدہ زیرا کہ حقیقت غضب نصیبت اعدا است با دوستان بصورت غضب است و بحقیقت عین رحمت است دریں صورت غضب چنداں منافع محب ودلیعت نہادہ اند کہ چہ شرح دہد و نیز در صورت غضب کہ بدوستان عطا می فرمایند خرابی جماعہ منکران است و باعث ابتلائی اینہا۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۱۵ صفحہ ۲۵)

ترجمہ: آپ دوستوں سے کہہ دیں کہ وہ دل کی تنگی دُور کریں۔ اور جو لوگ درپے آزار ہیں اُن کی طرف سے بددل نہ ہوں بلکہ ان کے فعل سے لذّت حاصل کریں۔ ہاں چونکہ ہم کو دُعا کرنے کا حکم ہے اور حضرت حق سبحانہٗ کو دُعا و التجا اور تضرع و زاری پسند ہے۔ اس لیے دفع مصائب کی دُعا کریں اور عفو و عافیت کی درخواست کریں اور جو میں نے (جور و جفا) کو صورت غضب کا آئینہ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں غضب دشمنوں کا حصہ ہے، دوستوں کے لیے صورتاً غضب ہے اور حقیقتاً عین رحمت۔ اس صورت غضب میں محب کے لیے اتنے منافع ودلیعت رکھے گئے ہیں کہ اس کی شرح کیا بیان کی جائے۔ نیز صورت غضب جو دوستوں کو عطا ہوتی ہے؛ منکروں کی بربادی ہے اور وہ ان کی ابتلا کا باعث ہے۔

(ج) میر محمد نعمان را معلوم بودہ باشد کہ مفہوم شد کہ ہر چند یاران خیر اندیش در تشبث اسباب خلاصی کوشیدند سود مند نیامد الخیر فیما صنع اللہ سبحانہٗ پارہ ازیں امر کمقتضای بشریت حزنے پیدا شد و در سینہ تنگی ظاہر گشت بعد از زمانی بفضل حق جلسلطانہٗ آں ہمہ حزن و تنگی سینہ بفرح و شرح صدر مبدل گشت و بیقین خاص دانست کہ اگر مراد این جماعت کہ درصدد آزارند موافق مراد حق است جلشانہٗ پس کرہ تنگی سینہ بمعنی است و منافی دعوی محبت است۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۱۵ صفحہ ۲۵-۲۴)

ترجمہ: میر محمد نعمان کو معلوم ہُوا ہو گا کہ میرے خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا؛ جو کچھ خدا نے کیا وہی بہتر ہے بمقتضائے بشریت مجھ کو بھی اس سے کچھ رنج ہُوا۔ اور دل میں کچھ تنگی ظاہر ہوئی لیکن تھوڑے ہی زمانہ میں اللہ تعالٰی کے فضل سے وہ رنج اور دل کی تنگی فرحت و شرح صدر سے بدل گئی اور یقین خاص سے معلوم ہوا کہ اگر اس جماعت کی مراد جو میرے درپے آزار ہیں اللہ جل سلطانہ کی مراد کے موافق ہے تو پھر اس پر ناپسندیدگی، اور دل تنگی بے معنی اور دعویٰ محبت کے منافی ہے۔

(د) در زمان فتن اندک را بہ بسیار قبول می نمایند و در غیر زمان فتن ریاضات و مجاہدات شاقہ در کار است خبر شرط است ملاقات واقع شود یا نہ نصیحت ہمیں است کہ مرادے و ہوسے نماند والدہ خود را نیز باین معنی مطلع سازند و دلالت نمایند باقی احوال این نشاۂ چوں گزرندہ است چہ در معرض بیان آرد برخوردان شفقت دارید و بخوا اندن ترغیب نمایند و اہل حقوق را تا توانید از جانب ما راضی سازید و بدعا سلامتی ایمان مدد معاون باشید مکرر و موکد نوشتہ می شود ایں وقت را با مور لاطائل صرف نکنند بغیر ذکر الٰہی جلشانہٗ باید کہ بہیچ چیز نہ پردازند اگر چہ مطالعہ کتب و تکرار طلبہ بود وقت ذکر است ہواہائے نفسانی را کہ آلہہ باطلہ اند در تحت لا آرند تا تمام منتفی شوند و ہیچ مرادے مقصودے در سینہ نماند حتیٰ کہ خلاصی من کہ بالفعل از اہم مقاصد شما است نیز باید کہ مراد شما نباشد و بتقدیر و فعل و ارادۂ او تعالیٰ راضی باشند۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۲ صفحہ ۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فتنہ کے وقت زیادہ عمل کی جگہ تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے۔ فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو سخت ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے حقیقت سے باخبر ہونا ضروری ہے ملاقات ہو یا نہ ہو نصیحت یہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی خواہش باقی نہ رہے اپنی والدہ کو بھی اس بات سے

آگاہ و باخبر کر دیں باقی اس زندگانی کے احوال چونکہ گزر جانے والے ہیں اس لیے کیا بیان کیے جائیں۔ چھوٹوں پر شفقت رکھنا اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دیتے رہنا۔ جن لوگوں کے حقوق مجھ پر ہیں۔ جہاں تک ہو سکے ان کو میری جانب سے راضی رکھنا اور سلامتی ایمان کی دعا میں میرے مددگار و معاون رہنا، بتاکید مکرر تحریر کیا جاتا ہے کہ یہ وقت لاحاصل باتوں میں ضائع نہ کرنا اور سوائے ذکر الٰہی کے کسی بات میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ اگرچہ وہ کتابوں کا مطالعہ اور طلباء سے مذاکرہ ہی کیوں نہ ہو یہ وقت ذکر کا ہے۔ خواہشات نفسانی کو جو معبودان باطل ہیں۔ لا کے تحت لاؤ تاکہ سب منتفی ہو جائیں اور دل میں کوئی مقصود اور کوئی مراد باقی نہ رہے حتٰی کہ میری رہائی جو اس وقت تمہارا مقصد اہم ہے۔ وہ بھی تمہاری مراد نہ رہے۔ اللہ کی تقدیر اور اس کے فعل و ارادہ پر راضی رہو۔

لشکر میں نظر بندی

(۱) فرزندانِ گرامی بجمعیت باشند مردم ہمہ وقت محنتہائے مارا در نظر می دارند و مخلصی ازیں مضیق می طلبند نمی دانند کہ در نامرادی و بے اختیاری و ناکامی چہ بلا حسن و جمال ست و کدام نعمت برابر آنست کہ ایں کس را بے اختیار از اختیار او بر آرند و باختیار خود او را زندگانی دہند و امور اختیاری او را نیز تابع آں بے اختیاری او ساختہ او را از دائرہ اختیار او بر آرند کالمیت بین یدی الغسال سازند در ایام حبس گاہے کہ مطالعہ ناکامی و بے اختیاری خود می نمودم عجب حظ می گرفتم و طرفہ ذوق می یافتم بلے ارباب فراغت ذوق ارباب بلا را چہ دریابند و از جمال بلائے او چہ ورک نمایند طفلاں را حظ منحصر در شیرینی ست و آنکہ از تلخی حظ فرا گرفتہ است شیرینی را بجوے نمی خرد۔

ع: مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(دفتر سوم حصہ نہم مکتوب ۸۳ صفحہ ۲۲)

ترجمہ: فرزندانِ گرامی! خاطر جمع رکھو لوگ ہر وقت ہماری تکلیفوں

پر نظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ نامرادی بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن و جمال ہے اس کے برابر کونسی نعمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو بے اختیار کر کے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے حتیٰ کہ اس کے امور اختیاریہ کو بھی اس بے اختیاری کے تابع بنا کر اس کو اپنے ارادے اور اختیار سے بالکل دستبردار کر دیا جائے اور اس کو مُردہ بدست زندہ بنا دیا جائے۔ قید کے زمانے میں جب اپنی ناکامی و بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجب لُطف اُٹھاتا تھا۔ اور انوکھا مزہ پاتا تھا۔ لیکن فراغت والے مصیبتوں کے حسن کا کیا اندازہ کریں۔ بچوں کو تو صرف شیرینی میں مزہ ملتا ہے۔ لیکن جس کو تلخی میں لذت ملی وہ شیرینی کو ایک جَو میں بھی نہیں خریدتا۔

ع مرغ آتش خوردانہ کی لذت کیا جانیں   والسلام علی من اتبع الھدیٰ

(سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔)

(ب) بعض از مُضی مدت رخصت چون متوجہ عسکر شد فرزندی محمد سعید را بضرورت در خانہ گزاشتہ آمد چون فیوض و برکات و علوم و معارف را کہ بعد از مفارقت فرزندی و ظہور آمدہ بود ملاحظہ نمود از مفارقت او پشیمان شد و فرصت را غنیمت شمردہ طلبید خورد و ریزہ ہمہ آمدانند بامید آنکہ ازیں برکات و ریزہ نمایند عجائب معاملہ است گویا در جرگۂ ملامتیہ ایم و در زمرۂ قلندریہ باوجود آنکہ از فریقین جدا ایم و کار و بار علیحدہ داریم۔   (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب ۹۶ صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ: رخصت گزارنے کے بعد جب لشکر کی طرف آنے لگا تو فرزندی محمد سعید کو گھر چھوڑ آیا۔ جب ان فیوض و برکات اور علوم و معارف کو جو فرزند کی جدائی کے بعد ظاہر ہوئے تھے، ملاحظہ کیا تو اس کی جدائی سے پشیمان ہوا، اور موقع کو غنیمت جان کر اس کو بلا لیا چھوٹے بڑے سب اس اُمید پر آئے ہیں کہ ان برکات سے فائدہ حاصل کریں۔ عجب معاملہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ملامتی گروہ اور قلندریہ زمرے میں ہیں۔ حالانکہ ہم ان دونوں گروہوں سے جدا ہیں اور ہمارا کاروبار بھی ان سے الگ ہے۔

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد باری اور شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

فلا یصل حمد حامد الی جناب قدس ذاتہ بل منتھی جمیع الحامد دون سرادقات عزتہ فھو الذی اثنی علی نفسہ وحمد ذاتہ بذاتہ فھو سبحانہ الحامد والمحمود و ماسواہ عاجز عن اداء الحمد المقصود کیف وقد عجز عن حمدہ سبحانہ من ھو حامل لواء الحمد یوم القیمۃ تحتہ اٰدم ومن ھو دونہ وھو افضل البرایا واکملھم ظھورا واقربھم منزلۃً واجمعھم کمالاً واشملھم جمالاً واتمھم مبدأً وارفعھم قدراً واعظمھم ابھۃً وشرفاً واقومھم دیناً و اعدلھم ملۃً واکرمھم حسباً واشرفھم نسباً واعرفھم بیتاً لولاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق ولما اظھر الربوبیۃ وکان نبیاً واٰدم بین الماء والطین واذا کان یوم القیمۃ کان ھو امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم الذی قال نحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القیمۃ وانی قائل قولا غیر فخر وانا حبیب اللہ وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اوّل الناس خروجاً اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا

خطیبھم اذا انصتوا وانا مستشفعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا ایئسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ؎

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم - ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

صلوات اللہ سبحانہ وتسلیماتہ تعالی وتحیاتہ عز شانہ وبرکاتہ جل برھانہ علیہ وعلی جمیع اخوانہ من النبیین و المرسلین والملائکۃ المقربین وعلی اھل الطاعۃ اجمعین صلوۃ وسلاما وتحیۃ وبرکاۃ ھو لھا اھل وھو لھا اھل کلما ذکرہ الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون و بعد الحمد والصلوۃ وتبلیغ الدعوات وارسال التحیات، نمودہ مے آید کہ صحیفہ شریفہ کہ نامزد ایں فقیر ساختہ بودند اخوی اعزی شیخ محمد طاہر رسانیدند وخوش وقت ساختند (دفتر دوم حصہ ششم مکتوب صفحہ ۲۰۳)

ترجمہ:

کسی حمد کرنے والے کی حمد اس کی ذات بلند کی پاک بارگاہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی عزت وجلال کے پردوں سے درے ہی درے رہ جاتی ہے۔ اس ذات پاک نے اپنی تعریف آپ ہی کہی ہے اور اپنی حمد کو آپ ہی بیان کیا ہے وہ ذات پاک آپ ہی حامد اور آپ ہی محمود ہے۔ تمام مخلوقات حمد مقصود کے ادا کرنے سے عاجز ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی حمد سے عاجز ہیں جو قیامت کے دن لواء حمد کے اٹھانے والے ہیں جس کے نیچے حضرت آدم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں تمام مخلوقات میں افضل واکمل اور مرتبہ میں سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ حسن وجمال و کمال کے جامع ہیں۔ ان کی قدر سب سے بلند اور ان کی شان وشرف سب سے عظیم۔ ان کا دین سب سے زیادہ مضبوط اور ان کی ملت سب سے زیادہ راست اور درست ہے، نسب میں سب سے زیادہ کریم اور نسب میں سب سے شریف اور خاندان میں سب

سے زیادہ معزز اور بزرگ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کا پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو خلقت کو پیدا نہ کرتا۔
اور نہ ہی اپنی ربوبیت کو ظاہر فرماتا وہ نبی تھے جب کہ آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے،
(یعنی پیدا نہ ہوئے تھے) قیامت کے دن وہ تمام نبیوں کے امام اور خطیب اور اُن
کی شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ اُنھوں نے اپنے حق میں یُوں فرمایا ہے قیامت
کے دن ہم ہی پیچھے چلنے والے ہیں اور ہم ہی آگے جانے والے ہیں میں یہ بات
فخر سے نہیں کہتا اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب اور خاتم النبیین ہوں لیکن مجھے اس
پر کوئی فخر نہیں ہے۔ جب قیام کے دن لوگ قبروں سے نکلیں گے تو سب سے
اوّل میں ہی نکلوں گا اور جب وہ گروہ در گروہ جائیں گے تو ان کا ہانکنے والا میں ہی
ہوں گا اور جب وُہ خاموش کئے جائیں گے تو ان کی طرف سے کلام کرنے والا
میں ہی ہوں گا اور جب وُہ بند کئے جائیں گے تو اُن کی کفایت میں ہی کروں گا
اور جب وہ رحمت و کرامت سے نا اُمید ہوں گے تو میں ہی اُن کو خوشخبری دوں
گا۔ اُس دن تمام کنجیاں میرے ہی ہاتھ میں ہوں گی۔ اُن پر اور اُن کے تمام بھائی
نبیوں اور رسولوں اور ملائکہ مقرّبین اور تمام اہلِ طاعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
صلوٰۃ و سلام و تحیۃ و برکت نازل ہو جو ان کی شانِ بلند کے لائق ہے جس قدر کہ
ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ جو اس فقیر کے
نام لکھا ہُوا تھا میرے عزیز بھائی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا اور خوش وقت کیا۔

بُتوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا ظُلمِ عظیم ہے

(۲)

وہیچ احتیاجے اشیاء را باو نباشد پس استحقاقِ عبادت او را از کدام راہ

پیدا شود و اشیا چہا ذلت و خضوع و انکسار با و پیش آیند کفار بد کردار غیر حق سبحانہٗ را عبادت کنند و اصنام تراشیدہ خود را معبود خود سازند بزعم فاسد آنکہ ایناں نزد حق سبحانہٗ و تعالیٰ شفعاء ما خواہند بود بتوسل اینہا بحضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ تقرب خواہیم نمود بے بیخبران از کجا دانستہ اند کہ ایناں را مرتبہ شفاعت خواہد بود بحضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اینہا را اذن شفاعت خواہد فرمود۔ بمجرد توہم احدے را در عبادت شریک حق سلطان جل و علا نہایت خذلان و خسارہ است۔ (حوالہ دفتر سوم حصہ ہشتم صفحہ نمبر ۱۰ مکتوب نمبر ۳)

ترجمہ: جب اشیاء کو اس طرف کوئی حاجت نہیں۔ پھر عبادت کا استحقاق اس کے لیے کہاں سے پیدا ہوا۔ اور اشیاء ذلت و انکسار و خضوع سے کیوں پیش آئیں۔ کفار بدکردار حق تعالیٰ کی بجائے غیر کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مانتے ہیں۔ اس خیال فاسد سے کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے شفیع ہوں گے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں قرب پائیں گے۔ ان بیوقوفوں نے کہاں سے معلوم کیا ہے کہ ان کو شفاعت کا مرتبہ حاصل ہوگا اور حق تعالیٰ ان کو شفاعت کا اذن دے گا۔ صرف وہم و گمان سے کسی کو عبادت میں حق تعالیٰ کا شریک بنانا نہایت ہی خواری اور رسوائی ہے۔

سجدۂ تعظیمی حرام ہے

(۲)

ایں فقیر را دریں دفعہ در دہلی مثل ایں ابتلا واقع شدہ بود بعضے از یاراں را ہم واقعہ نمودہ بودند کہ آب مستعمل وضوء فقیر را بخورند و الاضر عظیم لاحق خواہد شد ہر چند دفع کرد فائدہ نکرد بکتب فقہیہ رجوع نمود مخلصی پیدا شد کہ اگر بعد از تثلیث غسل نیت قربت

نکنند در مرتبہ چہارم آب مستعمل نمیشود باین حیلہ تجویز نمودہ آب غسل چہارم را بے نیت قربت بخوردنش داد و ایضاً مردم معتمد نقل کردہ اند کہ بعضے از خلفاء شمارا مریدان الشان سجدہ می کنند بزمین بوس ہم کفایت میکنند شناعت ایں فعل اظہر من الشمس ست منع شان بکنید و تاکید در منع نمائید اجتناب ایں قسم افعال از ہر کس مطلوب ست علی الخصوص شخصے کہ باقتدا رخلق خود را برآوردہ باشد۔ اجتناب ایں قسم افعال او را ازاشد ضروریات ست کہ مقلدان باعمال او اقتدا خواہند کرد و دربلا خواہند افتاد۔
(دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۲۹ صفحہ ۷۷)

ترجمہ: اس فقیر کو بھی دہلی میں ایک دفعہ ایسی ہی آزمائش پیش آئی تھی۔ بعض دوستوں نے فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پینے پر اصرار کیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ اگر ایسا کریں گے تو باعث ضرر ہوگا۔ بہتیرا منع کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار فقہا کی کتب کی طرف رجوع کیا تو نجات کا راستہ ملا۔ کہ تین دفعہ غسل کے بعد ثواب و عبادت کی نیت نہ کریں تو چوتھی دفعہ پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ یہ حیلہ تجویز کر کے ثواب کی نیت کے بغیر چوتھے غسل کا پانی پینے کو دیا۔ نیز بعض معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ یہ شرک ہے، انھیں تاکید کر دیں کہ اس قسم کے افعال سے بچنا ہر آدمی کے لیے ضروری ہے۔ خاص کر اس شخص کے لیے جو خلق کا مقتدا اور پیشوا بنا ہوا ہو۔ کیونکہ اس کے پیرو اور مقتدی ایسے افعال کی اقتداء کریں گے تو بلاد مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔

حقیقت محمدی اور شان لولاک

(۴)

حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ حقیقۃ الحقائق ست

آنچه در آخر کار بعد از طے مراتب ظلال برین فقیر منکشف گشتہ است تعین وظہور حُبّی ست کہ مبدا ظہورات ومنشاء خلق مخلوقات ست در حدیث قدسی کہ مشہور است آمدہ است کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ اول چیزیکہ ازاں گنجینہ مخفی برمنصہ ظہور آمد حُب بودہ است کہ سبب خلق خلائق گشت اگر ایں حب نمی بود در ایجاد نمی کشود و عالم در عدم راسخ و مستقر مے بود سر حدیث قدسی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ راکہ در شانِ خاتم الرسل واقع ست عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اینجا باید جست وحقیقت لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ را دریں مقام باید طلبید۔ (دفتر سوم حصہ نہم صفحہ ۲۸ مکتوب نمبر ۱۲۲)

ترجمہ : حقیقت محمدی جو حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے محبت کا تعین اور ظہور ہے جو تمام مظاہر کی مبدا اور مخلوقات کی پیدائش کا منشاء ہے۔ جیسے حدیث قدسی میں ہے کہ : کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا) اوّل اوّل جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتے۔ حدیث قدسی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ جو حضرت خاتم المرسل کی شان میں آئی ہے کا بھید بھی اسی میں ڈھونڈنا چاہیے۔ اور لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ کی حقیقت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے۔

حقیقتِ محمّدی کا صحیح تصوّر

(۵)

حقیقتِ محمّدی عَلَیْہِ مِنَ الصَّلَوٰاتِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا کہ ظہورِ اوّل ست وحقیقت الحقائق ست باں معنی کہ حقائقِ دیگر چہ حقائقِ انبیاءِ کرام وچہ حقائقِ ملائکہ عظام عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ. کالظلال اند مراورا واو اصلِ حقائق ست قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ پس ناچار آں حقیقت واسطہ بود درمیان سائرِ حقائق و درمیانِ حق جَلَّ وَعَلَا و وصول بمطلوب احدے را بے توسطِ او عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام محال باشد فَھُوَ نَبِیُّ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاِرْسَالُہٗ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ ازینجاست کہ انبیاءِ اولو العزم باوجودِ اصالت بتعیتِ او میخواہند دبار زوند داخلِ اُمّتاں او میگردند۔ کَمَا وَرَدَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ۔

(دفتر سوم۔ حصّہ نہم صفحہ ۱۲۷۔ مکتوب نمبر ۱۲۲)

ترجمہ: حقیقتِ محمّدی جو ظہورِ اوّل میں سب سے بڑی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام حقائق کیا انبیاء کرام علیہم السّلام اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق کا اصل ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (سب سے اوّل خدا تعالےٰ نے میرے نُور کو پیدا کیا) اور فرمایا ہے: خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ (میں

اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے (پس یہی حقیقت باقی تمام حقائق اور حق تعالٰے کے درمیان واسطہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ فَهُوَ نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاِرْسَالُهٗ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَعَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ (آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے بھی نبی ہیں اور آپ کا تشریف لانا جہان کے لیے رحمت ہے) یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت کے آپ کی اتباع طلب کرتے رہے اور آپ کی اُمت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے جیساکہ حدیث میں درج ہے۔

حضور اللہ کے نور سے پیدا ہوئے

٦

بایدو انست کہ خلقِ محمدی در رنگ خلقِ سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ اُو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود نشأ عنصری از نورِ حق جَلَّ وَعَلَا مخلوق گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ و دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است۔

(دفتر سوم حصہ نہم صفحہ ۵ مکتوب نمبر ۱۰۰)

ترجمہ: جاننا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دیگر افراد کی طرح نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالٰے کے نور سے پیدا ہوئے، جیسے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ (میری خلقت اللہ کے نور سے ہوئی) کسی دوسرے شخص کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔)

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نور ہیں

(۷)

چنانچہ گزشت وشہود می گردد کہ علم جُملی کہ از صفاتِ اضافیہ گشتہ است۔ نوریست کہ درلنشار عنصری بعداز انصباب از اصلاب بارحام متنکثرہ بمقتضائے حکم ومصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ است ومسمّی بہ محمد واحمد شدہ۔

(دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ حصّہ نہم صفحہ ۷۵)

ترجمہ: جیسے کہ گزر چکا اور مشہود ہوتا ہے کہ علم جملی جو صفاتِ اضافیہ میں سے ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک نُور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے ہوتے ہوئے حکمتوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے۔ دنیا میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور محمّد واحمد کے مبارک نام سے موسوم ہوئے ہیں۔

شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمال پر

(۸)

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔ ازیں حدیث مفہوم مے شود کہ وقت دائمی نمی باشد جواب گویم کہ برتقدیر صحتِ ایں حدیث بعضے از مشائخ ازیں وقت وقتِ مستمرّ خواستہ اند۔

(دفتر اوّل حصّہ پنجم مکتوب نمبر ۲۸۵ صفحہ نمبر ۴)

ترجمہ: لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت مخصوص ہے جس میں ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کو کوئی دخل نہیں۔ لیکن اس حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقت دائمی نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں میرا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لینے سے بعض مشائخ نے اس وقت سے وقت مستمرہ مراد لیا ہے۔

معراج النبیؐ کے مشاہدات

(۹)

زیراکہ آں سرورِ علیہ الصّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ درآں شب چوں از دائرہ مکان و زمان بیروں جست و از تنگی مکان برآمد ازل و ابد را آں واحد یافت بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید اہل بہشت راکہ بعد از چندیں ہزار سال بہ بہشت خواہند رفت در بہشت دید۔ (دفتر اوّل حصّہ پنجم صفحہ ۳۸ مکتوب نمبر ۲۸۳)

ترجمہ: حضور سرورِ کائنات شبِ معراج میں چونکہ حدود زمان و مکان سے بھی آگے تشریف لے گئے تھے اس لیے آپ نہ صرف حکمت ازل اور حقیقت ابد سے آنِ واحد میں بہرہ یاب ہوئے بلکہ بدایت و نہایت کو بھی ایک ہی نقطۂ متحدہ میں ملاحظہ فرمالیا۔ نیز ان اہلِ بہشت کو بھی جو قرن ہا قرن کے بعد جنّت میں داخل ہوں گے۔

آپ معراج بدنی سے مشرّف ہوئے

(۱۰)

وحضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام بعد از طلب رویۃ زخم

لن ترانی خورد و بیہوش افتاد و از اں طلب تائب گشت و محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کہ محبوب ربُّ العالمین است بہترین موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراجِ بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگذشت و از مکان و زمان بالا رفت۔ (دفتر اول حصہ پنجم صفحہ نمبر ۱۴ مکتوب نمبر ۲۷۲)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام طلب رویت کے بعد لن ترانی کا زخم کھاکر (جواب پاکر) بے ہوش ہو گئے اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام موجودات اولین و آخرین میں بہترین ہیں باوجود اس کے کہ جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے بلکہ عرش و کرسی سے گزر کر حدود زمان و مکان سے بھی آگے تشریف لے گئے۔

وجہِ تخلیقِ کائنات

(۱۱)

لَولَاہُ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْخَلْقَ وَلَمَا اَظْهَرَ الرُّبُوْبِیَّۃَ وَکَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ کَانَ ھُوَ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ اَلَّذِیْ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ۔

(دفتر دوم مکتوب نمبر ۱ حصہ ششم صفحہ نمبر ۲)

ترجمہ: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی نہ فرماتا۔ اور آپ نبی تھے۔ درآں حالیکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کی حالت میں تھے۔ قیامت کے دن وہ تمام نبیوں

کے امام اور خطیب اور ان کے شفاعت کرنے والے ہوں گے یا انہوں نے اپنے حق میں یوں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی پیچھے چلنے والے ہیں اور ہم ہی آگے جانے والے ہیں۔

حضور کی شان

(۱۲)

خاتم الرسل را عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیمَاتُ گر ازاں مقام خبر داده که فرموده علیہ وَعَلٰی آلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ و در حدیث قدسی مگر بایں خصوصیت اشارتست که وارد شده یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ را صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ امروز چه دریابند عظمت و بزرگی ایشاں را دریں نشاء چه شناسند که محق با مبطل دریں دار ابتلا ممتزج ست و حق با باطل مخلوط در روز قیامت بزرگی ایشاں معلوم خواہد گشت که امام پیغمبران باشند و صاحب شفاعت ایشاں واٰدم وَمَنْ دُوْنَہٗ همه تحت لِوَاءِ ایشاں بوند عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیمَاتِ اَکْمَلُھَا جائز است که دوراں موطن خاص که فوق مقام رضا است خادمے را از خادمان اولش خوان ایشاں بوراثت و تبعیت جا دہند و بطفیل محرم آں بارگاه سازند له

از کریماں کارہا دشوار نیست (دفتر دوم حصه ششم صفحه ۲۵ مکتوب نمبر ۷)

ترجمہ: مقامِ تسلیم و رضا سے پرے حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لِي مَعَ اللهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں) تو اسی مقام کی خبر دی ہے اور اس حدیث میں وارد ہے کہ يَا مُحَمَّدُ أَنَا وَأَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِأَجْلِكَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ وَمَا أَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِأَجْلِكَ (اے محمد! میرے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب تیرے لیے پیدا کیا ہے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا اللہ تو ہے اور میں نہیں۔ میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لیے ترک کر دیا) شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس اور ان کی عظمت و بزرگی جہاں رنگ و بو میں کون پہچان سکے کیونکہ حق و باطل یکجا ہو کر رہ گئے ہیں۔ البتہ میدانِ حشر میں آپ کی بزرگی اور عظمت معلوم ہوگی جبکہ آپ پیغمبروں کے بھی امام ہوں گے۔ اور ان کی شفاعت کریں گے۔ نیز حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس موطنِ خاص میں جو تسلیم و رضا کے آگے ہے۔ اگر آپ کے پس خوردہ خادموں میں سے کسی کو وراثت و اتباع کے طور پر یہ مقام حاصل ہو جائے اور آپ کے طفیل اس بارگاہِ اقدس کا محرم بنا دیا جائے تو کوئی بڑی بات نہیں۔

شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳)

منم محمد پسر عبد المطلب بدرستیکہ خدائے تعالیٰ پیدا کرد خلق را پس گردانید

مرا در بہترین ایشاں پستر گردانید ایشاں را دو گروہ پس گردانید مرا در فرقۂ کہ بہترین ایشانست پستر گردانید ایشاں را قبیلہ قبیلہ پس گردانید مرا در بہترین قبائل پستر گردانید ایشاں را خانہ خانہ پس گردانید مرا در بہترین خانہائے ایشاں پس منم بہترین ایشاں از روئے ذات و بہترین ایشاں از روئے خانہ ومنم بخشیں مردم از روئے بیروں آمدن وقتیکہ برانگیختہ شوند ومنم کشندۂ مردم وقتیکہ بیایند بدرگاہِ خدائے تعالیٰ ومنم خطبہ خوانندۂ ایشاں وقتیکہ خاموش شوند ومنم کہ طلب کردہ شود. ازمن شفاعت وقتیکہ حبس کردہ شوند ومنم بشارت دہندہ ایشاں را وقتیکہ نومید شوند بزرگی وادن و کلیدہا آں روز بدست من ست و رایت ثناء حق تعالیٰ دراں روز بدست من ست ومنم گرامی ترین فرزندانِ آدم نزد پروردگار خود گرد من گردند ہزار خدمتگار گویا آناں بیضہائے مکنون اند وچوں باشد روز قیامت باشم امام پیغمبراں وخطیب ایشاں و خداوند شفاعت میاں ایشاں بغیر فخر. اگر نہ بودے آں سرور بدرستی نیافریدے خدائے پاک خلق را و ہر آئینہ ظاہر نساختے ربوبیت خود را بودے علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغامبر درحالیکہ آدم میانِ آب و گل بود۔

ع نماند عصیاں کسے در گرو — کہ دارد چنیں سید پیش رو

پس ناچار مصدقاں ایں چنیں پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الامم باشند کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ نقد وقت ایشاں ست ومکذباں او علیہ الصلوٰۃ والسلام بدترین بنی آدم اَلْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا نشان حال ایشاں ست تاکرام صاحبِ دولت را باتباع سنت سنیہ او بنوازند و بمتابعت شریعت رضیہ او سرفراز سازند امروز عمل قلیل را کہ مقرون بتصدیق حقیقت دین او ست علیہ الصلوٰۃ والسلام بعمل کثیر برمیدارند اصحاب کہف ایں ہمہ درجات کہ یافتند بواسطہ یک حسنہ است وآں ہجرت بود از دشمناں حق سبحانہ وتعالیٰ بنور یقین ایمانی در وقت استیلاء معانداں مثلاً سپاہیاں در وقت غلبہ دشمناں و استیلاء مخالفاں اگر اندک تردد می کنند آں قدر نمایاں می شود و اعتباری گیرد کہ

در وقت امن اضعاف آں در حیز اعتبار نمی آید والیضاً چوں آں سرور محبوب رب العالمین ست متابعان او بواسطۂ متابعت بمرتبہ محبوبیت می رسند چہ محب در ہر کہ از شمائل و اخلاق محبوب خود می بیند آں کس را محبوب خود می دارد مخالفاں را از ینجا قیاس باید کرد۔ ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(دفتر اوّل حصّہ دوم مکتوب نمبر ۴۴ صفحہ نمبر ۱۱، ۱۲)

ترجمہ: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو اُن میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا۔ پھر ان کو دو گروہ بنایا اور مجھے اُن میں سے اچھے گروہ میں کیا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے اُن میں سے بہتر قبیلے میں بنایا پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہتر گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور گھر کے اُن سب سے بہتر ہوں اور میں سب لوگوں سے اوّل نکلوں گا جب وُہ قبروں سے نکالے جائیں گے اور میں اُن کا راہنما ہوں جبکہ وہ گروہ گروہ بنائیں جائیں گے اور میں اُن کا خطیب ہوں۔ جب وُہ خاموش کرائے جائیں گے اور میں اُن کا شفیع ہوں۔ جب وُہ روکے جائیں گے اور میں اُن کو خوشخبری دینے والا ہوں، جب وُہ نااُمید ہو جائیں گے اور کرامت اور جنّت کی کنجیاں اور لواٴحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے بزرگ ہوں، ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے جو خوشنما آبدار موتیوں کی طرح ہوں گے اور جب قیامت کا دن ہو گا۔ میں نبیوں کا امام اور اُن کا خطیب اور اُن کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذات پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور آپ نبی تھے جبکہ آدم علیہ السّلام پانی اور کیچڑ میں تھے۔ جس شخص کا رہنما پیشوا ایسا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو وُہ گناہوں کے عوض نہیں پکڑا جائے گا۔ پس ناچار ایسے پیغمبر سیدالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تصدیق کرنے والے تمام اُمتوں سے بہتر

ہیں۔ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ ان کے حال کے مصداق ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے سب بنی آدم سے بدتر ہیں۔ اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا ان کے احوال کا نشان ہے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو حضور کی سنت سنیہ کی تابعداری سے نوازش کرتے ہیں اور حضور کی پسندیدہ شریعت کی مطابعت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ کے دین کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی بجالانا عمل کثیر کے برابر ہے۔ اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث حاصل کیا اور وہ نورِ ایمانی کے ساتھ دشمنوں کے غلبہ کے وقت خدا تعالےٰ کے دشمنوں سے ہجرت کر جانا تھا۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو اس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اس کا اعتبار ہوتا ہے کہ امن کی حالت میں اس سے کئی گنا اعتبار میں نہیں آسکتا اور نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے تعالیٰ کے محبوب ہیں تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محب اور عاشق اس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے اپنا محبوب ہی جانتا ہے اور مخالفوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

؎ محمد عربی کابروئے ہر دو سراست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در پر

حضور کا سایہ نہ تھا

(۱۴)

ممکن چہ بود کہ ظلِ واجب باشد۔ تعالیٰ واجب را تعالیٰ چرا ظلِ بود کہ ظلِ موہم تولید

بمثل ست و مبنیٔ از شائبہ عدم کمالِ لطافت اصل است، ہر گاہ محمد رسول اللہ را ز لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد موجود در خارج بالذات و بالاستقلال حضرت ذاتست تعالیٰ و صفات ثمانیہ حقیقیہ او تعالیٰ وَ تَقَدَّسَ وَ مَاسولئے آں ہر چہ باشد بایجاد او تعالیٰ موجود گشتہ است و ممکن و مخلوق و حادث ست د ہیچ مخلوقے ظلِ خالقِ خود نیست و غیر از مخلوقیت ہیچ انتسابے بخالق تعالیٰ ماورائے آں نسبت کہ شرعِ بآں وارد است ندارد۔ (دفتر سوم حصہ نہم صفحہ ۱۳۴ مکتوب نمبر ۱۲۲)

ترجمہ: ظل واجب ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ظل کیوں ہو، کیونکہ ظل سے مثل کے پیدا ہونے کا گمان گزرتا ہے اور راصل میں کمال لطافت کے نہ ہونے کا شک پیدا ہوتا ہے جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ مبارک کا کمال لطافت کے باعث سایہ نہیں تھا تو خدائے محمد کا سایہ وظل کس طرح ہوتا خارج میں بالذات وبالاستقلال حضرت ذات تعالیٰ اور اس کی صفات ثمانیہ حقیقیہ ہی موجود ہیں، باقی سب کچھ حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہُوا ہے اور ممکن ومخلوق وحادث ہے۔ کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں اور اس نسبت کے سوا کہ جس کی نسبت شرح میں وارد ہے یعنی مخلوقیت کے سوا اور کوئی نسبت خالق تعالیٰ کے ساتھ نہیں رکھتا۔

رسالتماب کا سایہ نہ ہونے کی وجہ

(۱۵)

چوں وجود آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوقِ ایں عالم باشد ناچار اورا سایہ نبود۔ و نیز در عالم شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف تر ست و چوں لطیف تر از وے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد

علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات بشنو بشنو صفتِ علم از صفتِ حقیقتہ است وداخل دائرہ موجود خارجی ست۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

(دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ نمبر ۷۵)

ترجمہ: چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند وارفع امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس بنا پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا اور نیز اس عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے۔

اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں، تو آپ کے جسم مبارک کے لیے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ واضح ہو کہ صفتِ علم صفاتِ حقیقیہ میں سے ہے اور موجود خارجی کے دائرہ میں داخل ہے۔

مُنکرینِ نبوّت

(۱۶)

منکرانِ نبوت اگرچہ خدا را سبحانہٗ واحد می گویند حال ایشاں از دو امر خالی نیست یا تقلید اہلِ اسلام می کنند یا در وجوب وجود واحد می دانند نہ در استحقاق عبادت و نزد اہلِ اسلام ہم در وجوب واحد است وہم در استحقاق عبادت مراد از کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ نفی عبادت آلہہ باطلہ است واثبات معبودیت حق سبحانہٗ دکلمہ دیگر کہ مخصوص بایں بزرگواراں ست آں ست کہ خود را بشر میدانند مثل سائر مردم والٰہ ومعبود حق رامی دانند سبحانہٗ ومردم را دعوت باو میکنند تعالیٰ واو را سبحانہٗ از حلول و اتحاد منزہ می گویند۔

(دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۱۶۳۔ صفحہ ۴۲)

ترجمہ: نبوت کے منکر اگرچہ خدا کو واحد جانتے ہیں لیکن اُن کا حال دو امور سے خالی نہیں ہے۔ یہ اہل اسلام کی تقلید کرتے ہیں اور وجود کے وجوب میں واحد جانتے ہیں۔ نہ کہ عبادت کے استحقاق میں۔

کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبود برحق کا ثابت کرنا ہے اور دوسرا کلمہ جو اُن بزرگوں سے مخصوص ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو دیگر لوگوں کی طرح بشر جانتے ہیں اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں نیز لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں اور حق تعالےٰ کو حلول اور اتحاد سے پاک بتاتے ہیں۔

بشر کہنے والے

مجددؒ کی نظر میں

(۱۷)

محجوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند و صاحب دولتاں کہ اورا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوان رسالت رحمت عالمیاں دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہل نجات آمدند۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۵۔ مکتوب نمبر ۶۴)

ترجمہ: جن محجوبوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا۔ بالآخر منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے اُن کو رسالت اور رحمتِ عالمیان کے طور پر دیکھا۔ دیگر تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہوئے۔

انبیاء کو محض بشر سمجھنے والے کمالاتِ نبوّت کے مُنکر ہو جاتے ہیں

(۱۸)

بسا است کہ جاہلان از کمال جہل نفسِ مطمئنہ را باماری گی تصور میکنند و احکام امّاری بر مطمئنہ اجرامی نمایند چنانکہ کفّار انبیاء علیہم الصَّلوٰات والتسلیمات را در رنگ سائر بشر دانستہ از کمالات نبوّت انکار نمودہ اند اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبحَانَہ عن انکار ھولاء الاکابر۔

(دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۰۱ حصّہ دوم صفحہ ۱۰۲)

ترجمہ: بسا اوقات جاہل لوگ کمال جہالت سے نفسِ مطمئنہ کو امّارہ تصور کرتے ہیں اور امّارہ کے احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں جس طرح کفّار نے انبیاء کرام علیہم الصّلوات والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالات نبوّت کے مُنکر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر بزرگانِ دین کے انکار سے محفوظ رکھے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت حق ہے

(۱۹)

وشفاعت انبیاء وصلحا علیہم الصّلوات والتسلیمات اوّلاً وثانیاً مرعصاۃ مومناں را باذن مالک یوم الدین جلّ سلطانہٗ ثابت است قَالَ عَلَیہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلوٰتُ وَالسَّلَامُ شَفَاعَتِیْ لِاَھلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (دفتر دوم حصّہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷ صفحہ ۴۵)

ترجمہ : انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وصالحین کی شفاعت حق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے پیغمبر گناہ گار مومنوں کی شفاعت کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا "میری شفاعت میری اُمّت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

حیاتِ انبیاء علیہم السّلام

(۲۰)

اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ شُنِیدہ باشند و حضرت پیغامبر ما عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شبِ معراج چوں بر قبر حضرت کلیم علٰی نبیّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ گزشتند دیدند کہ در قبر نماز می گذارد وہماں لحظ چوں با آسمان رسیدند حضرت کلیم را آنجا یافتند معاملہ ایں موطن عجائب وغرائب دارد و دریں ایام چوں بتقریب فرزندی اعظمی مرحومی نظر برآں موطن بسیار کردہ میشود اسرارِ غریبہ بظہور مے آید کہ اگر شمّہ ازاں در گفت آید باعثِ فتنہا گردد۔ ہر چند سقف جنّت عرشِ مجید است اما قبر نیز روضۃ الیست از ریاض جنّۃ ہر چند عقل کوتاہ اندیش در تصور آں عاجز باشد چشم دیگر است کہ تماشائے ایں اُعجوبہا می نماید۔ مجرّد ایمان اگرچہ لَعَدَّ الْمُتَیَّا وَالّتِیْ منجی است اما رفع کلمہ طیّبہ بعمل صالح است دگر یختن از موت و باگناہ کبیرہ است ورنگ فرار یوم زحف وکسیکہ درزمین وبا باصبر نماند وہم نمیرد از شُہدا است واز فتنہ قبر مامون است وآنکہ صبر نماید و نہ میرد از غازیان است۔

اِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مِتُّ سَمْعًا وَّطَاعَۃً
وَقُلْتُ لِدَاعِی الْمَوْتِ اَھْلًا وَّمَرْحَبًا

چند روز است کہ بلغم وسرفہ زبوں ساختہ است وضعفِ بدن بہم رسیدہ بضرورت

اِقتصار برآجر بہ نمودہ آمد والسّلام۔ (دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۱۶ صفحہ ۴۳)

ترجمہ: آپ نے سُنا ہوگا انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گذرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو وہاں پایا۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں۔ آج کل چونکہ فرزندِ اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کی طرف بہت نظر کی جاتی ہے اس لیے نہایت عجیب و غریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے تو بڑے بڑے فتنے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اگرچہ جنت کی چھت عرش مجید ہے لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ اور ہی آنکھ ہے جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے۔ مجرد ایمان اگرچہ چناں و چنیں سے نجات دینے والا ہے مگر کلمہ طیبہ کا بلند ہونا بھی عمل صالح پر موقوف ہے اور وبائی موت سے بھاگنا یوم زحف یعنی کفّار کے مقابلہ سے بھاگنے کی طرح گناہ کبیرہ ہے جو کوئی وباء والی زمین (علاقہ) میں صبر کے ساتھ قیام کرے اور پھر مرجائے شہداء میں سے ہے۔

ترجمہ: گر وہ کہے کہ مرجاؤں ہیں خوشی سے۔ پیک اجل کو کہدوں آجائیں تیرے صدقے

چند روز سے بلغم و کھانسی نے تنگ کیا ہوا ہے اور بدن کمزور ہو رہا ہے۔ اس لیے جواب مختصر طور پر دیئے گئے ہیں۔ والسّلام

انبیاؑ و اولیا کو اپنے جیسا سمجھنا نعمتِ خداوندی سے محرومی کا باعث ہے

(۲۱)

یکے از حکمتہائے اظہار ایں قسم اظہار آن ست کہ کوتہ نظری کاملے را با وجود ایں نوع

آرزوہائے بیرونی ناقص نہ انگارد واز برکات او محروم نماند ہسبب حرمانِ کفار از دولت تصدیق انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات وجود ایں قسم صفات بودہ است دریں بزرگواراں فَقَالُوْا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وآنچہ فرمودہ اند کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ عارف را بعد از زوالِ مرادات وبا یسنہا از وے صاحب ارادہ می سازد واختیار بدست وے میدہد تفصیل ایں معنی انشاء اللہ تعالیٰ در جائے دیگر بعنایت اللہ سبحانہٗ خواہد نمود کہ ایں وقت مساعدت آں نمیکرد۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۱۰۲ صفحہ ۷۰)

ترجمہ: کاملین وعارفین کے اسرار ومعارف اور کمالات وتصرفات کے اظہار میں من جملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ کم از کم لوگ اُن کی دنیوی اور ظاہری آرزوؤں اور ضرورتوں کو دیکھ کر ان کو ناقص نہ سمجھ لیں اور اس طرح اُن کی برکات سے محروم نہ رہ جائیں کفار جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات پر ایمان لانے کی دولت وسعادت سے محروم رہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کی نظر انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر پڑی تو کہہ اُٹھے کیا بشر ہمیں ہدایت دینے آئے ہیں۔ تو کافر ہو گئے اور یہ جو فرمایا ہے، کہ حق تعالیٰ عارف کو اس کی مُراد دل اور خواہشوں کے دُور ہو جانے کے بعد صاحب ارادہ بنا دیتے ہیں اور اُس کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں۔ اس مضمون کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کی جائے گی کیونکہ اب وقت یاوری نہیں کرتا۔

توقیرِ صحابہ کرام

(۲۲)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ
کفار مے گفتند کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) از وحی آنچہ موافق اوست اظہار میکند و آنچہ مخالف اوست اظہار نمیکند و مے پوشد و مقرر است کہ نبی را بہ خطا مقرر داشتن جائز نیست و اِلّا خللے در شریعت او پیدا می شود پس چوں خلافِ تعظیم و توقیر خلفاء ثلاثہ ازاں حضرت بظہور نیامد معلوم شد کہ تعظیم ایشاں از خطا مصون بود و از زوال محفوظ بر سر اصل سخن روبم و جواب اعتراض ایشاں منقح تر بگوئیم کہ متابعت جمیع اصحاب در اصول دین لازم است و ہرگز در اصول اختلافے ندارند اگر اختلاف ست در فروع ست و شخصے کہ طاعن بعض است از مطالعت جمیع محروم ست ہرچند کلمہ ایشاں متفق است امّا شومی انکار ایں اکابر دین در اختلاف می اندازد واز اتفاق می برآرد بلکہ انکار قائل بانکار مقول او میرساند و ایضاً مبلغان شریعت جمیع اصحاب اند کما مَرّ لِاَنَّ الصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ از ہر یکے چیزی از شریعت بما رسیدہ ست ۔ (دفتر اوّل حصّہ دوم مکتوب نمبر ۸۰ صفحہ ۷۳)

ترجمہ: اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: (اے میرے رسول جو کچھ تجھ پہ تیرے ربّ کی طرف سے نازل ہُوا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دے اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کے حق کو ادا نہ کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔)

کفّار کہا کرتے تھے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو جو آپ کے موافق ہوتی ہے ظاہر کر دیتے ہیں اور جو مخالف ہوتی ہے۔ اُسے ظاہر نہیں کرتے لیکن یہ بات اس امر کی متقاضی ہے کہ نبی ہر حال میں حق کا اظہار کرے ۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلٰثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر نہ ہُوا تو معلوم ہُوا کہ اُن کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا

جواب صاف طور پر دیتے ہیں کہ تمام اصحاب کی مطابعت دین کے اصول میں لازم ہے کہ وہ اصول میں ہرگز اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر کچھ اختلاف ہے تو فروع میں ہے...... اب جو کوئی بعض پر طعنہ زنی کرے وہ دیگر صحابہ کی مطابعت سے بھی محروم رہے گا۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگوں کے انکار پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بدبختی اتفاق اور اتحاد کو ختم کر دیتی ہے۔ کیونکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے نیز شریعت کو اُمّت تک پہنچانے والے صحابہ ہی ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کیونکہ سب سے پہلے صحابہ عادل تھے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔

اُمّتِ محمّدیہ میں ابوبکر صدیقؓ افضل ترین ہیں

(۲۳)

داجماع آوردند صحابہ بر آں کہ بزرگ ترین ایشاں ابوبکر صدیقؓ ست شافعی کہ داناترین مردم ست باحوال اصحاب گفتہ بیچارہ شدند مردم بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پس نیافتند زیر سقفِ آسمان۔ شخصے را بہتر و مہتر از ابوبکر لاجرم والی گردانیدند اورا بر گردنہائے خویش و ایں قول نص ست از شافعی بر انیکہ صحابہ متفق اند بر افضلیت صدیقؓ پس اجماع متحقق شد در قرنِ اوّل افضلیت او پس قطعی خواہد بود کہ انکار آں روا نبود و اہل بیت پیغمبر حال شان در رنگ حال کشتی نوح ست کسیکہ سوار شد بر آں مخلصی یافت و کسیکہ دا ماند از اں بہلاکت رسید۔ بعضے از اکابر فرمودہ اند بدرستیکہ گردانید رسولِ خدا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم اصحاب خود را بمشابۂ ستارہا و ستارہا مردم راہ می یابند تشبیہ داد اہل بیت خود را بہ کشتی نوح علیہ الصلوٰۃ

والسلام از جہت اشارت بدین کہ سوار کشتی را چارہ نیست از رعایت ستارہا تا از بیم ہلاک مامون بود و مصون و بدون رعایت ستارہا مخلصی از ہلاک بوجہے متصور نیست وہی باید دانست کہ بدرستی انکار از بعض صحابہ انکار ست از ہمگناں زیرا کہ ہمہ شان در فضیلت صحبت خیر البشر مشترک اند و فضیلت صحبت بالاتر ست از جمیع فضائل و کمالات و ازینجاست کہ اویس قرنی کہ برگزیدہ تابعین ست بمرتبہ ادنائے صحابی آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نرسیدہ پس بہ فضیلت صحبت چیزے را برابر نباید ساخت ہر چہ باشد زیرا کہ ایمان ایشاں بہ برکت صحبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بمشاہدہ نزول وحی شہودی شدہ بود و بایں چنیں مرتبہ ایماں بعد اصحاب کرام ہیچ کس مشرف نگشتہ و اماں اعمال پس متفرع اند بر ایمان کمال ایں ہا باندازۂ کمال ایمان ست و آنچہ از منازعات و محاربات میاں ایشاں بوقوع در آمدہ محلول ست بر معانی صحیحہ و حکم بلیغہ از ہوائے نفسانی و جہالت و نادانی صادر نبودہ اند بلکہ از اجتہاد و علم واگر بعضے شاں در اجتہاد براہ خطا رفتہ پس مخطی را نیز یک درجۂ ثواب ثابت ست نزد حق سبحانہٗ و تعالیٰ این است راہ راست میان افراط و تفریط کہ اختیار نمودہ اند و بر اہل سنت و ہمیں ست طریق اسلم و سبیل احکم۔ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۵۹ صفحہ نمبر ۳۲-۳۳)

ترجمہ: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ امام شافعی جو اصحاب کے حالات سے بخوبی واقف ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ بہت بیقرار ہو گئے۔ پس ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ سے بہتر کوئی شخص آسمان کے سایہ تلے نہ ملا پس انھوں نے اُن کو اپنا والی بنا لیا۔ یہ صریح دلالت ہے اس بات پر کہ تمام صحابہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں متفق ہیں اور ان کے افضل ہونے میں یہ اجماع صدر اول میں ہوا اور یہ اجماع قطعی ہے اور اس میں انکار کو دخل نہیں ہے۔

اور اہلِ بیت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مثال کشتیٔ نوح علیہ السلام کی طرح ہے، جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔ بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ رسُول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحاب کو ستاروں کی مانند فرمایا اور اہلِ بیت کو کشتیٔ نوح کی طرح اس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کے لیے ستاروں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ وُہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے۔ اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار کرنا سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صحبت کی فضیلت میں سب صحابہ مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنی جو تمام تابعین میں سے اچھا ہے۔ ایک ادنیٰ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچا ہے پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں اور نہ ہو گی کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزولِ وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا اور اعمال ایمان پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کا کمال ایمان کے کمال کے موافق حاصل ہوتا ہے اور جو اُن کے درمیان جھگڑے واقع ہوئے ہیں سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرص و ہوا اور جہالت سے نہ تھے بلکہ وہ اجتہاد اور علم کی رُو سے ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک خطا کار کے لیے بھی ایک درجہ ہے اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے جس کو اہلِ سنت نے اختیار کیا اور یہی بچاؤ والا اور مضبوط راستہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان

(۲۴)

ازیں تحقیق کہ ایں فقیر باظہار آں موفق شدہ است اعتراضات مخالفاں کہ بر عدم زیادتی و نقصان ایمان نمودہ اند زائل گشت و ایمان عامہ مومناں در جمیع وجوہ مثل ایمانِ انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات نشد زیرا کہ ایمان انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات کہ تمام منجلی و نورانی است ثمرات و نتائج باضعاف زیادہ دارد از ایمان عامہ مومناں کہ ظلمات و کدورات دارد علی تفاوت درجاتہم و ہمچنیں ایمانِ ابی بکر در وزن زیادہ از ایمان ایں اُمت است باعتبار انجلاء نورانیت باید داشت و زیادتی را راجع بصفاتِ کاملہ باید ساخت نمے بینی کہ ابنیاء علیہم الصلوات والتسلیمات با عامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت و ذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است و آنکہ صفات کاملہ ندارد گو تیا از اں نوع خارج است واز خواص و فضائل آں نوع محروم باوجود ایں تفاوت در نفس انسانیت و نقصان راہ نمی یابد و نمیتوان گفت کہ انسانیت قابل زیادتی و نقصان است واللّٰہ سبحانہ الملہم للصواب۔ (دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۶ صفحہ نمبر ۱۳۸)

ترجمہ: اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی۔ مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انھوں نے ایمان کے کم و بیش نہ ہونے پر کئے ہیں زائل ہو گئے اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیائے علیہم الصلوات والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا، کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو

جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے موجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے کئی گنا زیادہ ثمرات و نتائج رکھتا ہے اور اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس اُمت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلا اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہیئے اور زیادتی کو صفاتِ کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہیئے کیا نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت اور ذات میں سب باہم متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفاتِ کاملہ کے اعتبار سے ہے، اور جس میں یہ صفات کاملہ نہیں ہیں گویا وہ اس نوع سے خارج ہے، اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے۔ لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادتی اور نقصان کا کوئی دخل نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانیت زیادتی و نقصان کے قابل ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ۔

فضیلتِ شیخین رضی اللہ عنہما

(۲۵)

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است کہ ابوبکر و عمر ہر دو افضل ایں امت اند کسیکہ مرا بر ایشاں فضل دہد مفتری است و اورا تازیانہ زنم چنانچہ مفتری را زنند۔ و منازعات و محاربات کہ درمیان اصحاب خیر البشر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات واقع شدہ است بر محامل نیک محمول باید داشت۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۱۷، صفحہ نمبر ۳۸)

ترجمہ : حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس اُمّت میں سب سے افضل ہیں جو کوئی مجھے اُن پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا۔ جتنے مفتری کو لگاتے ہیں .... حضرت خیرالبشر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اصحاب کے درمیان لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیئے۔

خُلفائے اربعہ کی فضیلت

اُن کی خلافت کی ترتیب کے مُطابق ہے

(۲۶)

افضلیت حضراتِ خلفائے اربعہ بترتیب خلافت الشان ست چہ اجماع اہل حق ست کہ افضل بشر بعد پیغامبراں صلوات اللہ تعالیٰ سُبحانہٗ وتسلیماتہٗ علیہم اجمعین حضرت صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، بعد ازاں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔ (دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب نمبر ۱۷، صفحہ ۳۸)

ترجمہ : حضرت خلفائے اربعہ کی افضلیت اُن کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیونکہ تمام اہلِ حق کا اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں اور اُن کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہٗ۔

افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما پر تفصیلی تبصرہ

(۲۷)

امام برحق و خلیفہ مطلق بعد حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عثمان ذوالنورین ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و افضلیت ایشاں بترتیب خلافت ست افضلیت حضرت شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است چنانچہ نقل کردہ اند آنرا اکابر آئمہ کہ یکے از ایشاں امام شافعی ست شیخ ابوالحسن اشعری کہ رئیس اہل سنت ست فرماید کہ افضلیت شیخین بر باقی امت قطعی ست انکار نکند افضلیت شیخین را بر باقی صحابہ مگر جاہل و متعصب حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، می فرماید کہ کسیکہ مرا بر ابی بکر و عمر فضل بدہد مفتری ست اورا تازیانہ زنم چنانکہ مفتری را زنند۔ (دفتر اوّل حصہ ہفتم مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۴۷)

ترجمہ: حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اُن کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے چنانچہ اس کو آئمہ بزرگواران کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ جن میں سے ایک امام شافعی

علیہ الرحمۃ ہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعری جو اہل سنت کے رئیس ہیں، فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت باقی اُمت پر قطعی ہے سوائے جاہل یا متعصب کے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اس کو اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگاتے ہیں۔

صحابی کا مرتبہ ـــ نگاہِ مجدّدِ میں

(۲۸)

اویس قرنی باآں رفعت شاں کہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ ادنیٰ صحابی نرسد شخصے از عبداللہ بن المبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرسید اَیُّهُمَا اَفْضَلُ مُعَاوِيَةُ اَمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ در جواب فرمود الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول اللّٰہِ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم خیرٌ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَذَا مَرَّةً۔ (دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب ۲۰۷، صفحہ ۹۹)

ترجمہ: خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے ادنیٰ اصحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز تو جواب فرمایا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا عمر بن

عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کئی درجہ بہتر ہے۔

صحابۂ کرام کا کامل احترام

(۲۹)

کہ باثبات واسطہ میانِ ایمان و کفر از امام جُدا شدہ و امام در شانِ او فرمودہ اِعْتَزَلَ عَنَّا علیٰ ھٰذَا القیاس سائرِ الفِرَقِ البَاقِیَۃ وطعن کردن در اصحاب فی الحقیقت طعن کردن ست بہ پیغمبر خدا جَلَّ شَانُہٗ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَہٗ چہ خبثِ ایں ہا منجر بہ خبث صاحب ایشاں میشود نَعُوْذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ ھٰذَا الْاِعْتِقَادِ السُّوْءِ و ایضاً شرائع کہ از راہ قرآن و احادیث بمارسیدہ است بتوسط نقلِ ایشاں ست ہرگاہ ایشاں مطعون باشند نقل ایشاں نیز مطعون خواہد بود و ایں نقلِ مخصوص بِبَعْضٍ دُوْنَ بَعْضٍ نیست بَلْ کُلُّھُمْ فِی الْعَدَالَۃِ وَالصِّدْقِ وَالتَّبْلِیْغِ سَوَآءٌ پس طعن ایشاں اَیِّ وَاحِدٍ کَانَ مِنْھُمْ مُسْتَلْزِمْ طعن در دین ست وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْہُ و اگر طاعناں گویند کہ ما ہم مطابعت اصحاب میکنیم لازم نیست کہ جمیع اصحاب را متابع باشیم بلکہ ممکن نیست بمتابعت جمیع لِتَنَاقُضِ اٰدَامِھِمْ وَاخْتِلَافِ مَذَاھِبِھِمْ۔ (دفتر اوّل حصہ دوم صفحہ ۲، مکتوب نمبر ۸۰)

ترجمہ : ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام سے جُدا ہو گیا اور امام نے اُس کے حق میں فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ہم سے جُدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی فرقوں کو قیاس کر لو اور صحابہ کے حق میں طعنہ زنی کرنا درحقیقت پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی پر نعوذ باللہ طعن کرنا ہے۔ یعنی جس نے

صحابہ کی عزت و تکریم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ کیونکہ اس کا حسد کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بد اعتقادی سے بچائے اور جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں وہ تمام صحابہ کی نقل اور وسیلہ سے پہنچے ہیں۔ جب صحابہ مطعون ہو گئے تو نقل بھی مطعون ہوں گی۔ کیونکہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا البعض سے مخصوص ہو بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں مساوی ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اگر طعن کرنے والے یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کی متابعت کرتے ہیں تو پھر یہ لازم نہیں کہ ہم صحابہ کے تابع ہوں بلکہ اُن کی آرا کے متضاد ہونے اور مذاہب کے اختلاف کے باعث سب کی فرمانبرداری ممکن نہیں۔

طریقت اور حقیقت کی بنیاد شریعت پر ہے

(۳۰)

مخدوما بعد از طی منازل سلوک و قطع مقامات جذبہ معلوم شد کہ مقصود ازیں سیر و سلوک بتحصیل مقام اخلاص ست کہ مربوط بفنائے الہٰہ آفاقی و انفسی ست و ایں اخلاص جز و لیست از اجزائے شریعت چہ شریعت را سہ جز و ست علم و عمل و اخلاص پس طریقت و حقیقت خادم شریعت اند در تکمیل جزء ثالث او کہ اخلاص ست۔ حقیقت کار ایں ست اما فہم ہر کس اینجا نرسد۔ اکثر عالم بخواب و خیال آرمیدہ اند بجوز و مویز اکتفا نمودہ اند از کمالات شریعت چہ دانند و حقیقت طریقت و حقیقت چہ دادند شریعت را پوست خیال میکنند و حقیقت را مغز می دانند۔ نمی دانند کہ حقیقت معاملہ چیست بہ ترہات

صوفیہ مغرور اند وبہ احوال و مقامات مفتون۔ ھَدَاھُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ سَوَآءَ الطَّرِیْقِ وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ط

(مکتوب نمبر ۸۴ حصہ اوّل صفحہ نمبر ۱۰۴)

ترجمہ : میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور جذب وضبط کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر وسلوک سے مقصود مقام اخلاص حاصل کرنا ہے جو آفاقی وانفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم وعمل و اخلاص۔

پس طریقت حقیقت دونوں کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کے لیے شریعت کے خادم ہیں۔ اصل مقصود یہی ہے۔ لیکن ہر شخص کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر عالم خواب وخیال میں آرام پسند ہیں۔ نیز نکمّی اور بیہودہ باتوں پر کفایت کرتے ہیں وہ شریعت کے کمالات کو ہی نہیں جان سکتے تو طریقت اور حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں، اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے' صوفیاء کی بعض بیہودہ باتوں پر مغرور اور احوال ومقامات پر فریفتہ ہیں۔

"اللہ تعالےٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔"

شریعت طریقت کا حسین امتزاج

(۳۱)

حدیث لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کہ ازاں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نقل کردہ اند وجمعی دیگر وقت نادر راجع باین بیان شد چہ نسبت بہ بعضی لطائف استمرار است ونسبت بہ بعضی دیگر ندرۃ فلاخلاف بالجملہ ظاہر را بشریعت غرّا متحلی داشتہ بتکرار سبق باطن مداومت نمایند ؎

اندریں بحر بے کرانہ چوغوک — دست وپائے بزن چہ دانی بوک

اخوی اعزی مولانا محمد صدیق در آگرہ اند ملاقات ایشاں غنیمت دانند۔

(حوالہ۔ دفتر اوّل حصہ سوم صفحہ ۶۳ مکتوب نمبر ۱۷۵)

ترجمہ: لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ: جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور بعض حضرات نے وقت سے وقت مستمر یعنے دائمی مراد لیا ہے اور بعض نے وقت نادر حقیقتاً اس کے معنی اسی بیان کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت بطریق ندرت پس کچھ بھی خلاف نہیں۔ یعنی اپنے ظاہر کو اتباع شریعت سے آراستہ کر کے باطنی سبق کے تکرار پر قائم ودائم رہیں۔

مثل مینڈک ہاتھ پاؤں اپنے مار — ہے بڑا یہ بحر ناپیدا کنار

عزیز محترم مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں اُن کی ملاقات کو غنیمت سمجھئے۔

دوامِ ذکر شریعت کی کامل پیروی سے حاصل ہوتا ہے

(۳۲)

اے فرزند فرصت غنیمت ست وصحت و فراغ مُغتنم ہموارہ اوقات را بذکر الٰہی جل شانہٗ مصروف باید ساخت ہر عملے کہ بر وفق شریعت غرّا کردہ آید داخل بذکر ست اگرچہ بیع و شریٰ بود پس در جمیع حرکات و سکنات مراعاتِ احکام شرعیہ باید نمود تا آنہا ہمہ ذکر گردد چہ ذکر عبادت از طرد غفلت است و چوں مراعات اوامر و نواہی در جمیع افعال نمودہ آید از غفلت آمر و نواہی آنہا نجات نے میسر شد و دوام ذکر او تعالیٰ حاصل گشت ۔ ایں دوام ذکر در امر یاد داشت حضرت خواجہاست قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَسْرَارَھُمْ کہ آں مقصور بر باطن ست و ایں در ظاہر نیز مُتمشّی ست اگرچہ مُتعسّر است وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ بِمُتَابَعَۃِ صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ ۔

(دفتر دوم حصّہ ششم صفحہ نمبر ۶۲ ۔ مکتوب نمبر ۲۵)

ترجمہ: پسرِ عزیز فرصت، صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور تمام اوقات ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیئے جو عمل شریعت حقّہ کے موافق کیا جائے ذکر ہی میں داخل ہے ۔ اگرچہ خرید و فروخت ہو ۔ پس تمام حرکات و سکنات میں احکام شرعیہ کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے تاکہ سب کچھ ذکر میں شمار ہو جائے ۔ ذکر سے مراد غفلت سے دُور رہو جانا ہے ۔ جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کو مدّنظر رکھا جائے ۔ تو اوامر و نواہی کی غفلت دُور ہو جاتی ہے اور دوام ذکر الٰہی حاصل ہو جاتا ہے کہ ذکر دوام حضرت خواجگان کی یادداشت

سے الگ ہے وہ یاد داشت صرف باطن تک ہی محدود ہے اور اس ذکر دوام کا اثر ظاہر میں بھی ہے۔ اگرچہ دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی توفیق دے۔

ریاضت و مجاہدہ کا شریعت کے مطابق ہونا لازم ہے

(۴۳)

ہر قدر کہ در شریعت راسخ تر باشد از ہواہائے نفس بعید تر بود پس ہیچ چیز بر نفس امارہ شاق تر از امتثال اوامر و نواہی شریعت نبود و خرابی او جز در تقلید صاحب شریعت متصور نباشد ریاضات و مجاہدات کہ ماورائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست کہ جوگیہ و براہمہ ہند و فلاسفۂ یونان دریں امر شرکت دارند و آں ریاضات در حق ایشاں جز ضلالت نمی افزاید و غیر خسارت راہ نے نماید۔

(دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۲۱ صفحہ ۲۹)

ترجمہ: سالک اتباع شریعت میں جس قدر راسخ اور ثابت قدم ہوگا اسی قدر ہوائے نفس سے زیادہ دور ہوگا پس نفس امارہ پر شریعت اور امر و نہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں کیونکہ جوگی اور برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں دیتیں اور سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریق

(۳۴)

درویشانے کہ قدم راسخ در شریعت دارند و از عالم حقیقت نیک شناسا اند از ایشاں ہمتے باید طلب نمود و مددے باید جست تا عنایت حق سبحانہٗ از دریچۂ ایشاں ظاہر شدہ تمام بجانب جناب قدس خود تعالیٰ جذب نماید و مخالفتِ را در وے گنجائش نماند تا سرے موئے راہ مخالفت شریعت کشادہ است محلِّ خطرست تمام سبلِ مخالفت را باید مسدود ساخت ؎

محال ست سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

صلوٰاتُ اللہِ وسلامُہٗ عَلَیہِ وَعلیٰ آلِہٖ (دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۸۰، صفحہ ۲۹)

ترجمہ: وہ درویش جو شریعت حقہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت سے بخوبی واقف ہیں ان سے اعانت طلب کرنی چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت اُن کے طفیل اپنی طرف کھینچ لے اور کسی مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اگر شریعت کی مخالفت کا راستہ بال برابر بھی کھلا رہے تو خطرہ کا مقام ہے مخالفت کے تمام رستوں کو بند کرنا چاہیئے۔

؎ نہ طاعت ہوگی جب تک مصطفےٰ کی   کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

فُقراء کون ہیں؟

(۳۵)

مکتوب مرغوب اخوی اعزی وصول یافت چوں مبنیِ ادمحبتِ فقراء والتجا بایں

طائفہ علیہ بود، موجب فرحت گشت اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ نقدِ وقت دانند اما بدانند کہ دیوانگاں این راہ باین معیت تسلی نمیگیرند و باین بُعدِ قرب نما تسکین نمیابند قربے می خواہند کہ بُعد نما باشد و وَصلے می جویند کہ ہجر آسا بود تسویف و تاخیر را تجویز نمینمایند تعطیل و تاجیل را مستحسن می انگارند نقدِ وقت را بمزخرفاتِ بیہودہ صرف نمیکنند و سرمایۂ عمر را بہ موہوماتِ لاطائل تلف نمی فرمایند از شریف بخسیس نمیگرایند و از مرضی بمغضوب التفات نمینمایند ملقمہائے چرب و شیریں خود را نمیفریبند و بلجامہائے رقیق و مرتیب حظ بندگی نمید ہند عار دارند از آنکہ تخت شاہی را بالقاذورات تعلقات ملوث دارند و ننگ دارند از آنکہ در ملک خداوندی جلّ سلطانہٗ لات و عزّیٰ را شرکت دہند ای برادر اینجا ہمہ دین خالص میطلبند اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ دَ غبارے از شرکت تجویز نہ فرمایند۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ سلعتے بحال خود در رود اگر دین خالص میسر شدہ است بُشْرٰی لَکُمْ وَالَّا عِلَاجِ واقعہ پیش از وقوع باید کرد واقعہ کہ نوشتہ بودند ظہور حق بود و تصرف باطل او این قسم ظہور و تصرف او بر طالبان بسیار واقع می شود غم نیست۔

(دفتر اوّل حصہ سوم صفحہ ۶۱، ۶۲، مکتوب ۱۷۴)

ترجمہ : برادر عزیز کا مکتوب پہنچا۔ چونکہ فقرا کی محبت اور اس طائفہ عالیہ کی طرف التجا کرنے کے حال سے بھرپور تھا اس لیے خوشی کا باعث ہوا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کو اپنا نقدِ وقت سمجھیں۔ لیکن جان لیں کہ اس راہ کے دیوانے اس طرح تسلی حاصل نہیں کر پاتے۔ نہ اس قرب نما بُعد سے تسکین پاتے ہیں۔ بلکہ ایسا قرب چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو۔ اور ایسا وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ تسویف و تاخیر کی تجویز نہیں کرتے۔ تعطیل و تاجیل کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ وقت بیہودہ زیب و زینت میں صرف نہیں کرتے اور عمر کے سرمایہ کو بے فائدہ طمع امور میں تلف نہیں کرتے۔ شریف

سے خسیس کی طرف میلان نہیں کرتے اور پسندیدہ کو چھوڑ کر مغضوب کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے آپ کو چرب اور شیریں لقموں کے بدلے نہیں بیچتے اور باریک و آراستہ لباس کے لیے غلامی اختیار نہیں کرتے۔ انھیں اس بات سے عار ہوتی ہے کہ شاہی تخت کے تعلقات سے آلودہ ہوں۔ وہ اس بات کو ننگ سمجھتے ہیں کہ ملک خداوندی میں لات و عزیٰ کو شریک بنائیں تو اے جان برادر وہ فقط دین خالص طلب کرتے ہیں۔ وہ شرک کا غبار پسند نہیں فرماتے۔ اگر تو نے شرک کیا تو تیرا تمام عمل اکارت گیا۔ گھڑی بھر کے لیے اپنے حال پر غور کر۔ اگر دین خالص ہے تو آپ کو بشارت اور مبارک ہو۔ اگر وہ نہیں تو وقوع سے پہلے واقع کا علاج کرنا چاہیئے۔ وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا اور اس قسم کا تصرف اور ظہور طالبانِ حق پرست پر ہوتا ہے۔ آپ کچھ غم نہ کریں۔

شیخ کامل کون ہے

(۳۶)

پیر آنست کہ مرید را بحق سبحانہٗ راہنمائی فرماید این معنی در تعلیم طریقت بیشتر ملحوظ است و واضح تر است پیر تعلیم ہم استاد شریعت است و ہم رہنمائی طریقت بخلاف پیر خرقہ پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر بجا باید آورد و باسم پیری او احق باشد و در این طریقت ریاضات و مجاہدات بالنفس امارہ باتیان احکام شرعیہ است۔

(دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۲۱ صفحہ ۸)

ترجمہ: شیخ کامل وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہٗ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیونکہ

پیرِ تعلیم شریعت کا اُستاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔ بخلاف پیرِ خرقہ کے۔ پس تعلیم کے آداب میں پیرِ کامل کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ شیخ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امّارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔

صُحبتِ فُقراء اِختیار کرنی چاہیئے

(۳۷)

اے برادر ظاہرا از صحبت فقراء دل تنگ گشتہ مجلسِ اغنیاء اختیار کردہ اید بسیار بدکردہ اید امروز اگرچشم شما پوشیدہ است فردا خواہند کشاد و غیر از ندامت فائدہ نخواہد کرد جبر شرط است اے بوالہوس امر تو از دو حال خالی نیست در مجلس اغنیاء جمعیت خواہند داد یا نہ اگر بدہند بدو اگر ندہند اگر بدہند استدراج است عِیَاذًا بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ و اگر نہ دہند خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ شان حال کتاسی فُقراء بہ از صدر نشینی اغنیا است امروز ایں سخن معقول شما شود یا نشود آخر معقول خواہد شد و فائدہ نخواہد داشت۔ آرزوئے طعام چرب و تمنائے لباس فاخر شما را دریں بلا انداخت ہنوز ہیچ رفتہ است فکر بر اصل بکنید و ہرچہ از حق سُبْحَانَہٗ و تَعَالٰی مانع آید آں را دشمن دانستہ از و فرار نمائید و حذر کنید اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ نص قاطع است حقوق صحبت بر آں داشت کہ یک مرتبہ بشما نصیحتے کردہ شود بعمل در آرید یا نہ۔

(دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۱۳۲ صفحہ ۱۱)

ترجمہ : برادرم! آپ نے فقراء کی صحبت سے تنگ آکر

دولتمندوں کی مجلس اختیار کی ہے۔ بہت بُرا کیا ہے۔ آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائے گی تو پھر ندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ اے ابوالہوس۔ تیرے لیے تیرا حال دو صورتوں سے خالی نہیں۔ دولت مندوں کی مجلس میں آپ کو جمعیت خاطر ملے گی یا نہ ملے گی۔ اگر ملے گی تو بدتر اور اگر مل جائے تو استدراج پر محمول ہو گی۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْہَا۔ اگر نہ دیں گے تو دُنیا و آخرت کا خسارہ شاملِ حال ہو گا۔ فقراء کی خاک رُوبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج یہ بات آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، آخر ایک دن سمجھ میں آ جائے گی۔ پھر کچھ فائدہ نہ دے گی۔ چرب کھانوں کی خواہش اور قیمتی لباس کی تمنا نے آپ کو اس بلا میں ڈال دیا۔ ابھی کچھ نہیں گیا۔ مقصد کا فکر کریں اور جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے مانع ہو۔ اس کو دشمن جان کر اُس سے بھاگیں اور اُس سے بچیں

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ

نَص قاطع ہے۔ صحبت کے حق نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ ایک مرتبہ آپ کو نصیحت کی جائے آپ عمل کریں یا نہ کریں۔

بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب

۳۸

چوں کسے پیش درویشاں برود باید کہ خود را خالی کردہ رود تا مملو باز گردد در بیان آنکہ اوّل تصحیح عقائد باید کرد۔ دو مرتبہ شمار قدم رنجہ نمودہ آمدہ اید و زود برخاستہ رفتید فرصت آں نشدہ کہ بعضی از حقوقِ صحبت ادا کردہ شود مقصود از ملاقات افادہ

است یا استفادہ وچوں مجلس ازیں ہر دو خالی باشد از اعتداد خارج است پیش از طائفہ خالی شدہ باید آید تا مملو باز گردد و اظہار افلاس خود باید نمود تا ایشاں را بروے شفقت آید و راہِ افاضہ بکشاید سیر آمدن و سیر رفتن مزہ ندارد امتلا را جز علّت بار نیست۔

(دفتر اوّل حصّہ سوم صفحہ ۳۲، مکتوب نمبر ۱۵۷)

ترجمہ: جب کوئی سائل کسی درویش کی خدمت میں جائے تو اُس کو چاہیئے کہ خالی ہو کر جائے تاکہ بھرا ہُوا واپس آئے۔ اِس کے لیے سب سے پہلے عقائد کی درستی ضروری ہے۔ چنانچہ (حکیم عبدالوہاب کو) لکھتے ہیں کہ دو دفعہ قدم رنجہ فرمایا۔ لیکن جلد ہی اُٹھ کر چلے گئے۔ اس قدر فرصت بھی نہ ملی کہ بعض حقوق مجلس ادا کئے جاتے۔ مُلاقات کا مقصود افادہ ہوتا ہے یا استفادہ۔ جب مجلس ان دونوں فوائد سے خالی ہو تو وُہ کسی گنتی میں نہیں۔ اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیئے تاکہ بھرے ہوتے واپس جائیں۔ اپنی مفلسی کا اظہار کرنا چاہیئے تاکہ اُن کو شفقت آئے اور استفادہ کا راستہ کُھل جائے۔ اس طرح سیر آنا اور سیر ہی چلا جانا کچھ مزا نہیں دیتا۔ امتلا یعنی پُر شکمی کا پھل سوائے بیماری کے اور کچھ نہیں۔

صُحبتِ فُقرائے کے فُیُوض و برکات

(۳۹)

خداوند تعالیٰ فرشتگان را فرماید شما را گواہ گرفتم ایشاں را ہمہ بیامرزیدم ملائکہ گویند یارب در آں مجلسِ ذاکران فلانِ از برائے ذکر نیامدہ بود حاجت دُنیاوی داشت برائے آں آمدہ بود حق سُبحانہٗ فرماید ایشاں جلیسانند یعنی جلیساں منند بحکم اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

ہمنشین ایشان بدبخت نباشد پس ازیں حدیث واز حدیثِ سابق کہ المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ لازم می آید کہ محبان ایں طائفہ بالیشانند وہر کہ بالیشاں است بدبخت نباشد صحبت ایں طائفہ از جملۂ ضروریات است حق سبحانہٗ وتعالیٰ در صحبتِ ایشاں اندازد ؎

گردِ مستان گرد مے کم رسد بُوئے رسد
گرچہ بُوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

(دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۲۰۳ صفحہ نمبر ۹۶)

ترجمہ: حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو۔ میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا الٰہی! اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لیے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لیے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اس کا ہمنشیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ہمنشیں ہیں اور ان کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا۔

اِس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محبّ اِن کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بدبخت نہیں ہوتا۔ اہل اللہ کی صحبت نہایت ضروری ہے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت نصیب فرمائے۔

پاس جا مستوں کے گر دینگے نہ مے تو بُو سہی
بُو اگر حاصل نہ ہو کافی ہے پھر دیدار ہی

فقراء کی صحبت میں بیٹھنے والا شقاوت سے محفوظ ہے

(۴۰)

(در محبّتِ ایں طائفہ علیّہ و در بیان آنکہ جلیسِ ایشاں از شقاوت محفوظ است

وَمَا یُنَاسِبُ ذٰلِکَ اَحْسَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْوَالَکُمْ وَاَصْلَحَ سُبْحَانَہٗ اَعْمَالَکُمْ وَاٰمَالَکُمْ مکتوب شریف چوں مبنی از محبتِ فقرا بود بر سیدنِ آں فرحتِ فراواں روئے داد حق سبحانہٗ تعالیٰ محبت ایں طائفہ علیہ را روز بروز زیادہ گرداند و نیاز مندے نسبت بالیشان سرمایۂ روزگار سازد بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ محبانِ ایشاں با ایشانند و ایشانند کہ جلیسِ ایشاں از شقاوت محفوظ است۔

(دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۰۳ صفحہ ۹۵)

ترجمہ: (اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہم نشین بدبختی سے محفوظ ہے۔ ان کے مناسب حال بیان میں ملا حسینی کی طرف لکھا ہے)

اَحْسَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْوَالَکُمْ وَاَصْلَحَ اَعْمَالَکُمْ وَ اٰمَالَکُمْ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال کو اچھا کرے اور آپ کے اعمال اور مقاصد کو نیک کرے۔

مکتوب شریف جو فقراء کی محبت پر مبنی تھا۔ پہنچا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے اور اُن کی نسبت نیاز مندی کو سرمایہ روزگار بنائے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب ان کا محبّ انہی کے ساتھ ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا۔

بزرگوں کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے

(۴۱)

صحیفہ شریفہ کہ از کمال محبت و اخلاص صدور یافتہ بود مع ہدایا رسید حضرت

حق سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالیٰ بر محبت ایں طائفہ استقامت کرامت فرماید بالیشان محشور دارد وَهُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقیٰ جَلِیْسُهُمْ وَلَا یُحْرَمُ اَنِیْسُهُمْ وَلَا یَخِیْبُ حَبِیْبُهُمْ وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰهُ وَهُمْ مَنْ عَرَفَهُمْ وَجَدَ اللّٰهَ. نَظْرُهُمْ۔ دَوَاءٌ وَ کَلَامُهُمْ شِفَاءٌ وَ صُحْبَتُهُمْ ضِیَاءٌ وَبَهَاءٌ۔ مَنْ رَاٰی ظَاهِرَهُمْ خَابَ وَخَسِرَ وَمَنْ رَاٰی بَاطِنَهُمْ نَجٰی وَاَفْلَحَ۔

(دفتر دوم مکتوب نمبر ۵۲ صفحہ ۱۹۵)

ترجمہ: آپ کا صحیفہ شریفہ جو کمال محبت و اخلاص سے صادر فرمایا تھا مع تحائف ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی محبت پر استقامت فرمائے اور حشر میں انہی کے ساتھ اُٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا اور ان کا اُنیس و حبیب محروم نہیں رہتا هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰهُ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہمنشین ہیں کہ اُن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کو پہچانا اُس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ ان کی نظر دوائے ہے اور اُن کا کلام شفا ہے اور اُن کی صحبت سراپا نور و ضیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جس نے اُن کے ظاہر کو دیکھا محروم و نااُمید ہوا اور جس نے اُن کے باطن کو دیکھا سرفراز ہوا اور نجات و خلاصی پا گیا۔

صُحبتِ شیخ ذکرِ حق سے بہتر ہے

(۴۲)

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز در فقرات می آرند کہ

ع سایہ رہبر بہ است از ذکر حق

بہ گفتن باعتبار نفع است یعنی سایہ رہبر نافع تراست۔ مرید را از ذکر گفتن او چہ مرید را دریں وقت مذکور جَلَّ وَعَلَا مناسبت کامل حاصل نیست۔

(دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۱۰۸ صفحہ ۴۷)

ترجمہ: حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کا فرمان ہے:

ع سایہ رہبر بہ است از ذکر حق

ترجمہ: ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا،

یہاں بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی رہبر کا سایہ مرید کے لیے اُس کے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ مرید کو ابھی مذکور کے ساتھ کامل مناسبت نہیں ہے۔

فقراء سے محبّت باعثِ برکت اور اُن سے بُغض زہرِ قاتل ہے

(۴۳)

شیخ الاسلام ہروی میفرماید الٰہی چیست ایں کہ دوستانِ خود را کردی کہ ایشاں را شناخت۔ ترا یافت و تا ترا نیافت ایشاں را نشناخت بُغض ایں طائفہ سمِ قاتل ست وطعن ایشاں موجب حرمان ابدی ست نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَنْ ھٰذِہِ الْاِبْتِلَاءِ۔ (دفتر اوّل حصّہ دوم مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۰۷)

ترجمہ: شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی تُو نے اپنے دوستوں کو کیا عطا کیا ہے کہ جس نے اُن کو پہچانا تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا۔ اُن کو نہ پہچانا۔ اس گروہ کا بغض زہرِ قاتل ہے اور اُن پر طعن کرنا ہمیشہ کے لیے مایوسی کا باعث ہے۔ نَجَّانَا اللّٰہُ

سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَنْ ھٰذَا الْاِبْتِلَاءِ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس مصیبت سے بچائے۔

فُقراء کی خدمت

(۴۴)

مکتوب شریف کہ از روئے التفات ارسال داشتہ بودند رسید محبت فقراء، و توجہ بایں طائفہ از اجلِّ نِعَمِ خداوندیست جَلَّ سُلْطَانُہٗ از حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ استقامت بر آں مسئول و مرجوّ است نیازیکہ بدرویشاں فرستادہ بودند نیز وصول یافت فاتحۂ سلامت خواندہ شُد۔ (دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۲۴۲ صفحہ ۲۰)

ترجمہ: مکتوب جو توجہ کی بنا پر ارسال کیا تھا۔ پہنچا۔ فقرا کی محبت اور اس گروہ سے توجہ رکھنا خدائے تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اس پر استقامت فرمائے۔ وُہ نیاز جو درویشوں کے لیے بھیجی تھی وہ بھی وصول ہوئی ہے جس کے لیے حمدُ ثنا کافی ہے۔

فُقرا سے مُحبّت کی ترغیب کی وجہ

(۴۵)

در تحریص بر محبتِ فُقراء و توجہ بالیشان و اَنْصح باتباعِ صاحب الشریعۃ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ مراسلہ شریفہ و مفاوضہ لطیفہ درود یافت حَمِدَ اللہُ سُبْحَانَہٗ کہ از نخوائے آں محبتِ فُقراء و

توجّه درویشان مفہوم گشت کہ سرمایۂ سعادت است لِاَنَّهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَهُمْ قَوْمٌ۔ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وگان رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ شَانِهِمْ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۴۷، صفحہ ۶۰)

ترجمہ : فقراء کی محبت اور اُن کی ترغیب اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط موصول ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس کے مضمون سے فقراء کی محبت اور ان کی طرف توجہ کی ترغیب ملتی ہے جو سرمایہ آخرت ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اہل اللہ ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقرائے مہاجرین کے طفیل اللہ تعالیٰ سے فتح کی طلب کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہی کے حق میں فرمایا ہے۔ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ :

ترجمہ : بہت سے ایسے پریشان حال لوگ ہیں جو دروازے ہٹائے ہوئے ہیں اگر قسم کھائیں خدا کی تو پورا کرے اللہ تعالیٰ اس کو۔

مُقامِ ولایت

(۴۶)

اے فرزند در مقام ولایت دست از دُنیا و آخرت باید شُست و گرفتاری آخرت

را در رنگ گرفتاری دنیا باید شمرد و درد آخرت را در رنگ درد دنیا محو و نابود دانست امام داؤد طائی فرماید اِنْ اَرَدْتَ السَّلَامَةَ سَلِّمْ عَلَى الدُّنْيَا وَاِنْ اَرَدْتَ الْكَرَامَةَ كَبِّرْ عَلَى الْاٰخِرَةِ ازیں طائفہ گوید کہ آیۂ کریمہ مِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ شکایت از فریقین است بالجملہ فنا کہ عبارت از نسیان ماسوائے حق است جَلَّ وَعَلَا شامل دنیا و آخرت ست و فنا و بقا ہر دو ماجزائے ولایت اند۔ پس در ولایت از نسیان آخرت چارہ نبود و در مرتبہ کمالاتِ نبوت گرفتاری آخرت محمود است و دردِ آخرت مرضی و مقبول بلکہ در دو را آن موطن درد آخرت است و گرفتاری آخرت۔

(دفتر اول حصہ پنجم مکتوب نمبر ۳۰۲ صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷)

ترجمہ: پسر عزیز! مقامِ ولایت میں دُنیا کیا آخرت سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ آخرت کی مصیبت کو دُنیا کے مصائب کی طرح سمجھنا پڑتا ہے۔ اور آخرت کے درد کو دُنیا کے درد کی طرح نامناسب جاننا پڑتا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اِنْ اَرَدْتَ السَّلَامَةَ سَلِّمْ عَلَى الدُّنْيَا وَاِنْ اَرَدْتَ الْكَرَامَةَ كَبِّرْ عَلَى الْاٰخِرَةِ۔ اگر بچاؤ چاہتا ہے تو دُنیا کو سلام کہہ دے۔ اور اگر تو کرامت چاہتا ہے تو آخرت پر تکبیر کہہ دے۔

اور اسی گروہ میں کے ایک اور بزرگ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں مِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ۔ (بعض تم میں سے دُنیا چاہتے ہیں اور بعض تم سے آخرت چاہتے ہیں گویا فریقین سے شکایت ہے۔

غرض فنا جو ماسوائے حق کہ نسیاں سے مراد ہے۔ دنیا و آخرت کو شامل ہے۔ فنا و بقا دونوں ولایت کے جزو ہیں۔ پس ولایت میں

آخرت کا نسیان منزور ہے اور مرتبہ کمالات نبوت میں آخرت کی خواہش ہی بہتر اور محمود ہے۔ آخرت کا درد پسندیدہ اور مقبول ہے بلکہ اس مقام میں درد بھی آخرت کا درد ہے اور بہتری آخرت کی بہتری ہے۔

بزرگ اصولِ دین میں متفق ہیں

(۴۷)

و این بزرگواران در اصول دین متفق اند کلمہ ایشاں واحد ست در ذات و صفات تعالیٰ و تقدس و حشر و نشر و ارسال رسل و نزول ملک و ورود وحی و نعیم جنت و عذاب جحیم طریق خلود و تابید اختلاف ایشاں در بعض احکام است کہ بفروع دین تعلق دارد حق سبحانہٗ و تعالیٰ در ہر یک زمانے و ہر پیغمبر اولوالعزم ابناءِ آں زماں را بہ بعض احکام مناسبہ آنہا وحی فرستادہ و باحکام مخصوصہ تکلیف فرمودہ نسخ و تبدیل در احکام شرعیہ از حکم و مصالح حق ست سبحانہٗ و بسیار ست کہ بر یک پیغمبر صاحب شریعت در اوقات مختلف احکام متضادہ بطریق نسخ و تبدیل وارد شوند و از جملہ کلمات متفقہ ایں بزرگواران نفی عبادت غیر حق ست سبحانہٗ و منع اشراک است با و تعالیٰ و تقدس نا گرفتن بعضے مخلوقات مر بعضے دیگر را ارباب غیر از حق سبحانہٗ۔

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۹۳ صفحہ ۴۱)

ترجمہ: یہ تمام بزرگ اس اصول میں متفق ہیں کہ ذات صفات اور حشر و نشر پیغمبروں کا درود و فرشتوں اور وحی کا نزول ہمیشہ کے لیے جنت کے آرام اور دوزخ کے عذاب کے بارے میں ان سب کا ایک ہی پیغام ہے۔ ان کا اختلاف صرف بعض احکام میں

ہے۔ جو دین کے فروع سے تعلق رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اولالعزم پیغمبر پر مناسب احکام کے ساتھ وحی بھیجی ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کو احکام مخصوصہ کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے۔

احکام شرعیہ میں نسخ اور تبدیلی خدائے متعالی کی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی رہے اور اس قسم کی اکثر مثالیں ملتی ہیں کہ ایک ہی صاحب شریعت پیغمبر پر مختلف اوقات میں متضاد احکام نسخ اور تبدیلی کے طور پر وارد ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کے متفق علیہ کلمات میں سے ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور مخلوقات میں سے کسی کو خدا کے سوا اپنا ربّ نہ بنانا۔

عارف کے قلب کی وسعتیں

(۴۸)

شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ گوید اگر عرش و آنچہ در عرش است در زاویہ قلب عارف بنہند عارف را از فراخی قلب ہیچ احساس بآں نشود۔ شیخ جنید تائید ایں سخن مے نماید و بدلیل اثباتِ آں میکند و میگوید کہ حادث چوں بقدیم مقترن گردد آنرا اثر نماند۔ یعنی عرش و ما فیہ حادث است قلب عارف کہ محل ظہورِ انوارِ قدم است چوں آں حادث را باآں قلب اقتران واقع شود مضمحل و متلاشی گرد و کیف کہ محسوس شود عجب ہزار عجب رؤساءِ صوفیہ کہ سلطان العارفین و سید الطائفہ باشند ہر گاہ چنیں گویند و عرش مجید را جنب قلب عارف ہیچ اعتبار ننہند و عرش را خالی از ظہورات انوار قدم دانستہ حادث گویند و قلب را بواسطہ ظہور انوار قدم

قدیم نا مند اندیگر ایں چہ گوید وچہ نویسد نزد ایں فقیر کہ مرباۓ جذبات الٰہی ست تجلّیٔ سُلطانۂ آنست کہ قلب عارف چوں بمقتضاۓ استعدادِ خاص خود بنہایۃ النہایۃ برسد وکمالے حاصل کند کہ فوقِ آن متصور نہ باشد قابلیت آں پیدا مے کند کہ لمعۂ از لمعات بے نہایت ظہور انوارِ عرشی برے فائض گردد و ایں لمعہ نسبت بآں لمعات قطرہ باشد۔ (دفتر دوم۔ حصہ ششم مکتوب نمبر ۱۰ صفحہ ۲۹)

ترجمہ: حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے سب عارف کے گوشۂ دل میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی فراخی کے باعث کچھ محسوس نہ ہو۔

شیخ جُنید رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تائید کرتے ہیں اور دلیل کے ساتھ ثابت کر کے کہتے ہیں کہ جب حادث قدیم کے ساتھ مل جاتا ہے، تو اس کا اپنا اثر باقی نہیں رہتا۔ یعنی عرش و ما فیہا حادث ہے اور عارف کا قلب جو انوار قدم کے ظہور کا محل ہے۔ جب اس حادث کو قدم کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو مضمحل اور متلاشی یعنی فانی و ناچیز ہو جاتا ہے۔ تو پھر کس طرح محسوس ہو سکے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب صوفیا کے رئیس یعنی سلطان العارفین اور سید الطائفہ اس طرح کہیں اور عرش مجید کا قلب عارف کے مقابلہ میں کچھ اعتبار نہ کریں اور عرش کو انوار قدم کے ظہورات کے باعث قدیم بیان کریں تو پھر اوروں کا کیا ذکر۔

اس فقیر کے نزدیک جو جذبات الٰہی سے تربیت یافتہ ہے یہ ہے کہ عارف کا قلب جب اپنی خاص استعداد کے موافق نہایت النہایت تک پہنچ جاتا ہے اور وُہ قابلیت پیدا کر لیتا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی کمال متصور نہیں ہو سکتا تو اس بات کی قابلیت

پیدا کر لیتا ہے کہ انوارِ عرشی کے ظہور کے بے نہایت لمعات میں سے ایک لمعہ اس پر فائض ہو۔ اس لمعہ کو ان لمعات کے ساتھ وہ نسبت ہوتی ہے جو قطرے کو دریائے محیط اور بحرِ بیکراں کے ساتھ ہوتی ہے۔

بزرگوں کا وجود مسعود غنیمت ہے

(۴۹)

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَۃِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی
اَفْضَلِھِمْ اَصَالَۃً وَّعَلٰی بَوَاقِیْھِمْ مُتَابَعَۃً الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنْبِیَاءِ
صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُہٗ وَتَحِیَّاتُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ عَلٰی اَجْمَعِھِمْ
عُمُوْمًا وَعَلٰی اَفْضَلِھِمْ خُصُوْصًا رَحْمَتُھَا اندکہ بتوسطِ ایں بزرگوار ان
عالمے بنجات ابدی مستسعد گشتہ است واز گرفتاری سرمدی خلاصی یافتہ اگر وجود
شریف شان نمی بود حق سبحانہ وتعالیٰ کہ غنی مطلق ست عالم را از ذات وصفات
خود تعالیٰ وتقدس خبر نمی داد وبآں راہ نمے بود ہیچ کس او را نمے شناخت وبہ
اوامر ونواہی کہ عباد را بمحض کرم از برائے نفع ایشاں مکلف ساختہ است تکلیف
نمی فرمود ومرضیات او تعالیٰ از نا مرضیات جدا نمی گشت پس شکر ایں نعمت عظمٰے
کدام زبان راست آید وکرا مجال آنکہ از عہدہ آں برآید اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ
عَلَیْنَا وَھَدَانَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَجَعَلَنَا مِنْ مُصَدِّقِی الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ (دفترِ اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۹۳، صفحہ ۴۱)

ترجمہ: ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَۃِ
اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَفْضَلِھِمْ اَصَالَۃً وَّعَلٰی
بَوَاقِیْھِمْ مُتَابَعَۃً عَلَی الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو

اور آپ کے بزرگوں باپ دادوں کو سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے، ان تمام پر متابعت کی رُو سے صلوٰۃ و سلام ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اللہ کی صلوٰۃ اور سلام اور برکات ان سب پر بالعموم اور بالخصوص رحمتیں نازل ہوں، کیونکہ ان بزرگوں کی طفیل جہاں کو نجات ابدی کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ہمیشہ کی گرفتاری سے آزادی حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کا وجود گرامی نہ ہوتا تو حق تعالیٰ جو مطلق غنی ہے۔ جہان کو اپنی ذات و صفات کی نسبت کچھ خبر نہ دیتا اور راہِ مستقیم نہ دکھاتا۔ نہ ہی کوئی شخص اُس کو پہچانتا۔ اوامر و نواہی جن کے ساتھ محض اپنے کرم سے اِن کے نفع کے لیے مکلف کیا ہے۔ اُن کے بجالانے کی تکلیف نہ دیتا۔ اور اس کی رضامندی اس کی نارضامندی سے جُدا نہ ہوتی، پس اس نعمتِ عظیم کا شکریہ ادا کس زبان سے کیا جائے اور کس کی طاقت ہے کہ اِس کا شکریہ ادا کر سکے۔ اللہ کی تعریف ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے تصدیق کرنے والوں میں سے بنایا۔

اللہ کا وجود ہی کرامت ہے

۵۰

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ در رسالہ قدسیہ میفرمایند کہ احیائے جسدی پیش اکثر مردم چوں اعتبار داشت اہل اللہ ازاں احیا اعراض نمودہ باحیائے رُوحی پرداختہ اند و متوجہ احیائے دِلِ مُردہ طالب گشتہ اند و الحق کہ احیائے جسدی نسبت باحیائے

قلبی کالطرح فی الطریق ست و نظر باین داخل عبث چہ این احیا سبب حیاتِ چند روزہ است و آن احیا وسیلہ حیاتِ دائمی ست بلکہ گوئیم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتے ست از کرامات و دعوتِ ایشاں مر خلق را بحق جَلَّ سلطانہٗ رحمتے است از رحمتہائے حق جَلَّ سلطانہٗ و احیائے قلوبِ اموات آیتست از آیتہائے عظمیٰ ایشان امانِ اہلِ ارض اند و غنیمت روزگار ند بِهِمْ يُمْطَرُونَ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ در شان شان ست کلامِ شان دوا ست و نظرِ شان شِفَا هُمْ جُلَسَاءُ اللهِ وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَىٰ جَلِيسُهُمْ وَلَا يَخِيبُ أَنِيسُهُمْ علامتے کہ محق این طائفہ از مبطل این ہا جدا شود آنست اگر شخصے باشد کہ استقامت بر شریعت داشتہ باشد۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۹۲، ۹۳، مکتوب ۹۴)

ترجمہ: خواجہ محمد پارسا قدس سرہ، رسالہ قدسیہ میں فرماتے ہیں کہ جسد کا زندہ کرنا چونکہ لوگوں کے نزدیک بڑا اعتباری تھا، اس لیے اہل اللہ اس طرف سے منہ پھیر کر روح و قلب کے زندہ کرنے میں مشغول ہوئے ہیں۔ واقعی جسدی زندگی قلبی و روحانی کے مقابلہ میں راستہ کے خس و خاشاک کی طرح ہے اور اس کی طرف نظر کرنا عبث و بے فائدہ ہے کیونکہ جسدی زندگی چند روزہ زندگی کا باعث ہے اور روحانی و قلبی زندگی حیاتِ دائمی کا موجب ہے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ اہل اللہ کا وجود ہی درحقیقت کرامت ہے اور خلقت کو حق تعالیٰ کی طرف رجوع کی دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک عظیم نشان ہے۔ یہی لوگ اہل زمین کا امن اور غنیمت روزگار ہیں بِهِمْ يُمْطَرُونَ وَبِهِمْ يُرْزَقُونَ انہی کے طفیل لوگوں پر بارش کا نزول ہوتا ہے اور ان کو رزق

ملتا ہے) انہی کی شان میں وارد ہے۔ ان کا کلام دُعا ہے اور اُن کی نظر شفا ہے۔ یہی وُہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہیں اور یہ وُہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا اور ان کا دوست رحمتِ حق سے نااُمید نہیں ہوتا۔ وُہ علامت جس سے اس گروہ کا جھوٹا اور سچا الگ ہو سکے یہ ہے کہ وہ شخص شریعت پر استقامت رکھتا ہو۔

بزرگوں کے ارشادات

(۵۱)

پس ایں بزرگواران ہرچہ می گویند از حق می گویند تعالیٰ و تقدس و ہرچہ می رسانند از حق می رسانند و احکام اجتہادیہ ایشاں نیز موید بوحی اند اگر بالفرض زلتے واقع میشد فی الحال حق سبحانہٗ تدارک آں بوحی قطعی میفرمود و ایشاں منکراں کہ مدعیان الوہیت اند ہر چہ گویند از خود گویند و ہماں را صواب دانند بواسطہ زعم الوہیت پس انصاف در کار است شخصیکہ از کمال بیخردی خود را الٰہ بگیرد و مستحق عبادت داند و افعال ناشائستہ بایں زعم فاسد بوقوع آرد سخناں اُو را چہ اعتبار است و بر اتباع او چہ مدار۔ مصرع:۔

سالیکہ نکوست از بہارش پیداست

(دفتر اوّل حصہ دوم صفحہ ۴۲ - مکتوب ۶۳)

ترجمہ: پس یہ بزرگ جو کچھ کہتے ہیں۔ خدا کی طرف سے کہتے ہیں اور جو کچھ پہنچاتے ہیں خدا کی طرف سے پہنچاتے ہیں اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے مؤید ہیں۔ اگر

بالغرض کسی قسم کی لغزش واقع ہوجاتی ہے تو حق تعالےٰ فوراً اس کا تدارک وحی سے فرمادیتا ہے اور منکروں کے رئیس جو اُلوہیت کے مُدّعی ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں، اور الوہیت کے خیال سے اسی کو بہتر جانتے ہیں۔ پس انصاف سے کام لینا چاہیئے کہ جو شخص کمال بے عقلی سے اپنے آپ کو خدا ٹھہرائے اور عبادت کا مستحق جانے اور اسی زعم فاسد کے باعث ناشائستہ افعال کا مرتکب ہو تو اس کی گفتگو کا کیا اعتبار، اور اس کی اتباع کا کیا مدار مصرع ؎

سالیکہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ: ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہووے۔

بزرگوں کی عظمت

(۵۲)

گر کعبہ از برکات ایں بزرگواراں دریوزہ نماید چہ عجب

(دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۷۰، مکتوب ۲۰۹)

ترجمہ:
اگر کعبہ بھی ان بزرگوں سے بھیک مانگے تو کیا عجب

اولیاء کی تربیت روحانی فضلِ خداوندی سے ہوتی ہے

(۵۳)

مشائخ در فنا و بقا سخنان گفتہ اند کہ ہمہ برمز و اشارتست از خود کس چہ دریابد و حضرت حق سبحانہ ہمہ را علم احوال نمے بخشد شخصے را علم با حوال عطا فرمودہ پیشوا میسازد و جمعے را بادمربوط ساختہ بمرتبہ کمال و تکمیل میرساند۔

خاص کند بندہ مصلحتِ عام را

کاش شیخ حسن را چند روز دیگر نگاہ داشتہ اطلاع بر بعضے احوال او دادہ بخدمت شما میفرستادیم آمدن شما مشکل داز یاران رشید و قابل شما اگر کسے می آمد و چند روز اقامت میکرد و فہم سخن ہم میداشت چہ بلا خوب بود تا چیزہائے ضروری بوے نمودہ می شد مقصود آنست کہ احوال حاصل شوند و اطلاع بر احوال امر دیگر است۔

وَالْبَاقِیْ عِنْدَ التَّلَاقِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالسَّلَامُ۔

(دفتر دوم حصہ ششم صفحہ ۴۰ مکتوب نمبر ۱۴)

ترجمہ: مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فنا و بقا کے بارے میں مختلف باتیں کہی ہیں۔ جو سب کی سب بطور رمز و اشارہ ہیں۔ کوئی شخص اپنی نسبت کیا معلوم کر سکتا ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ سب کو احوال کا علم نہیں بخشتے۔ بعض کو احوال کا علم عطا فرما کر پیشوا بنا دیتے ہیں اور بعض کو اس کے حوالہ کر کے کمال و تکمیل کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں۔

خاص کر لیتا ہے اک کو تاکہ بھلا ہو عام کا۔ کیا اچھا ہوتا اگر ہم

شیخ حسن کو چند روز اور اپنے پاس رکھ کر بعض ظاہر شدہ احوال پر اطلاع دے کر آپ کی طرف بھیجتے۔ آپ کا آنا مشکل ہے اور اگر آپ کے قابل اور مخلص دوستوں میں سے کوئی آجاتا اور چند روز ہمارے پاس رہتا اور ہماری بات کو سمجھتا تو کیا اچھا ہوتا تاکہ ضروری باتیں اس پر ظاہر کی جاتیں۔ اصل مقصود یہی ہے کہ احوال حاصل ہو جائیں اور احوال سے اطلاع پانا امر دیگر ہے۔ وَالْبَاقِیْ عِنْدَ التَّلَاقِیْ اِنْشَاءَ اللّٰہ تعالیٰ وَالسَّلَام۔

اولیائے کرام کی تربیت روحانی اور ان کے مدارج

(۵۴)

اے برادر حضرت امیر چونکہ حامل بار ولایت محمدی اند علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ تربیتِ مقامِ اقطاب و ابدال و اوتاد کہ از اولیا عزلت اند در جانب کمالات ولایت در ایشاں غالب است، مفوض بامداد و اعانت آنحضرت است سرِ قطب الاقطاب کہ قطب مدار است زیر قدم اوست۔ قطب مدار بحمایت و رعایت او مہم خود را سرانجام مے نماید و از عہدہ مداریت برمے آید حضرت فاطمہ و امامین نیز دریں مقام با حضرت امیر رضی اللہ عنہم شریک اند بدانند کہ اصحاب پیغمبر علیہ الصلوات والتسلیمات ہم بزرگ اند و ہمہ را بہ بزرگی یاد باید کرد۔

ترجمہ: اے برادر حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، چونکہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے حامل ہیں اس لیے زمانے کے قطب، ابدال، اوتاد جو تارک دنیا اولیا میں سے ہیں اور جن پر ولایت کا رنگ غالب ہے۔ ان سب کی تربیت

حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے۔
قطب الاقطاب جس کو قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ اس کا سر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک کے نیچے ہے اور قطب مدار آپ کی حمایت و رعایت سے اپنی ڈیوٹی سر انجام دیتا ہے اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے اور اس معاملہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا اور آپ کے دونوں صاحبزادے سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ شریک ہیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب اصحاب بزرگ ہیں، اور سب کو بزرگی سے ہی یاد کرنا چاہیئے۔

اولیائے کرام کی باہمی رُوحانی استمداد

۵۵

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ باوجود پیر ظاہر چونکہ امدادے از رُوحانیت حضرت خواجہ نقشبند باوجود پیر ظاہر چونکہ مدد ہا از روحانیت حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہما یافتہ بودند اویسی بودند۔ (دفتر سوم حصہ نہم مکتوب نمبر ۱۲۱ صفحہ نمبر ۱۲۴)

ترجمہ: حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے باوجود ظاہری پیر (یعقوب چرخی) رکھنے کے چونکہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی رُوحانیت سے مدد حاصل کی ہے۔ اس لیے اُن کو بھی اویسی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہما ظاہری پیر (میر سید کلال) رکھنے کے باوجود چونکہ کئی طرح کی امداد خواجہ عبدالخالق غجدانی کی رُوحانیت سے حاصل کی ہے۔ اس

لیے یہ بھی اویسی کہلاتے۔

اولیاء اللہ کے لطائف کی وسعتیں

(۵۶)

آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل میکنند کہ در یک آن در امکنۂ متعددہ حاضر میگردند و افعالِ متبایئہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف ایشان متجسد با جساد مختلفہ اند و متشکل باشکال متبایئہ و ہمچنیں عزیزیکہ مثلاً در ہندوستان توطن دارد و از ان دیار نہ برآمدہ است جمع از حضرت مکہ معظمہ می آیند و میگویند کہ آن عزیز را حرم کعبہ دیدہ ایم و چناں و چنین درمیان ما و آن عزیز گزشتہ است و جمع دیگر نقل میکنند کہ ما اور ا در روم دیدہ ایم و جمع دیگر در بغداد دیدہ اند ایں ہمہ تشکل لطائف آں عزیز است باشکال مختلفہ و گاہ ہست کہ آں عزیز را ازاں تشکلات اطلاع نبود و لہٰذا در جواب آن جماعت گاہ میگویند کہ ایں ہمہ بر من تہمت است من از خانہ آمدہ ام و حرم کعبہ نا دیدہ ام و روم و بغداد را نمی شناسم و نمی دانم کہ شما چہ کسانید و ہمچنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء و اموات در مخاوف و مہالک مدد ہا طلب می نمایند و می بینند کہ صور آن اعزہ حاضر شدہ و دفعہ بلیہ از ایشاں نمودہ است گاہ ہست کہ آن اعزہ از دفع آن بلیہ اطلاع بود گاہ نبود ـــــ

از ما و شما بہانہ برساختہ اند

ایں نیز تشکل لطائف آں اعزہ است و ایں تشکل گاہ در عالم شہادت بودہ و گاہ در عالم مثال چنانچہ در یک شب ہزار کس آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بصور مختلفہ در خواب می بینند و استفادہا مینمایند ایں ہمہ تشکل صفات و لطائف اوست علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و السلام بصورتہائے مثالی و ہمچنیں مریدان از صورِ مثالی

پیران استفادہا میں نمایند و حلِ مشکلات میفرمایند۔

(دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۵۸ صفحہ ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں، کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے مختلف لطائف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں، اسی طرح اس عزیز کا حال ہے جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے اور کبھی اپنے وطن سے باہر نہیں نکلا۔ بعض بعض حضرات مکّہ معظمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو رُوم میں دیکھا ہے اور بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں، جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس عزیز کو ان شکلوں کی نسبت اطلاع نہیں ہوتی۔ اسی واسطے لوگوں کے جواب میں کہتا ہے کہ یہ سب مجھ پر تہمت ہے میں اپنے گھر سے باہر نہیں گیا۔ نہ میں نے حرم کعبہ کو دیکھا ہے اور نہ میں رُوم و بغداد کو جانتا ہوں، اور نہیں پہچانتا کہ تم کون ہو۔ اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور مُردہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان کی بلا کو دفع کیا ہے اور ان بزرگوں کو اس بلیّہ کے دفع کرنے کی اطلاع کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

ترجمہ: ہمارا اور تمہارا ہے بہانہ۔

یہ بھی ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں۔ یہ شکلیں کبھی

عالمِ شہادت میں ہوتی ہیں اور کبھی عالمِ مثال میں جس طرح ایک ہی رات میں ہزار آدمی رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفات اور لطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مُرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے مستفید ہوتے ہیں اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔

ارواح کو قدرتِ کاملہ اللہ تعالےٰ کی عطا فرمودہ ہے

(۵۷)

جائز است کہ حضرتِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ ارواح مجردہ را قدرتے بدہد۔ کہ افعال اجسام صادر نماید از قبیل است آنچہ بعضے از کبرأ واز افعال شاقہ خود خبر دادہ اند کہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاولہ صادر شدہ بودند آں صدور افعال از ارواح مجردۂ ایشاں بودہ۔ (دفتر دوم حصّہ ششم مکتوب ۲۸ صفحہ ۶۵)

ترجمہ: اور جائز ہے اللہ تعالےٰ جسم سے مجرّد روحوں کو ایسی قدرت مرحمت فرمائے کہ اُن سے اجسام کے سے افعال صادر ہوں اور اسی قسم کی ہیں وُہ باتیں بھی جن کے متعلق بعض کبرا نے اپنے افعال شاقہ سے خبر دی ہے۔ جن کو اُن کی ارواح نے اُن کے ظاہری اجسام پیدا ہونے سے زمانہ دراز پہلے صادر کیا۔ وُہ افعال اُن کی ارواح مجرّدہ سے صادر ہوئے۔

اَولیاء اللہ کے اِختیارات

(۵۸)

ایں بزرگواران ہمچناں کہ قدرت کاملہ براعطاء نسبت دارند و حضور و آگاہی را در اندک وقت بطالب صادق عطا میفرمایند در سلب آں نسبت نیز قدرت تامہ دارند و بیک بے التفاتی صاحب نسبت را مفلس مے سازند بلے آنہا کہ میدہند ہم میستانند اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ غَضَبِہٖ وَغَضَبِ اَوْلِیَاءِہِ الْکِرَامِ در ایں طریقۂ علیہ بیشتر افادہ و استفادہ بسکوتست فرمودہ اند ہر کہ از سکوت ما منتفع نشد از کلام ما چہ نفع خواہد گرفت و ایں سکوت را نہ بتکلف اختیار کردہ اند بلکہ از لوازم طریق ایشاں است چہ از ابتداء توجہ ایں بزرگواران باحدیت مجردہ است از اسم و صفت جز ذات نمی خواہند معلوم است کہ مناسب آں توجہ و ملائم آں مقام سکوت و خرس است۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ مصداق ایں سخن است وَاَخْتِمُ ھٰذِہِ الْمَقَالَۃَ بِحَمْدِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَبِصَلٰوۃِ حَبِیْبِہٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَالسَّلَامُ۔

(دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۲۱ صفحہ ۹)

ترجمہ: شیخ کامل جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے عرصہ میں طالب صادق کو حضور اور آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اس طرح نسبت کے سلب کرنے میں پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ سچ ہے جو دیتے ہیں، وہ لے بھی لیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غصّہ سے بچائے۔ البتہ اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا۔ یہ خاموشی اُنھوں نے تکلّف سے اختیار نہیں کی ہے۔ وُہ ان لوازمات کو بھی ضروریات کے سوا کچھ نہیں جانتے کیوں ان بزرگوں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے معلوم ہونا چاہیئے۔ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہونا ہے، مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی اس بات کی مصداق ہے۔ اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔

الحمد للّٰہِ رب العالمین والصلوٰۃ وَالسلام علیٰ سیدالمرسلین وَاٰلِہٖ الطاھرین وعلیھم اجمعین۔ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سیدالمرسلین اور آپ کی آلِ پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اہل اللہ دل کی بیماریوں کے طبیب ہیں

(۵۹)

اہل اللہ اطباء امراض قلبیہ ازالہ علل باطنیہ منوط د توجہ این بزرگواران ست

کلامِ علیشان و دعا مستجاب مظہر الشان شاہ محمد عمر چشتی علیہم

وَهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰہِ بِھِمْ یُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ واں امراض باطنیہ در نیس علل معنویہ گرفتاری قلب ست بماسوائے حق سبحانہٗ و تعالیٰ و تا ازیں گرفتاری بتمامہ آزادی میسر نشود سلامتی محال ست چہ شرکت را دراں حضرت جل سلطانہٗ اصلاً بار نیست اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ فکیف کہ شریک را غالب ساختہ باشند نہایت بیحیائی است محبت غیر حق سبحانہٗ بر نہجے غالب ساختن کہ محبت او تعالیٰ در جنب آں معدوم گردد یا مغلوب۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ گر ایں حیا را گفتہ باشند و علامت عدم گرفتاریٔ قلب نسیان اوست مرماسوا را کلیۃً و ذہول اوست از اشیا جملۃً کہ اگر بتکلف یاد اشیا کند ہرگز بیادش نیاید پس گرفتاری اشیاء را دراں موطن چہ مجال ایں حالت نزد اہل اللہ معبر بفنا ست و قدم اول ست دریں راہ و مبداء ظہور انوار قدم ست و منشاء ورود معارف و حکم وَمَبْدُؤُھَا خَرْطُ الْقِتَادِ ۔ بیت ۔

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست را در بارگاہ کبریا

(دفتر اول حصہ دوم صفحہ ۱۱۳ ۔ مکتوب ۱۰۹)

ترجمہ : اہل اللہ دلی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا دُور ہونا ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا ہے اور اُن کی نظر شفاء۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔ انہی کے طفیل بارانِ رحمت نازل ہوتی ہے اور انہی کے طفیل مخلوقات کے رزق میں فراخی۔ باطنی امراض سے مراد اندرونی بیماریاں ہیں اور ماسوائے ذکرِ حق کے دل کی گرفتاری ہے۔ جب تک اس قید سے پوری طرح آزادی نہ ملے سلامتی محال ہے۔ کیونکہ شرکت کو اس بارگاہِ اعلیٰ میں ہرگز دخل نہیں۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ خبردار دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔ پس کیا حال ہے جبکہ شریک کو غالب

کیا ہو۔ غیر کی محبت کو اس طرح غالب بنایا ہو کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلہ میں مغلوب یا معدوم ہو جائے نہایت بے حیائی ہے، اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ (حیاء ایمان کی شاخ ہے) میں شاید اسی حیاء کی طرف اشارہ ہو اور دل کے گرفتار نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ ماسوائے حق کے کلی طور پر سب کو بھول جائے اور تمام اشیاء سے بے خبر ہو جائے۔ حتیٰ کہ اگر از راہِ تکلف بھی کسی کو یاد کرے تو کچھ یاد نہ آئے۔ پس چیزوں کی گرفتاری کو اس مقام میں کیا مجال ہے۔ اس حالت کو اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور قدم کے انوار ظاہر ہونے کا مبداء اور معرفتوں اور حکمتوں کے وارد ہونے کا منشاء ہے۔ وَدُوْنَهَا خَرْطُ الْقَتَادِ (اور اس کے سوائے بے فائدہ رنج ہے)

جب تلک انسان نہ ہو جائے فنا | درگہِ حق میں نہیں ملتی ہے جا

بزرگوں کی دعا سے قضا بدل جاتی ہے

(۶۰)

حضرت قبلہ گاہی ام قدس سرہٗ میفرمودند کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ در بعضے از رسائل خود نوشتہ اند کہ در قضائے مبرم ہیچکس را مجال نیست کہ تبدیل بدہد مگر مرا کہ اگر خواہم آنجاہم تصرف بکنم و ازیں سخن تعجب بسیار میکردند و استبعاد میفرمودند و ایں نقل مدتہا در خزینہ ذہنِ ایں فقیر بود تا آنکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اد این دولتِ عظمیٰ مشرف ساخت۔

(دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۲۱۷ صفحہ ۱۲۴)

ترجمہ: حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے۔ مگر مجھے، اگر چاہوں تو اس میں تصرف کروں۔ میں اس بات پر بہت تعجب کیا کرتا تھا کہ آپ کا فرمان بعید از فہم تھا اور بہت مدت تک یہ خیال فقیر کے ذہن میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔

اولیاء اللہ کے مشاہدات و تجلّیات

(۶۱)

اگر حقیقت ایں مشاہدات وتجلیات را کماہی بگویم فتورے در طلب مبتدیان ایں راہ افتد وقصورے در شوق ایشاں پیدا آید وازاں نیز میترسم کہ اگر نہ گویم باوجود علم تجویز التباس حق بباطل کردہ باشم۔ (دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۲۱۷، صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ: اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری وضاحت یا حقیقت بیان کروں تو اس راہ حق کے مبتدی حضرات کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں حرج واقع ہو جائے گا۔ نیز اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ باوجود علم کچھ نہ کہوں تو حق و باطل میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔

پیری مُریدی کا صحیح تصوّر اور اُس کے آداب

(۶۲)

سالکاں ایں راہ از دو حال خالی نیستند مرید اند یا مُراد اگر اند طوبیٰ لہم براہِ انجذاب و محبّت ایشاں را کشاں کشاں خواہند برد و مطلب اعلیٰ خواہند رسانید و ہر ادبے کہ در کار شود بتوسّط یا بے توسّط تعلیم شان خواہد شد و اگر زلتے واقع شود زود متنبّہ خواہند فرمود و باں مواخذہ نخواہند کرد و اگر بہ پیرِ ظاہر احتیاجے داشتہ باشد بے سعی ایشاں وآں دولت ولایت خواہند فرمود بالجملہ عنایت ازلی جلّ سُلطانہٗ متکفّلِ حالِ ایں بزرگواراں است بسبب و بے سبب کار ایشاں را کفایت خواہند کرد وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ و اگر مرید اند کار ایشاں بتوسّط پیرِ کامل مکمل دشوار است پیرے باید کہ بدولت جذبہ و سلوک مشرف شدہ باشد و بسعادت فنا و بقاء مستسعد گشتہ وَسَیْرِ اِلَی اللّٰہِ وَسَیْرٌ فِی اللّٰہِ وَسَیْرٌ عَنِ اللّٰہِ بِاللّٰہِ وَسَیْرٌ فِی الْاَشْیَآءِ بِاللّٰہِ را بانصرام رسانیدہ و اگر جذبہ او بر سلوک او مقدّم است و تربیت مُراداں مُربّیٰ شدہ کبریت احمر است کلام او دوا است و نظر او شفا احیائے دلہائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است و تازگی جانہائے فسردہ بالتفاتِ لطیف او مربوط و اگر ایں طور صاحب دولت پیدا نشود سالک مجذوب ہم مُغتنم است و تربیت ناقصاں از و نیز مے آید و بتوسّط او بدولت فنا و بقاء می رسند۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیشِ خاک تود

و اگر بعنایت خداوندی جلّ سُلطانہٗ طالبے را بایں طور پیر کامل مکمل ولایت فرمودہ باید کہ وجودِ شریف او را مغتنم داند خود را بتمام باو سپارد و سعادت خود را

در مرضیاتِ او داند و شقاوتِ خود را در خلاف مرضیات او شناسد بالجملہ ہوائے خود را
تابع رضائے او سازد و در خبر نبویست عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَلصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ
اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ
بِهٖ داند کہ رعایتِ آداب صحبت و مراعاتِ شرائط ضروریات ایں راہ است تا
راہِ افادہ و استفادہ مفتوح گردد۔ وَبِدُوْنِهَا لَا نَتِیْجَةَ لِلصُّحْبَةِ وَلَا ثَمَرَةَ
لِلْمَجْلِسِ بعضے از آداب و شرائط ضروریہ در معرض بیان آوردہ مے شود بگوش
ہوش باید شنید بدانکہ طالب را باید کہ روئے دلِ خود را از جمیع جہات گردانیدہ
متوجہ پیر خود سازد و با وجود پیر بے اِذنِ او بنوافل و اذکار نہ پردازد و در حضور او بغیر
او التفات ننماید و بکلیت خود متوجہ او بنشیند حتّٰی کہ بذکر ہم مشغول نہ شود مگر آنکہ او
امر کند و غیر از نمازِ فرض و سنت در حضور او ادا نکند نقل کردہ اند از سلطان ایں
وقت کہ وزیرش پیش او ایستادہ بود اتفاقاً دریں اثنا آں وزیر التفاتے بجانب
جامہ خود کردہ بند آں را بدست خود راست می ساخت دریں حال نظر سلطان
بر آں وزیر افتاد دید کہ او بغیر او متوجہ است بزبانِ عتاب گفت کہ ایں را ہضم
نمیتوانم کرد کہ تو وزیر من باشی و در حضور من بہ بند جامہ التفات نمائی باید اندیشید
کہ ہرگاہ وسائل دنیاءِ دنیہ را آداب دقیقہ درکار است وسائل وصول الی اللہ را
بروجہ اتم و اکمل رعایت ایں آداب لازم خواہد بود و مہما امکن در جائے نہ ایستد
کہ سایہ او بر جامہ او یا بر سایہ او افتد و بر مصلائے او پا ننہد و در متوضائے او طہارت
نہ کند و بظروفِ خاصا او استعمال نکند و در حضور او آب نخورد و طعام تناول
ننماید و بکسے سخن نکند بلکہ متوجہ احدے نگردد و در غیبت پیر در جانب کہ او ست
پا دراز نکند و بزاق دہن بآنجانب نمیند از دو ہرچہ از پیر صادر شود آنرا ثواب
داند اگرچہ بظاہر صواب ننماید او ہرچہ میکند از الہام میکند و باذن کار میکند بریں
تقدیر اعتراض را گنجائش نباشد و اگر در بعضے صُوَر الہامش خطا را باید خطائے
الہامی در رنگ خطائے اجتہاد لیست ملامت و اعتراض بر آں مجوز نیست و ایضاً

چوں ایں را محبتے بہ پیر پیدا شدہ است در نظر محب ہر چہ از محبوب صادر می شود محبوب نماید پس اعتراض را مجال نباشد و در کلی و جزئی اقتدا بہ پیر کند چہ در خوردن و پوشیدن وچہ در خفتن و طاعت کردن نماز را بطرز او ادا بباید کرد و فقہ را از عمل او باید اخذ نمود۔

؎ آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است۔
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

و ہیچ اعتراض را در حرکات و سکنات او مجال ندہد اگر چہ آں اعتراض مقدار حبہ خردل باشد زیرا کہ اعتراض را غیر از حرمان نتیجہ نیست و بے سعادت ترین جمیع خلائق عیب بین این طائفہ علیہ است عَافَانَا اللہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ ھٰذَا الْبَلَاءِ الْعَظِیْمِ وطلب خوارق و کرامات از پیر خود نکند اگر چہ آں طلب بطریق خواطر و وساوس باشد ہیچ شنیدہ کہ مومنے از پیغمبر معجزہ طلب کردہ باشد معجزہ طلبان کفار اند واہل انکار۔

معجزات از بہر قہر دشمن است بوئے جنسیت پے دل بردن است
موجب ایمان نباشد معجزات بوئے جنسیت کند جذب صفات

اگر شبہ پیدا شود در خاطر آں را بے توقف عرض نماید اگر حل نشود تقصیر بر خود نہد و ہیچ منقصت را بجناب پیر عائد نسازد و واقعہ کہ رُو دہد از پیر پنہاں ندارد و تعبیر وقائع از و طلب کند و تعبیر یکہ بر طالب منکشف شود نیز عرض نماید و صواب خطا را از وجوید و بر کشوف خود زینہار اعتماد ننہد کہ حق با باطل دریں دار ممتزج است و صواب با خطا مختلط و بے ضرورت و بے اذن از و جدا نشود کہ غیر او را بروئے گزیدن منافی را او نسبت و آواز خود را بر آواز او بلند نکند و سخن بلند با او نگوید کہ سوء ادب است و ہر فیضے و فتوحیکہ برسد آں را بتوسط پیر تصور نماید و اگر در واقعہ بیند کہ فیضے از مشائخ دیگر رسیدہ است آں را نیز از پیر داند و بداند کہ چوں پیر جامع کمالات و فیوض است فیض خاص از پیر مناسب استعداد خاص مرید ملایم کمال شیخے از شیوخ کہ صورت افاضہ از وے ظاہر شدہ است و مرید رسیدہ است و لطیفہ از لطائف پیر کہ مناسب بآں فیض دارد و بصورت آں شیخ ظاہر شدہ است

بواسطہ ابتلاء مرید آں لطیفہ را شیخ دیگر خیال کردہ است و فیوض را ازاں دانستہ ایں مغلطہ عظیم است حق سبحانہٗ از زلت قدم نگاہدارد و بر اعتقاد و محبت پیر مستقیم دارد بحرمۃ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ بِالْجُمْلَۃِ اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ مثل مشہور است ہیچ بے ادبے بخدا نرسد و اگر مرید در رعایت بعضے از آداب خود را مقصر داند و در ادائے ما ینبغی نرسد و اگر بسعی ہم نتواند از عہدہ برآمد معذور است اما از اعتراف بتقصیر ناچار است و اگر عیاذًا باللّٰہِ سُبْحَانَہٗ رعایت آداب نکند و خود را مقصر ہم نداند از برکات ایں بزرگوار محروم است ؎

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ بود دیدنِ روئے نبی سود نبود

آرے مریدے ببرکت توجہ پیر بمرتبۂ فنا و بقا برسد و راہ الہام و طریق فراست بروے ظاہر شود و پیر آنہارا مسلّم دارد و بکمال او گواہی دہد آں مرید را میرسد کہ در بعضے امور الہامی بہ پیر خلاف کند و بمقتضائے الہام خود عمل کند اگرچہ نزدِ پیر خلاف آں متحقق بود چہ آں مرید دریں وقت از ربقۂ تقلید برآمدہ است و تقلید در حق وے خطا است نے بینی کہ اصحاب پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ در امور اجتہادیہ و در احکام غیر منزلہ با آں سرور خلاف کردہ اند و در بعضے اوقات صواب بجانب اصحاب ظاہر شدہ است کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِ الْعِلْمِ پس معلوم شد کہ خلاف پیر مرید را بعد از رسیدن بمرتبہ کمال مجوز است و سوءِ ادب مبرا است بلکہ اینجا ہمیں ادب است و اگر نہ اصحاب پیغمبر عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کہ بکمال آداب موؤدب بودند غیر از تقلید امر دیگر نمیکردند ابو یوسف را بعد از رسیدن بمرتبہ اجتہاد تقلید ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما خطا است صواب در متابعت رائے خود است نہ رائے ابو حنیفہ قول مشہور است از امام ابو یوسف کہ نَازَعْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ فِیْ مَسْئَلَۃِ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ سِتَّۃَ اَشْہُرٍ شنیدہ باشی کہ تکمیل صناعت بتلاحق

انکار است بریک نکر مانده زیادتی پیدا نکرده نحویکه در زبان سیبویه بوده امروز باختلاف آراء وتلاحق انظار ده صد زیادتی وکمال پیدا کرده است اما چوں بنارا او نهاده است فضل او راست۔ اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِیْنَ لیکن کمال اینها را مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَایُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ حدیث بنولیت علیه وعلی آلهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تذنیب لرفع شبهه لبعض المریدین۔ بدانکه گفته اند اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ احیا و اماتت رُوحی است نہ اماتت جسمی ومراد از حیات وموت وبقا است کہ بمقام ولایت وکمال میرساند وشیخ مقتدا باذن اللّٰه سبحانه متکفل این دو امر است پس چہ را ازیں احیا و اماتت چارہ نہ باشد یحیی ویمیت یَبْعَثُ وَیَحْیِیْ اُحْیَاءَ واماتتِ جسمی را بمنصب شیخی کارے نیست مریداں بمناسبتِ معنویہ منجذب میگردند وآنکہ با این بزرگواراں مناسبت ندارد از دولت کمالاتِ ایشاں محروم است اگرچہ ہزار معجزہ وخوارق وکرامات ببیند ابوجہل وابولہب را شاہد ایں معنیٰ باید گرفت۔ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی فِیْ حَقِّ الْکُفَّارِ۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔

(دفتر اول حصہ پنجم صفحہ ۱۱۳، ۱۱۶ مکتوب نمبر ۲۹۲)

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ سالکان راہ حق دو حال سے خالی نہیں ہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو قابل مبارکباد ہیں، محبت اور انجذاب کی راہ منزل کی طرف ان کو کشاں کشاں لے لئے گی اور مقصود اعلیٰ تک پہنچا دے گی۔ جیسا ادب وعقیدت ان کے لیے درکار ہوگا وسیلہ یا بے وسیلہ ان کو سکھا دے گی۔ اگر ان سے کوئی لغزش بھی ہو جائے گی تو ان کو جلد ہی اس سے آگاہی ہو جائے گی جس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اگر شیخ طریقت کی حاجت ہوگی تو سعی وکوشش کے بغیر اس دولت کی طرف راہ نمائی بھی ہو

جائے گی۔ غرض حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگانِ دین کے شامل حال ہوتی ہے۔ باسبب یا بے سبب۔ ان کی کفایت کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ اور اگر مرید ہیں تو رہنمائے کامل کے بغیر ان کا کام دشوار ہے، رہنما ایسا ہونا چاہیئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہو۔ اور فنا و بقا کے رموز و سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی اشیاءِ باللہ کے انجام تک پہنچا ہو۔ لیکن اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے، اور مرادوں کا تربیت یافتہ ہے تو اس کا وجود کبریت احمر کی مانند ہے۔ اس کا کلام دوا اور نظر شفا ہے۔ مُردہ دل اس کی توجہ سے زندہ ہوتے ہیں اور مرجھائی ہوئی رُوحیں اس کے الطاف و کرم سے تازہ ہوتی ہیں۔ اگر اس قسم کا صاحب نظر پیر نہ ملے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقصوں کی تربیت کرسکتا ہے اور فنا اور بقا کے اسرار تک پہنچا سکتا ہے۔

فرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک اُونچا ہے زمیں سے اے جواں

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل پیر مل جائے تو چاہیئے کہ اس کے وجود کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں تلاش کرے۔ غرض اپنی ہر خواہش اس کی رضا کے تابع بنا دے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں ہے۔ لن یؤمن احدکم حتّٰی یکون هواه تبعا لما جئت به۔ تم سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس امر کی تابع نہ

ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ مجلس صحبت کے آداب و شرائط کو مدِ نظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا نہ ہی مجلس سے کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔ محض ضروری آداب و شرائط لکھے جاتے ہیں جو گوشِ ہوش سے سُننے چاہئیں۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے۔ اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو اور حضوری میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے، حتیٰ کہ جب تک حکم نہ ملے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو۔ البتہ نماز اور دیگر فرائض ضروریہ ادا کر سکتا ہے۔

کسی بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس کا وزیر حضور میں کھڑا تھا۔ اتفاقاً وزیر کی نظر اپنے جامہ پر پڑی تو اس کے بند درست کرنے لگا۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ وزیر میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے تو جھڑک کر کہا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو وزیر ہو کر میرے حضور میں کپڑے کے بند درست کرے۔

سوچنا چاہیے کہ دُنیا کے لیے بھی وسائل کے لیے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو حصول الی اللہ کے وسائل کے لیے ان آداب کی رعایت بہت ہی ضروری ہوگی۔ مرید کو چاہیے کہ ہو سکے تو ایسی جگہ دانستہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے پیراہن یا سایہ پر پڑے، نیز اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے۔ یہاں تک کہ اس کے برتن بھی استعمال نہ کرے۔ اس کے حضور میں پانی نہ پیئے، کھانا نہ کھائے اور کسی سے

گفتگو نہ کرے بلکہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو اور شیخ کی عدم موجودگی میں جس طرف اس کا قیام ہو پاؤں دراز نہ کرے، تھوکے بھی نہیں اور جو کچھ بھی پیر سے صادر ہو اس کو بہتر جانے، اگرچہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو۔ کیونکہ شیخ کامل کا ہر فعل اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے۔ شیخ سے بہ تقاضائے بشریت اگر غلطی سرزد ہو جائے تو اس پر گرفت نہ کرے، بلکہ اُسے اجتہادی غلطی سمجھے۔ جب مرید کو پیر سے محبت ہو تو محبوب سے جو کچھ بھی صادر ہو محب کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی کہاں گنجائش ہے۔ کھانے پینے، پہننے اتباع کے چھوٹے بڑے کاموں میں شیخ ہی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ اور رفتہ بھی اسی طریقہ سے سیکھنی چاہیے۔

آں راکہ در سرائے نگار لیست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

شیخ کی حرکات و سکنات پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے خود وہ رائی کے برابر ہو۔ کیونکہ اعتراض سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے۔ اپنے شیخ سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرات اور وساوس کی وجہ سے ہو کبھی کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایمان نہ باشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات،

البتہ دل میں کوئی شبہ ہو تو بے توقف عرض کرے اگر حل نہ ہو تو شیخ پر کسی قسم کی کوتاہی یا عیب منسوب نہ کرے اور جو واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ واقعات کی تعبیر بھی اُسی سے دریافت کرے۔ اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس جہان آب و گل میں حق و باطل اور خطا و ثواب ملے جلے ہیں بے ضرورت اور بے اِذن علیحدگی نہ اختیار کرے کیونکہ یہ عقیدت اور ارادت کے خلاف ہے۔ اپنی آواز کو شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے۔ نہ ہی بلند آواز سے گفتگو کرے کہ یہ سوءِ ادب ہے اور جو فیض و فتوح پہنچے اپنے شیخ کا ہی ذریعہ سمجھے اور اگر محسوس کرے کہ فیض دیگر مشائخ سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے ہی شیخ سے منسوب کرے۔
جان لے کہ جب شیخ تمام کمالات اور فیوض کا جامع ہے۔ پیر کا فیض مرید کی خاص استطاعت کے مناسب ہوتا ہے۔ یہ بھی پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے۔ بسید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل پیر کے اعتقاد اور محبت پر ثابت قدم رکھے۔ غرض الطریق کلہ ادب مثل مشہور ہے کہ بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو خطاکار سمجھے اور آداب کما حقہٗ ادا نہ کر سکے کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے تو قابل مواخذہ نہیں۔ البتہ اپنے قصور کا اعتراف ضروری ہے اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کہ دا روئے بہ بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت

ہاں وہ مرید جو شیخ کی توجہ اور برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک

پہنچ جائے اور الہام و فراست کا راستہ اس پر کھل جائے۔ جہانتک کہ شیخ بھی اس کے کمال پر شہادت دے۔ ایسے مرید کو لائق ہے کہ بعض الہامی امور میں شیخ کے خلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے کیونکہ مرید اپنے مقام تقلید سے آگے نکل چکا ہے۔ اب تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔ جیسا کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بعض امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برعکس رائے کا اظہار کیا لیکن اوقات حق بجانب صحابہ رضؓ ظاہر ہوا۔ کما لا یخفی علیٰ ارباب العلوم جیسے کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے برعکس نظر آئے تو اظہار جائز ہے۔ یہ بے ادبی نہیں ہے بلکہ ادب ہے ورنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو بدرجہ کمال موؤب تھے تقلید کے سوا کوئی امر نہ کرتے۔ جیسا کہ ابو یوسف کے لیے مرتبہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید نہ کرنا کوئی خطا نہ تھی۔ ایسے مقام پر بہتری ان کی اپنی رائے پر متابعت میں تھی نہ کہ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں۔

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے۔ نازعت ابی حنیفۃَ فِی مسئلۃ خلق القرآن ستۃ اشھر میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلہ پر چھ ماہ تک جھگڑا کیا۔ تو نے سنا ہوگا کہ ہر ایک صفت بہت سے فکروں کے ملنے کے بعد (بنتی ہے) کامل ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی فکر پر رہتی تو کچھ زیادتی حاصل نہ کرتی وہ نحو جو سیبویہ کے زمانے میں تھا آج وہ مختلف راؤں اور بہت سی نظروں اور فکروں کے ملنے سے کئی گنا زیادہ ہوگیا ہے

چونکہ بنیاد اسی نے رکھی ہے اس لیے فضیلت اسی کے لیے ہے، کیونکہ فضیلت متقدمین کے لیے ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ مثل امتی کمثل المطر لایدری اولھم خیر ام اٰخرھم میری اُمّت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ نہیں معلوم اس کا اوّل اچھا ہے یا آخر۔

تذنیب بعض مُریدوں کے شُبہ رفع کرنے کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے:۔ الشیخ یُحیی و یُمیت شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ احیاء و اماتت مقام شیخی کے لوازم سے ہے اس احیاء و اماتت سے مراد رُوحانی احیاء و اماتت ہے نہ جسمانی۔ اور اسی حیات و موت سے مُراد فنا و بقاء ہے۔ جو مقام ولایت و کمال تک پہنچائے اور شیخ مقتدا اللہ تعالےٰ کے اِذن سے ان دو امر کا متکفل ہے۔ پس شیخ کے لیے یہ احیاء و اماتت ضروری ہے اور یحی و یمیت کے معنی یُبقی و یُفنی ہیں۔ یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا جسمانی احیاء و اماتت کو مرتبہ شیخی سے کچھ واسطہ نہیں۔ شیخ مقتدا کہربا کا حکم رکھتا ہے اور جس کسی کو اس سے مناسبت ہو جاتی ہے خس و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور اپنا حصہ اس سے لے لیتا ہے۔ خوارق و کرامات مُریدوں کے جذب کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھنچے چلے آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگوں کے ساتھ نسبت نہیں رکھتا وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اگرچہ ہزارہا معجزے اور خوارق و کرامات دیکھے۔ ابو جہل اور ابو لہب

کا حال اس بات کا شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کے حق میں فرماتا ہے: وان یروا کل ایۃ لا یومنوا بھا حتیٰ اذا جاءوک یجادلونک یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ خواہ یہ لوگ کتنے ہی نشانات و معجزات دیکھیں ان پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں اور جھگڑتے ہیں اور کافر لوگ کہتے ہیں۔ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ والسلام۔

طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت

(۶۳)

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمودہ اند طریق ما اقرب طرق است و فرمودہ اند از حق سبحانہٗ و تعالیٰ طریقے خواستم کہ البتہ موصل باشد و ایں خواست ایشاں باجابت مقرون گشتہ است چنانچہ در رشحات از حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نقل کردہ است چرا اقرب نباشد و موصل نبود کہ انتہاء در ابتداءِ آن اندراج یافتہ است خیلے بید ولتے باشد کہ دریں طریق داخل شود و استقامت نہ دوزد و بے نصیب بر ود۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

آرے اگر طالبے مدست ناقصے افتد گناہ طریق چیست

(دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب ۲۲۱ صفحہ ۷)

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ (اتباع شریعت محمدیہ) سب طریقوں سے افضل و

اقرب ہے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بلشبہ موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہے۔ چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ یہ طریق افضل کیوں نہ ہو جبکہ اس کی ابتدا میں انتہا ہے اور وہ شخص بہت بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے، اور پھر بدنصیب رہ جائے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست :اگر کوئی اندھا ہے تو سورج مجرم نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں پیری مُریدی کے آداب

(۶۴)

مخدوما مکرما پیری و مریدی در طریقہ علیہ نقشبندیہ بتعلیم و تعلّم طریقہ است نہ بکلاہ و شجرہ کہ در سلاسل دیگر متعارف است طریق بزرگواران صحبت است و تربیت ایشاں انعکاسی است لاجرم در بدایتِ ایشاں نہایت دیگران اندراج یافتہ است در راہ اقرب گشتہ نظر ایشاں شافی امراض قلبیہ است و توجہ شانِ دافع علل معنویہ

ے نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

معذور خواہند داشت والعذر عند کرام النّاس مقبول"

(دفتر دوم حصہ ششم صفحہ ۴۹ ۔ مکتوب ۱۸)

ترجمہ: میرے مخدوم مکرم ۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں پیری و مُریدی طریقہ کے سیکھنے اور سکھانے پر منحصر ہے نہ کہ کلاہ و شجرہ پر۔

جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں متعارف اور مشہور ہے۔ ان بزرگوں کا
طریق صحبت ہی ہے اور اُن کی تربیت انعکاسی ہے۔ اسی
لیے ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے اور دیگر
راستوں سے زیادہ قریب راستہ یہی ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو
شفا بخشتی ہے اور اُن کی توجّہ روحانی بیماریوں کو دُور کرتی۔ ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

اُمید ہے کہ معذرت خواہ کو معاف فرمائیں گے۔ ع
والعذر عند کرام النّاس مقبول

ثابت قدمی

(۶۵)

وقد جزم شیخ الاسلام ابن حجر فی کتاب مبذل الماعون فی فضل الطاعون بانّ المیّت بالطّعن لا یسال لانّہ نظیر المقتول فی المعرکۃ وبانّ الصّابر فی الطّاعون محتسبًا یعلم انّہ لا یصیبہ الا ما کتب لہ اذا مات فیہ بغیر الطّعن لا یفتن ایضا لانّہ نظیر المرابط کذا ذکرا الشیخ الاجلّ السیوطی فی کتاب شرح الصّدور بشرح احوال الموتیٰ والقبور وقال وھو متجۂ جدّا وہمچنیں کسیکہ نگریخت و نمرد از جملہ غازیاں و مجاہدانست از جرگہ صابران و بلاکشاں ہر کسے را اجلے است مسمّٰے کہ گنجائش تقدیم و تاخیر ندارد و اکثر گریزپایاں کہ سلامت ماندند بعلت آنکہ اجل ایشاں نرسیدہ بود نہ آنکہ گریختن ایشاں از

مرگ خلاص ساخت واکثر صابراں کہ ہلاک شدند فَلَیْسَ الْفِرَارُ مُنْجِیْ وَلَا الْاِسْتِقْرَارُ
یُھْلِكُ ایں فرار در رنگ فرار یوم زحف است وگناہ کبیرہ است از مکر خداوندلیست
جَلَّ سلطانہ کہ گریزندہا سلامت مانند وصبر کنندگان ہلاک شوند یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ
یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔ شنیدہ می شد از صبر و تحمل شما وامداد واعانت شما مسلمانان
جَزَاکُمُ اللہُ سُبْحَانَہٗ خَیْرًا در تربیت طفلاں وتحمل اَذار ایشاں ولتنگ نشوند
کہ امیدوار ی اجر جزیل براں مرتب است زیادہ چہ نویسد۔ والسلام

(دفتر اوّل حصّہ پنجم مکتوب ۲۹۹ صفحہ ۱۳۸)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب بذل الماعون فی فضل الطاعون میں بالتحقیق لکھا ہے کہ جو شخص طاعون سے مر جائے اس سے قبر میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے جنگ میں قتل ہوا ہو اور جو شخص طاعون میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے وہی کچھ پہنچے گا جو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھا اور مقدر کیا ہے تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے بھی مر جائے تو اس صورت میں بھی اس کو عذاب وسوال قبر نہ ہوگا کیونکہ وہ مرابط یعنی جہاد کے لیے مستعد اور تیار رہے۔

جیسے شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی حال الموتٰی والقبور میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن حجر نے اس کی بہت عمدہ توجیہ کی ہے اور جو شخص نہ بھاگا اور نہ فوت ہوا وہ غازیوں، مجاہدوں اور صابروں اور بلاکشوں کے زمرہ میں سے ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے اجل مقرر ہے۔ جو ہرگز آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ اور اکثر بھاگنے والے جو سلامت رہے ہیں۔ اسی واسطے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اجل نہیں آئی تھی نہ کہ یہ بھاگ کر مرگ سے

بچ گئے اور اکثر صابر لوگ جو ہلاک ہو گئے وہ بھی اجل سے ہلاک ہوئے ہیں۔ پس نہ بھاگنا ہی بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھہرنا ہلاک کرتا ہے، طاعون سے بھاگنا یوم زحف یعنی جنگِ کفار سے بھاگنے کی طرح ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکرو استدراج ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے۔

آپ کے صبر و تحمل اور مسلمانوں کے ساتھ آپ کی امداد اور اعانت کی نسبت بہت کچھ سنا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ بچوں کی تربیت اور اُن کی تکلیف برداشت کرنے سے دِل تنگ نہ ہوں کیونکہ سب سے اجر کی اُمید اسی پر مرتب ہوتی ہے۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسّلام

شیخ طریقت کی تقلید

(۶۶)

تقلید شیخ طریقت ثمرات دارد و در خلاف طریق او خطرہ ہا است زیادہ چہ نویسد۔

(دفتر سوم حصّہ ہشتم صفحہ ۲۳ - مکتوب نمبر ۱۳)

ترجمہ: شیخ طریقت کی تقلید سے بڑے فوائد اور بڑے ثمرات حاصل ہوتے ہیں اور شیخ طریق کے خلاف چلنے میں سراسر خطرات ہیں اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

توجہ کا مرکز ایک ہونا چاہیئے

(۶۷)

اما یک شرط را مرعی دارند و آں وحدت قبلہ توجہ است قبلہ توجہ را متعدد ساختن خود را در تفرقہ انداختن ست مثل مشہور است کہ ہر کہ یکجا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ بر جادہ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحِبِہَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ استقامت کرامت فرماید وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّحِیَّاتُ۔

(دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۵۷ صفحہ ۶۲)

ترجمہ: آپ یہ شرط بھی مدِ نظر رکھیں کہ اپنی توجہ کا مرکز ایک ہی بنائیں۔ توجہ کے متعدد مراکز بنانا اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالنا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ ہر کہ یک جاست ہمہ جاست و ہر کہ ہمہ جاست ہیچ جا۔ جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں۔ حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی راہِ مستقیم پر چلنے میں استقامت بخشے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰت والتحیات۔

اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم پکڑا۔

پیر و مُرشد پر اعتراض سمِّ قاتل ہے

(۶۸)

اعتراض براہل اللہ خصوصاً کہ اسم پیری و مرشدی درمیان باشد و راہ افادہ کشادہ شدہ باشد نباید کرد و آنرا سمِ قاتل باید انگاشت زیادہ برین اطناب ست این چند حروف بواسطہ ارتباط محبت و اخلاص متحریر آوردہ امید ست کہ موجب ملال نشود ثانیاً مصدق میگردد کہ مُلا عُمر و شاہ حسن آدمی زادہ اند خواہان ملازمت ایشاں اند امیدست کہ دخل ملازمانِ خاصہ گردند اسمٰعیل نیز بہمین ارادہ بخدمت آمدہ است اگرچہ پیادہ است اُمیدوارست کہ فراخورِ حالتِ خود بہرہ یابد زیادہ تصدیع نداد والسّلام والاکرام -

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب ۸، صفحہ ۶۹)

ترجمہ: اہل اللہ پر خاص کر جبکہ پیر و مرشد کا واسطہ ہو اور راہ افادہ بھی کشادہ ہو تو ہرگز ہرگز معترض نہ ہونا چاہیئے، بلکہ اُسے زہرِ قاتل سمجھنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہوگی۔ یہ چند باتیں بھی محبت و اخلاص کے رابطہ کے باعث لکھی گئی ہیں، اُمید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہوں گی۔

دوسرے یہ کہ مُلا عمر شاہ حسین شریف زادہ اور خاندانی شریف ہے اور یہ آپ کے ہاں ملازمت کا خواہاں ہے۔ اُمید ہے اس کو آپ اپنے خاص ملازمین میں جگہ دیں گے۔ نیز اسمٰعیل بھی اسی خیال سے حاضرِ خدمت ہے۔ اگرچہ پا پیادہ ہے لیکن توقع ہے یہ بھی اپنی حالت کے مطابق حصہ پائے گا۔ تکلیف کا شکریہ۔

وَالسّلام والاکرام -

اہل اللہ سے دشمنی تباہی ہے

(۶۹)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا خواجہ عبداللہ انصاری میفرمانید الٰہی ہرکرا خواہی براندازی بامادر اندازی بیت ترسم آں قوم کہ بر دردکشاں میخندند۔ برسر کار خرابات کنند ایمان را۔ حق سبحانہٗ وتعالٰی کافۂ اہل اسلام را از انکار فقرا و طعن درایشاں نگاہ دارد۔ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالسَّلَام۔ (دفتر اوّل حصّہ دوم مکتوب ۱۱۸ صفحہ ۱۴۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فلنفسہٖ ومن اساءَ فعلیھا۔ جس نے کوئی نیک کام کیا، تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے اور جس نے کوئی بُرائی کی وہ اسی کے لیے وبال ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔ بیت

نہ ہنس تو مے کشوں پر واعظا ہے ڈر مجھے ایسا
کہ مے خانے کے در پر بیچ جائے تو نہ ایماں کو

حق تعالیٰ سیدالبشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طفیل تمام مسلمانوں کو فقراء کے انکار اور درویشوں کے طعن سے بچائے۔

تصورِ شیخ

(۷۰)

اگر در وقت ذکر گفتن صورت پیر بے تکلف ظاہر شود۔ آنرا نیز بقلب باید برد و در قلب نگاہ داشتہ ذکر باید گفت میدانی کہ پیر کیست پیر آنکس ست کہ از و طریق وصول بجناب قدس خداوندی جل شانہ استفادہ نمائی و مدد ہا و اعانت ہا درین طریق یابی مجرد کلاہ و دامنی و شجرہ کہ عرف شدہ است از حقیقت پیری و مریدی خارج است و داخل رسوم و عادات مگر آنکہ جامۂ تبرک از شیخ کامل و مکمل بدست آری و بالاعتقاد و اخلاص با و زندگانی نمائی۔ احتمال ثمرات و نتائج دریں صورت نیز قوی است۔ (دفتر اوّل حصّہ سوم صفحہ نمبر ۷، مکتوب نمبر ۱۹۰)

ترجمہ: اگر ذکر کے وقت بھی شیخ کا تصور بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہیئے اور قلب پر نگاہ رکھ کر ذکر کرنا چاہیئے۔ تو جانتا ہے پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے تو خدا تعالےٰ کی پاک جناب کی طرف پہنچنے کا رستہ سیکھے اور اس رستہ میں تو اس سے مدد و اعانت حاصل کرے۔ صرف کلاہ دامن اور شجرہ پر نظر رکھنا جو آجکل معروف ہے۔ پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔ البتہ یہ رسم و عادت میں داخل ہے۔ ہاں اگر شیخ کامل سے کوئی کپڑا بطور تبرک مل جائے تو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ اُسے پہن کر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ ایسی صورت میں بے شمار فوائد و ثمرات کے حاصل ہونے کی قوی توقع ہے۔

نماز کی حالت میں شیخ کا تصوّر بے ساختہ آنا

(۷۱)

خواجہ محمد اشرف ورزشِ نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوٰۃ آنرا مسجودِ خود میدانند و مے بینند و اگر فرضاً نفی میکنند منتفی نمیگردد محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب ست بحیثیل کہ از ہزاراں یکے را دہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبت ست محتمل کہ باندک صحبتِ شیخ مقتدا جمیع کمالاتِ اور اجذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ ست، نہ مسجود لہ، چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادتمنداں را میتسر ست تا در جمیع احوال صاحبِ رابطہ را متوسطِ خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ در رنگِ جماعۂ بید ولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ را از شیخ خود منحرف سازند۔

(دفتر دوم حصہ ششم صفحہ ۶۷ مکتوب ۳۰)

ترجمہ: خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ رابطہ کی نسبت یہاں تک غالب ہوگئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں۔ اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہو سکتا۔

اے محبّ محترم طالبانِ حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتدا۔ کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو۔ رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہ، محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے، اس قسم کی دولت سعادتمندوں کو میسر ہوتی ہے تاکہ تمام احوال

ہیں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ سمجھیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجّہ رہیں۔ نہ ان بد بخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجّہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی خانقاہ کے فیوض و برکات

(۷۲)

امیر تیمور گورگان علیہ الرحمۃ بکوچہ بخارا می گزشت اتفاقاً درویشان خانقاہِ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ دراں کوچہ گلیمہائے خانقاہ خواجہ مے فشاندند واز گرد و پاک می کردند از امیر از حسن نشاءِ مسلمانی کہ داشت دراں کوچہ توقف فرمود تا گرد ہائے خانقاہ را عبیر و صندل خود ساختہ برکات و فیوض درویشاں مشرف گردد بگر بایں تواضع و فروتنی کہ با اہل اللہ نمودہ بود بحسن خاتمہ مشرف گشت منقول است کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ بعد از وفات میفرمودند تیمور مرد ایمان برد۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۹۴ مکتوب نمبر ۹۲)

ترجمہ: ایک دن صاحب قران امیر تیمور علیہ الرحمۃ بخارا کی گلی سے گزر رہا تھا۔ اتفاقاً اس وقت حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی خانقاہ کے درویش خانقاہ کی دریوں اور بستروں کو جھاڑ رہے تھے اور گرد سے پاک کر رہے تھے۔ امیر مذکور مسلمانی کے حسنِ خُلق سے جو اس کو حاصل تھا اس کوچہ میں ٹھہر گیا تاکہ خانقاہ کی گرد کو اپنے لیے صندل و عبیر بنا کر درویشوں کی برکات و فیوض سے مشرف ہو۔ شاید اس تواضع اور فروتنی کے باعث جو

اس کو اہل اللہ کے ساتھ حاصل تھی حُسنِ خاتمہ سے مشرف ہوا۔
منقول ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ امیر کے مرجانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ تیمور مرگیا اور ایمان لے گیا۔

عُرس

۷۳

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمت عَلِیّہ نیز برسد دریں اثناء خبر کوچ منتشر گشت لضرورت توقف نمودہ بچند کلمہ نامربوط تصدیع دہ گشت اگر در حضور است و اگر در غیبت ہمگی ہمت خواہاں سلامتی ایشاں است از آنچہ نباید و نشاید و در بعضے اوقات غلبہ خیر اندیشی بر آں می آرد کہ ملکیے ایشاں را اختیار کردہ از آں چہ شایان عتبہ علیہ ایشاں نباشد بتاکید و مبالغہ مانع آید و در مجلس شریف نااہلاں را نگذارد ما میداند کہ جمیع آرزوہا میسر نیست لضرورت بدعائے بظہر الغیب رطب اللسان است شاید کہ در معرض قبول اُفتد حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ از بزرگی و کلانی خود می فرمودند کہ ہر چند کفر است کہ کسے چناں کلاں شود کہ اگر او برہم شود ہمہ عالم برہم شود۔ اما چہ توان کرد کہ ما را بے ما کلاں ساختہ اند امروز آں قسم بزرگی و کلانی نزدیک است کہ در مادہ جناب شما صادق آید چہ رفاہیت شمار فاہیت خلائق است و بالعکس ازیں جاست کہ نزد مردم و دعاء خیر شما در رنگ دعا نزول مطر است۔

(دفتر اوّل حصّہ چہارم صفحہ ۲۴-۲۳ مکتوب ۲۳۳)

ترجمہ: حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت میں بھی

پہنچے۔ اسی اثناء میں روانگی کی خبر پھیل گئی اس لیے توقف کر کے چند نامربوط کلموں سے آپ کو تکلیف دی ہے۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیر حاضر ہو ہر دم آپ کے لیے دُعا گو ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ہر نامناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے۔ بعض اوقات آپ کی خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتا ہے کہ ان کی دلیری اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نااہلوں کو نہ رہنے دے۔ لیکن جانتا ہے کہ اُمیدیں حاصل نہیں ہوتیں۔ ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دُعا سے تر زبان ہے، شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو اپنی مصلحت کے بغیر بڑا بنایا ہے۔ آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارے میں صادق آئے کیونکہ آپ کی خوشحالی خلقت کی خوشحالی ہے اور خلقت کی خوشحالی آپ کی خوشحالی، یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک آپ کی دُعائے خیر بارش کی طرح برس رہی ہے۔

ایصال ثواب کا صحیح تصوّر

۷۴

ایضاً پرسیدہ بودند کہ ختم کلام اللہ کردن و نماز نفل گزاردن و تسبیح و تہلیل کردن

"ثواب آنرا بوالدین یا باستاد یا باخوان دادن بہتر است یا بجے نداون بہتر باشد کہ دادن بہتر است کہ ہم نفع بغیرست وہم نفع بخود و ورنا دان نفع مخصوص بخود ست و نیز شاید بطفیل دیگران آن عمل را قبول فرمائند والسلام ۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۸، ۷ مکتوب نمبر ۷۱)

ترجمہ: نیز آپ نے پوچھا تھا کہ کلام اللہ ختم کرنا اور نماز نفل کا پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب ماں باپ یا اُستاد یا بھائیوں کو بخشنا بہتر ہے یا نہیں ۔ واضح ہو کہ بارگاہ الٰہی میں بخشنا ہی بہتر ہے ۔ کیونکہ اس میں اپنا بھی نفع ہے اور اُن کا بھی اور عجب نہیں کہ یہ عمل صالح دوسروں کی طفیل ہی قبول ہو جائے ۔

نذر مشائخ کا غلط طریق

(۷۵)

"حیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند و سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و دریں باب مبالغہ نمودہ واین ذبح را از جنس ذبائح جن انگاشتہ اند کہ ممنوع شرعیست و داخل دائرہ شرک ازیں عمل نیز اجتناب باید نمود کہ شائبہ شرک دارد وجوہ نذر بسیارست چہ در کارست کہ نذر ذبح حیوانے کنند و از تکاب ذبح آں نمایند و بذبائح جن ملحق سازند و تشبیہ بعبدہ جن پیدا کنند و از ینعالم ست صیام نساء کہ بنیت پیراں و بیبیاں نگاہ دارند و اکثر نامہائے ایشاں را از نزد خود تراشیدہ روزہائے خود را بنام آنہا نیت کنند و در وقت افطار از برائے ہر روزہ طعام خاص بوضع مخصوص

تعیین می نمایند و تعیین ایام نیز میکنند از برائے صیام و مطالب و مقاصد خود را باین روزہ ہا مربوط می سازند و بتوسل این روزہ ہا ازیں ہا حوائج خود میخواہند و روائے حاجات خود را از آنہا امید انند این شرکت در عبادت ست بتوسل عبادت غیر حاجات خود را ازاں غیر خواستن ست شناعت ایں فعل را نیک باید دریافت۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم۔ مکتوب نمبر ۴۱ صفحہ ۹۴)

ترجمہ: اور جانوروں کو جو کہ مشائخ کی نذر کئے جاتے ہیں اور ان کی قبروں کے سرہانے جاکر ان کو ذبح کرتے ہیں۔ فقہ کی روایات میں اس امر کو شرک میں شامل کیا گیا ہے۔ اور اس معاملہ میں مبالغہ پیدا ہوتا ہے اور اس ذبح کو ذبائح جن کی قسم سمجھتے ہیں جو کہ شرعی طور پر منع اور شرک میں داخل ہے اور اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ نذر کے بہت سے طریقے ہیں کیا ضروری ہے کہ کسی حیوان کا ہی ذبح نذر کریں اور اس کے ذبح کے مرتکب ہوں۔ اور اُسے ذبائح جن کی مانند ٹھہرائیں اور اس کے بندوں کو جن سے تشبیہہ دیں۔ ایسا ہی ہے کہ عورتیں پیروں اور بیبیوں کے لیے نیت کر کے روزے رکھتی ہیں اور اکثر اپنے پاس سے ان کے نام مقرر کر لیتی ہیں۔ اپنے ان روزوں کو ان کے نام منسوب کر دیتی ہیں اور افطار کے وقت ہر روزہ کے لیے خاص طرز کا کھانا تعین کرتی ہیں۔ ایسے روزوں کے لیے دن بھی مقرر کر لیتی ہیں۔ پھر اپنی مرادیں اور مقاصد ان روزوں کے ساتھ مربوط کر لیتی ہیں اور ان روزوں کی وساطت سے ان سے (پیروں اور بیبیوں) اپنی حاجات چاہتی ہیں اور ان کو اپنا حاجت روا سمجھتی ہیں۔ یہ عبادت میں شرک ہے اور غیر کی عبادت کے وسیلہ سے اپنی

حاجات کو ان غیروں سے طلب کرنا ہے۔ اس بڑے عمل کو اچھی طرح جان لینا چاہیئے۔

ایصال ثواب کا مجدّدی طریق

(۷۶)

پیش ازیں بچند سال داب فقیر آن بودہ کہ اگر طعام مے پخت مخصوص بر وحانیت مطہرۂ اہل عبا می ساخت با آن سرور امیر و حضرت فاطمہ رضؓ و حضرت امامین رضی اللہ عنہم میکرد وَعَلَیْھِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ شبے در خواب می بیند کہ آں سرور حاضر است عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فقیر بر ایشاں عرض سلام میکند متوجّہ فقیر نمی شوند ورُو بجانب دیگر دارند دریں اثناء بفقیر فرمودند کہ من طعام درخانۂ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد درخانۂ عائشہ فرستد ایں زمان فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آں بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہ را دراں طعام شریک نمی ساخت بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اند شریک میساخت و جمیع اہل بیت توسل مینمود۔

(دفتر دوم حصہ ششم صفحہ ۸۵ مکتوب نمبر ۳۶)

ترجمہ: چند سال پیشتر فقیر کا یہ طریق تھا کہ للہ طعام پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا کی ارواحِ پاک کو نذر کر دیا کرتا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امامین رضی اللہ عنہما کو بھی شامل کر لیتا۔ ایک رات فقیر نے عالم خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام نیاز

عرض کیا تو حضور فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کرے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ آنحضور کی توجہ نہ فرمانے کا باعث یہ تھا کہ میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریکِ طعام نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلکہ تمام امہات المومنین کو جو اہل بیت ہیں شریک کر لیا کرتا اور تمام اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ بناتا۔

اِیصالِ ثواب کا مقصد

(۷۷)

ثالثاً لائح باد کہ مکتوب مرغوب اخوی شیخ حبیب اللہ رسید از فوتِ والد مرحوم خود نوشتہ بودند اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن از جانب فقیر دعا رسانیدہ عزائے مصیبت نمایند و گویند کہ مدعا و فاتحہ و صدقہ و استغفار امداد و اعانت والد مرحوم خود نمایند فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ وَلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ۔

(دفتر اوّل حصہ پنجم صفحہ نمبر ۴۳ مکتوب نمبر ۲۷۸)

ترجمہ: تیسرے واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ انھوں نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کی نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فقیر کی طرف سے دُعا پہنچا کر ماتم پُرسی بجا لائیں اور کہیں کہ دُعا و فاتحہ و صدقہ و استغفار سے

اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں۔ فان المیت کالغریق یَنتَظِرُ دَعوۃً تَلحَقُہٗ مِنْ وَالِدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ۔ مُردہ غریق کی مثال ہوتا ہے جو دُعا کا منتظر رہتا ہے۔ جو اس کے لواحقین و خاندان، ماں، باپ، بیٹے، برادر یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

ایصالِ ثواب کا فائدہ

(۷۸)

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ در شان او ثابت مصیبت بر رفتن نیست بر حال رونده الی الحبیب ست تا با او چه معامله کنند بدعا و استغفار و تصدق امداد باید نمود قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مَا المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث یَنْتَظِرُ دعوۃً تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وَمَا فیھا وان اللہ تعالیٰ لَیُدْخِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِن دُعَاءِ اھل الارض امثال الْجِبَالِ من الرحمۃ وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ الی الاَموَاتِ الاستغفار لھم۔ التفات نامہ رسید ہوائے برما بر فقراء بسیار شدید است و الّا خود را معاف نمیداشت سفارشش بتاکید نوشتہ است انشاء اللہ تعالیٰ سود مند گردد زیادہ تصدیع است محبت شعاری قاضی حسن و سائر اعزہ دعوات فراواں مطالعہ نمایند و از حق تعالیٰ در جمیع امور راضی و شاکر باشند۔

(دفتر اوّل حصہ دوم صفحہ ۱۰۶ مکتوب نمبر ۱۰۴)

ترجمہ: الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اس کی شان میں ثابت ہے۔ چلے جانے (مرنے)

پر مصیبت نہیں ہے بلکہ جانے والے کے حال پر ہے کہ دیکھئے اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ دُعا و استغفار و صدقہ سے امداد کرنی چاہیئے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت قبر میں فریاد چاہنے والے غریق کی طرح ہوتی ہے۔ اور اس دُعا کی منتظر ہوتی ہے جو اس کو ماں باپ برادر یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جس وقت وُہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بھی بہتر ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین پر رہنے والوں کی دُعا سے اہل قبور پر بڑی رحمت نازل فرماتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ مُردوں کے لیے مغفرت کی دُعا مانگنا ہے۔ آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ موسم سرما کی ہَوا فقیروں پر سخت ہوتی ہے ورنہ کبھی اپنے آپ کو معذور نہ رکھتا۔ سفارش تاکید سے لکھی ہے، اِنشاء اللہ فائدہ مند ہو گی۔ زیادہ لکھنا سر دردی ہے۔ محبت سے سرشار قاضی حسن اور تمام عزیز بہت بہت دعوات کا مطالعہ کریں اور تمام امور میں حق تعالیٰ سے شاکر اور راضی رہیں۔

مرحوم کے لیے فاتحہ کہنی چاہیئے

۷۹

فوت مغفرت پناہی میاں شیخ جمال جمیع اہل اسلام را باعث حزن و تفرقہ است مخدوم زادہ ہائے ایشاں را از جانب فقیر عزا نمودہ فاتحہ خوانند ۔ والسّلام۔

(حوالہ : دفتر اوّل حصّہ اوّل صفحہ نمبر ۹۹ مکتوب نمبر ۱۳۷)

ترجمہ : مغفرت پناہ میاں شیخ جمال کے فوت ہونے سے تمام

اہلِ اسلام کو غم والم لاحق ہوا۔ ان کے مخدوم زادوں کے ہاں فقیر کی طرف سے ماتم پرسی کریں۔ نیز ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ بھی پڑھیں۔ والسّلام۔

اپنے محسن کے لیے ایصالِ ثواب لازم ہے

(۸۰)

ولیِ نعمت مرحوم شمار درین اوان بسے مغتنم بودند الحال برشما زان لازم ست کہ مکافاتِ احسان باحسان بجنید و بدعا و صدقہ ساعت فساعت مدد نمائید۔

(حوالہ: دفتر اوّل حصّہ دوم صفحہ نمبر ۸۱ مکتوب نمبر ۸۹)

ترجمہ: آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود بہت غنیمت تھا۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کریں۔ اور دُعا صدقہ سے ہر گھڑی اُن کی مدد کریں۔

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

(۸۱)

و فوق جمیع اینہا آن موطن است کہ مخبر صادق عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ازاں خبر دادہ و فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْھَا رَبُّنَا ضَاحِکًا پس پایانِ ترجمیع ظہوراتِ دُنیا و مافیہا آمد و بالاترجمیع آنہا آں جنت بلکہ دنیا اصلا از مواطنِ ظہور نیست ظہوراتِ ظلال و نمودا

مثال کہ مخصوص دُنیا است نزدِ فقیر معدود واز اُمورِ دنیویہ اند فی الحقیقت داخل دائرہ امکان آں ظہورات را خواہ تجلیاتِ صفات گویند وخواہ تجلیاتِ ذاتِ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا فقیر دنیا را بتمام کہ ملاحظہ مینماید خالی محض می یابد ورائحہ مطلوب آنجا بمشام او نمیرسد غَایَۃُ مَا فِی الْبَابِ مزرعہ الیست مر آخرت را مطلوب را اینجا جُستن خود را پریشان کردن است یا غیر مطلوب را مطلوب دانستن چنانچہ اکثر باّن گرفتار اند وبخواب وخیال آرام گرفتہ اند نماز است دریں موطن کہ خبرے از اصل دارد وبوئے از مطلوب می آرد وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ (دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۶۳ صفحہ نمبر ۱۰۱)

ترجمہ: تمام مقامات سے اعلیٰ و برتر مقام وُہ ہے جس کے متعلق مخبرِ صادق صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْہَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْہَا رَبُّنَا ضَاحِکًا اللہ تعالیٰ کی ایک جنّت ہے جس میں نہ کوئی حُور ہے، نہ کوئی محل۔ اس میں اللہ تعالےٰ مُسکراتے ہوئے تجلّی فرمائیں گے۔

پس تمام ظہورات میں سے ادنیٰ ظہورِ دُنیا ومافیہا کا ہے اور اعلےٰ ظہورِ جنّت الفردوس کا۔ بلکہ یہ دُنیا ظہور کا مقام نہیں ہے۔ جو ظلّی ظہورات اور مثالی نمائش دُنیا کے ساتھ مخصوص ہیں فقیر کے نزدیک سب امورِ دنیا میں شمار ہیں اور حقیقت میں وہ ظہورات خواہ تجلیات صفات ہوں خواہ تجلیات ذات سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالےٰ اس بات سے جو لوگ کہتے ہیں، بہت بلند ہے۔

فقیر جب دُنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی

پاتا ہے اور مطلوب کی خوشبو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا اپنے آپ کو پریشان کرنا یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس دُنیا میں گرفتار ہیں اور محو خواب و خیال ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ خبر رکھتی ہے اور مطلوب کی خوشبو لاتی ہے۔ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اس کے سوا سب کچھ بے فائدہ اور رنج آور ہے۔

دُرستی عقائد

(۸۰۲)

پس تا تصحیح عقائد نہ نمائید علم باحکام شرعیہ فائدہ نمیدہد تا این ہر دو محقق نشوند عمل نافع نباید و تا این ہر سہ میسر نگردند حصول تصفیہ و تزکیہ محال است بعد ازیں چہار رکن با متممات و مکملات اینہا کالسُّنَنِ مُکَمِّلَۃٌ لِلْفَرْضِ ہر چہ ہست از فضول است و داخل دائرہ مالایعنی وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْهِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا یَعْنِیْهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ۔ (دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۵۷ صفحہ ۳۳)

ترجمہ: جب تک عقائد درست نہ ہوں احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا اور جب تک دونوں متحقق نہ ہوں اعمال و افعال نافع نہیں ہوتے۔ پھر جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہوں، تصفیہ و تزکیہ نفس حاصل ہونا محال ہے۔ بعد ازاں ان ہی چار

ارکان سے متممات و مکملات سے ہے (جیسا کہ سنّت فرض کو مکمّل کرنے والی ہے) اس کے سوا سب کچھ فضول ہے۔ اور حلقہ لایعنی میں داخل ہے وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ وَاشْتِغَالُہٗ بِمَا یَعْنِیْہِ لایعنی اور بے ہودگی کو ترک کرنا اور فائدہ مند باتوں میں مشغول ہونا انسان کے لیے احسن ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

اہل السُنّت والجماعت

(۸۳)

اَما دلیلے کہ پیغمبر صادق علیہ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا بر تمیز فرقۂ واحدہ ناجیہ ازاں فرقِ متعددہ فرمودہ است اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنے آں فرقہ واحدہ ناجیہ آنانند کہ ایشاناں بطریقے اند کہ من برآں طریقم واصحاب من برآں طریق اند ذکر اصحاب باوجود کفایت بذکر صاحب شریعت علیہ الصَّلوٰۃ والتحیۃ درین موطن برائے آں تو اند بود۔

(دفتر اوّل حصّہ دوم مکتوب نمبر ۸۰ صفحہ نمبر ۱۷)

ترجمہ: ایک دلیل جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کے متعلق تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ میں وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ صحابہ کرام کے طریقہ کا ذکر ہی

صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے کافی ہے۔
اِن کے لیے کسی دیگر دلیل کی ضرورت نہیں۔

پیرِ کامل طالب کی استعداد سے زیادہ مدارج طے کرا سکتا ہے

(۸۳)

پرسیدہ بودند محبت آثارا اختفائی بعضے از لطائف در مرتبہ قلب مقصور بر آں لطائف است کہ قلب متضمن آنہا است در ماورائے قلب تحقق دارند کہ اختفائے آں ہا در مرتبہ قلب معنے ندارد دیگر شخصے را کہ استعدادش تا مرتبہ قلب یا روح است، پیر صاحب تصرف تواند اورا بمراتب فوق رساند اما ایں جا دقیقہ الیست کہ بحضور تعلق دارد تحریر بیان آں متعسر است دیگر چوں ظاہر برنگ باطن متلون شود باطن بلون ظاہر منصبغ گردد چہ دشوار است کہ احکام ظاہر در باطن و احوال باطن در ظاہر پیدا آید۔
(دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۸۸ حصہ سوم صفحہ ۷۵-۷۴)

ترجمہ: آپ نے دریافت کیا تھا اے محبت کے نشان والے مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا اِن لطائف پر ہی موقوف ہے۔ جن کا متضمن قلب ہے نہ ان لطائف پر جو قلب کے ماسوا مستحق ہیں۔ کیونکہ مرتبہ قلب میں ان کا پوشیدہ ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ دوسرے یہ کہ اس شخص کو جس کی استعداد مرتبہ روح یا قلب تک ہے۔ پیر صاحبِ تصرف اس کو مرتبہ فوق تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک ایسا دقیقہ ہے جو حضور سے تعلق رکھتا ہے جس کا بذریعہ تحریر بیان کرنا مشکل ہے۔ دوسرے یہ کہ جب ظاہر باطن کے رنگ میں اور باطن ظاہر کے رنگ میں رنگا جائے تو پھر کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احوال

ظاہر میں پیدا ہو جائیں۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا

(۸۵)

جمہور علماء اہل حق بر آنند کہ خواص بشر افضل اند از خواص ملک امام غزالی و امام الحرمین و صاحب فتوحات مکیہ با فضلیت خواص ملک از خواص بشر قائل اند و آنچہ بریں فقیر ظاہر ساختہ اند آنست کہ ولایت ملک افضل است از ولایت نبی علیہم الصلوات والتسلیمات اما در نبوت و رسالت درجہ ایست مر نبی را کہ ملک بآن نرسیدہ است و آن درجہ از راہ عنصر خاک آمدہ است کہ مخصوص بہ بشر است و نیز بریں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ کمالات ولایت را نسبت بکمالات نبوۃ ہیچ اعتدادے نیست کاش حکم قطرہ داشت نسبت بدریائے محیط پس مزیتے کہ از راہ نبوت آید با اضعاف زیادہ خواہد بود ازاں مزیت کہ از راہ ولایت حاصل شود پس افضلیت مطلق مر انبیاء را بود علیہم الصلوات والتسلیمات وفضل جزئی مر ملائکہ کرام راست علیٰ نبینا و علیہم الصلوات فالصواب ما قال الجمہور من العلماء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم ازیں تحقیق لائح گشت کہ ہیچ ولی بدرجہ نبی از انبیاء نرسد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بلکہ سر آن ولی ہمیشہ زیر قدم آں نبی بود باید دانست کہ در ہر مسئلہ از مسائل کہ علماء و صوفیہ در آں اختلاف دارند چوں نیک ملاحظہ می نماید حق بجانب علماء مے یابد سرش آنست کہ نظر علماء بواسطہ متابعت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بکمالات نبوت و علوم آں نفوذ کردہ است و نظر صوفیہ بر کمالات ولایت و معارف آنست پس ناچار علمیکہ از مشکوٰۃ نبوت اخذ نمودہ شود اصوب و احق

خواہد بود ازاں چہ از مرتبۂ ولایت ماخوذ شود تحقیق بعضے ازیں معارف در مکتوبیکہ بنام فرزندی ارشدی در بیان طرق نوشتہ است۔ اندراج یافتہ است۔

(دفتر اوّل حصّہ چہارم مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۱۱۲، ۱۲۴)

ترجمہ: جمہور علماء اہلِ حق اس بات کے قائل ہیں کہ بشر کے خصائص فرشتوں کے خصائص سے افضل ہیں۔ امام غزالی اور امام الحرمین اور صاحب فتوحات مکیّہ اس بات کے قائل ہیں کہ خواص ملک خواص انسان سے افضل ہیں اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی کی ولایت سے افضل ہے لیکن نبوت اور رسالت کے درمیان نبی کے لیے ایک ایسا درجہ ہے جہاں تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی راہ سے ظاہر ہوا ہے جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالات ولایت کمالات نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ مگر افسوس ایسا نہیں ہے۔ نبوت کی افضلیت ولائت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پس افضلیت مطلق انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا حصّہ ہے۔ فضیلت جزوی ملائکہ مقربین کے لیے ہے، پس بہتر وہی ہے جو جمہور علماء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے کہا ہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس ولی کا سرچشمہ نبی کے قدموں میں ہوتا ہے، جاننا چاہیئے کہ ان مسائل میں صوفیاء و علماء کا باہم اختلاف ہے۔ لیکن جب اچھی طرح غور و فکر کیا جائے تو حق بجانب علماء ہی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے علماء کی نظر انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام

کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات پر ہوتی ہے اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک محدود۔ پس وہ علم جو نبوت کی مشکوٰۃ سے حاصل کیا جائے وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے کئی درجے بہتر اور حق ہوگا۔ بعض معارف کی تحقیق اس مکتوب میں جو اپنے فرزند ارشد کے نام ہے درج ہو چکی ہے۔

کمال ایمان اور خطرات و وساوس

(۸۶)

کمال ایمان عبارت از کمال یقین است و کمال یقین مترتبت بر کمال قرب و ہر چند قلب و مافوق او را از لطائف قرب الٰہی جل شانہ بیشتر پیدا شود ایمان و یقین زیادہ تر خواہد بود و بی متعلقی او بقالب افزوں تر خواہد گشت این زمان خطرات در قالب بیشتر ظہور خواہد یافت و وساوس نامناسب تر لائح خواہد گشت پس ناچار سبب خطرات شو کمال ایمان بود پس منتہا نہایت النہایت را ہر چند خطرات بیشتر و نامناسب تر اکملیت ایمان زیادہ تر چہ کمال ایمان تقاضای بی مناسبتی تام دارد با لطف لطائف ربلطیفہ قالب و این بی مناسبتی ہر چند افزوں تر قالب خالی تر و بظلمت و کدورت نزدیک تر و ورود خاطر و وساوس در آن بیشتر بخلاف مبتدی و متوسط کہ این قسم خاطر ایشان را سم قاتل ست و زیادتی بخش مرض باطن فلا تکن من القاصرین این معرفت از معارف غامضہ این درویش است والسلام علی من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والسلام۔

(دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۱۶، صفحہ ۶۷)

ترجمہ: کمال ایمان مراد ہے کمال یقین سے اور کمال یقین، کمال قرب سے مترتب ہے اور قلب اور اس کے اُوپر کے لطائف کو جس قدر قربِ الٰہی زیادہ حاصل ہوگا اُسی قدر کمال و یقین بھی زیادہ ہوگا اور قالب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہوگی۔ اس وقت خطرات قالب میں زیادہ تر ہوں گے۔ اور بہت نامناسب وسوسے ظاہر ہوں گے۔ پس ناچار بُرے خطرات کا سبب کمال ایمان ہوگا۔ پس نہایت النہایت کے منتہیٰ کو جس قدر خطرات زیادہ اور نامناسب ہوں گے اُسی قدر ایمان کی اکملیت زیادہ تر ہوگی، کیونکہ کمال ایمان اس امر کا مقتضی ہے کہ الطف لطائف کو لطیفہ قالب کے ساتھ زیادہ بے مناسبتی ہو اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی اُسی قدر قالب زیادہ خالی اور ظلمت و کدُورت کے زیادہ نزدیک اور خطرے اور وسوسے اس میں زیادہ ہوں گے، برخلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کے لیے زہر قاتل ہیں اور باطن کو نقصان دینے والے" پس تو کم ہمت نہ ہو" یہ معرفت اسی درویش کے پوشیدہ معارف میں سے ہے اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے راستے پر چلا اور جس نے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

نماز میں لذّت کا حصول!

(۸۷)

بحاجی حضر افغان صدور یافتہ در علو شان نماز کہ منوط ست کمال آن بنہایۃ

النہایت و ما نیا سبب ذٰلک مکتوب مرغوب رسید مضمون بوضوح پیوست التذاذ در عبادات و رفع کلفت در ادائی آنہا از اجل نعم حق است سبحانہ خصوصاً در ادائی صلوٰۃ کہ غیر منتہی را میسر نیست علی الخصوص در ادائی فرائض صلوٰۃ زیراکہ در ابتدا نہایت باداے صلوٰۃ نافلہ متلذذ می سازند و در نہایت النہایت این نسبت بفرائض منوط می گردد و در ادائے نوافل خود را بیکار می داند کار عظیم نزد ما ادائی فرائض ست و بس مصرع این کار دولت است کنون تا کرا رسد باید دانست التذاذی کہ در حین ادا صلوات دست می دہد نفس را اصلا دران حظی نیست در عین این التذاذ او در نالہ و فغان ست سبحان اللہ چہ رتبہ الیست مصرع ھنیئاً لارباب النعیم نعیمہا امثال ما مردم بوالہوس را گفت وشنود این سخنان ہم مغتنم ست مصرع باری بہیچ خاطر خود شاد میکنم و نیز بدانند کہ رتبہ نماز در رنگ رویۃ ست در آخرت نہایت قرب در دنیا در نماز ست و نہایت قرب در آخرت در حین رویۃ است و بدانند کہ سائر عبادات وسائل اند برای نماز و نماز از مقاصد است والسلام والاکرام۔

(دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۱۶ مکتوب نمبر ۱۳۷)

ترجمہ : حاجی خضر افغان کی طرف صادر فرمایا :۔

مکتوب مرغوب پہنچا مضمون معلوم ہوا۔ عبادات میں لذت حاصل ہونا اور ان کے ادا کرنے میں تکلیف کا رفع ہونا حق تعالےٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ہے۔ اس سے زیادہ خاص کر نماز فریضہ کے ادا کرنے میں۔ کیونکہ ابتداء میں نماز نفل کے ادا کرنے میں لذت بخشتے ہیں اور نہایت النہایت میں یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے اور نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بیکار جانتا ہے۔ اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا ہی بڑا کام ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند
بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

جاننا چاہیئے کہ وہ لذت جو نماز ادا کرنے کے وقت حاصل ہوتی ہے نفس میں اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ اُس لذت حاصل کرنے کی صورت وہ نالہ وفغان میں ہے سبحان اللہ کیا عجب رُتبہ ہے۔

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمہا
مبارک ہو منعموں کو اپنی دولت

ہم جیسے حریص آدمیوں کو اس قسم کی باتیں کہنی اور سُننی بھی غنیمت ہیں۔

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم

ترجمہ: بارے اسی خیال سے کرتا ہوں دل کو خوش۔

اور نیز جان لیں کہ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں رویت کے رُتبہ کی طرح ہے۔ دُنیا میں بہت قرب نماز میں ہے اور آخرت میں نہایت قرب رویت کے وقت اور جان لیں کہ باقی تمام عبادات نماز کے لیے وسیلہ ہیں اور نماز اصلی مقصد ہے۔ والسلام والاکرام۔

نماز تہجد کو باجماعت ادا کرنا خلافِ سُنّت ہے

(۸۸)

بعضی از خلفای متاخرین این طریقہ علیہ دریں طریق نیز احداثہا نمودہ اند

روش اصل اکابر از دست داده جمعی از مریدان ایشان اعتقاد آن دارند
که باین محدثات تکمیل این طریقہ نموده اند حاشا وکلا کبرت کلمۃ تخرج
من افواہھم بلکہ تخریب وتضیع آن کوشیده اند افسوس ہزار افسوس
بعضی از بدعتہا کہ در سلاسل دیگر اصلا موجود نیست درین طریقہ علیہ احداث
نموده اند و نماز تہجد را بجماعت می گزارند از اطراف و جوانب درآن وقت
مردم از برای نماز تہجد جمع می کردند و بجمعیت تمام ادامی نمایند و این
عمل مکروه است بکراہت تحریمیہ از جمعی فقہا کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند
جواز جماعت نفل را مقید بناحیہ مسجد ساختہ زیاده از سہ کس را باتفاق مکروه
گفتہ اند و ایضاً نماز تہجد را باین وضع سیزده رکعت می دانند کہ دوازده
رکعت را ایستاده می گزارند و دو رکعت را نشستہ تاحکم یک رکعت
پیدا کند و آن سیزده گردد نہ چنین ست حضرت پیغمبر ما علیہ وعلی آلہ الصلوات
والتسلیمات کہ گاہی سیزده رکعت ادا فرموده اند و گاہی یازده و گاہی
نہ گاہی ہفت نماز تہجد ہمراه وتر بحکم فردیہ پیدا کرده است نہ آنکہ در دو
رکعت قعود را حکم یک رکعت قیام داده اند منشاء امثال این علم وعمل عدم
تتبع سنت سنیہ مصطفویہ است علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ عجب
است در بلاد علماء کہ ماورای این مجتہدین ست علیہم الرضوان این قسم
محدثات رواج یافتہ باآنکہ بافقیران علوم اسلامیہ را از برکات ایشان
استفاضہ می نمایم واللہ سبحانہ الملہم للصواب ؎

دانم کہ پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

(دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۶۸ صفحہ نمبر ۸۷)

ترجمہ : طریقۂ علیہ کے بعض متاخرین خلفاء
نے اس طریق میں بھی نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان بزرگوار

کے اصل راستہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ ان کے بعض مریدوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ان نئی نئی باتوں نے اس طریقہ کو کامل کر دیا ہے، ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔

منہ چھوٹا اور بات بڑی۔ بلکہ انھوں نے اس کے خراب اور ضائع کرنے میں کوشش کی ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا وہ اس طریقہ علیہ میں پیدا کر دی ہیں۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد و نواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے۔ بکراہت تحریمہ۔

بعض فقہائے جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے اور نفل کی جماعت کو مسجد کے ایک کونے میں جائز قرار دیا ہے۔ تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا اور نماز تہجد کو اس وجہ سے تیرہ رکعت جانتے ہیں جن میں سے بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت کو بیٹھ کر تاکہ ایک رکعت کا حکم پیدا کریں اور اس سے مل کر تیرہ ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

ہمارے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کبھی تیرہ رکعت ادا کی ہیں اور کبھی گیارہ رکعت اور کبھی نو اور کبھی سات۔ تو اس میں نماز تہجد کے ساتھ وتر نے مل کر فردیت کا حکم پیدا کیا ہے۔ نہ یہ کہ بیٹھ کر دو رکعت ادا کرنے کو کھڑے ہو کر ایک رکعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس قسم کے علم وعمل کا باعث سنت سنیہ

مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عدم اتباع ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ علماء ہی کے شہروں میں جو مجتہدین علیہم الرضوان کا وطن ہے اس قسم کے محدثات اور بدعات رواج پا گئے ہیں، حالانکہ ہم فقیر اسلامی علوم انہی کی برکت سے حاصل کرتے ہیں۔ واللہ سبحانہٗ الملہم للصواب۔ اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

غم دل کو ظاہر اس لیے نہیں کرتا کہ ڈرتا ہوں کہ میرا دل ہی سن سن کر آزردہ نہ ہو جائے۔

فقراء کی اغنیاء سے ملاقات میں قابلِ اعتراض پہلو

(۸۹)

مخدوما فقراء را با اغنیاء آشنائی کردن درین زمان بسیار متعسر است اگر فقراء بگفتن یا نوشتن راہ تواضع و حسن خلق کہ از لوازم فقر است پیش می گیرند کوتہ اندیشاں از سوء ظن خود می انگارند کہ طامع و محتاج اند لاجرم درین ظن خسر الدنیا والآخرۃ می گردند واز کمالات این بزرگواران محروم می مانند واگر فقراء با ستغنا کہ از لوازم فقر است حرف می زنند قاصر نظران از بد خلقی خود قیاس می کنند کہ متکبر و بد خلق اند نمی دانند کہ استغنا نیز از لوازم فقر است کہ جمع ضدین از اینجا از استحالہ بر آمدہ است ابو سعید خرازی می فرماید عرفت ربی بجمع الاضداد وہر چند ارباب نظر این مقدمہ را قبول نمی کنند و محال انگارند لیکن غم نیست طور ولایت ورای طور نظر عقل است باقی احوال را میر مولانا بہ تفصیل معروض خواہند داشت والسلام علی من اتبع الہدی۔

(دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۸ صفحہ نمبر ۷۸ حصہ سوم)

ترجمہ: میرے مخدوم! فقیروں کو دولت مندوں کے

ساتھ واقفیت پیدا کرنا اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقرا کچھ کہنے یا لکھنے میں تواضع اور حُسنِ خلق جو فقر کے لوازم میں سے ہے، ظاہر کرتے ہیں تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں۔ اس لیے اس بدظنی سے دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں اور اُن کے کمالات سے محروم رہتے ہیں، اگر فقراء استغناء اور لاپرواہی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے، کوئی بات کریں تو کوتاہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخُلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغناء بھی لوازم فقر میں سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ربّ کو ضدوں کے جمع ہونے سے پہچانا۔" اگرچہ اہل نظر اس مقدمہ کو قبول نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں اور محال جانتے ہیں۔ لیکن کچھ غم نہیں، کیونکہ ولایت نظر و عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ باقی احوال کو مفصل طور پر میر مولانا عرض کریں گے اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

ضروری کام آج ہی کرنا چاہیئے

(۹۰)

نیز بملا محمد صدیق صدور یافتہ در منع از تسویف حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ در مدارج قرب عروجات بی اندازہ کرامت فرماید بحرمۃ سیّد المرسلین علیہ وعلےٰ آلہ الصلوات والتسلیمات انہا محبّت آثار الوقت سیف قاطع معلوم نیست نا فردا فرصت وہند یا نہ امرا ہم را امروز باید کرد و غیر اہم را فردا با بیا نداخت حکم عقل اینست

نہ عقل معاش بلکہ عقل معاد زیادہ بریں چہ نولیسد والسلام۔

(دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۳۴ صفحہ ۱۴۰ حصہ سوم)

ترجمہ: سَوْفَ اَفْعَلُ (کر لونگا) کہنے سے منع کرتے ہیں۔

مُلّا محمد صدیق کی طرف لکھا گیا۔ حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طفیل قرب کے درجوں میں بے اندازہ عروج کرامت فرمائے۔ اے محبت کے نشان والے اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ معلوم نہیں کل تک فرصت دیں یا نہ دیں' ضروری کام آج ہی کرنا چاہیئے اور غیر ضروری کام کو کل پر ڈالنا چاہیئے۔ عقل کا حکم یہی ہے۔ عقل معاش کا نہیں۔ بلکہ عقل معاد کا اس سے زیادہ کیا لکھا جائے والسلام۔

مطلوبِ حقیقی کے حاصل کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیئے

(۹۱)

نیز ملا محمد صدیق صدور یافتہ در منع از تسویف و تاخیر در تحصیل مطلوب حقیقی مکتوب مرغوب وصول یافت چوں قاصد اواخر عشرہ متبرکہ رسید بعد از مضی آں بجواب کتابتہا پرداخت جواب کتابت خانخاناں وجواب کتابت خواجہ عبد اللہ را نیز نوشتہ فرستادہ است ملاحظہ خواہند نمود رفتن شما دریں دفعہ بلشکر معقول فقیر نمی شود تا حکمت چہ باشد والامر عند اللہ سبحانہٗ ملاحظہ فرمایند کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ از کمال کرم قوت یومیہ عطا فرمودہ است ایں را غنیمت شمردہ کار خود باید کرد و نہ آنرا وسیلۂ قوت دیگر باید ساخت کہ کار بہ تسلسل می کشد و درویشی طول امل کفر است و

معاملہ تخلیص از قرض معلوم نیست کہ از خواجگی صورتے پیدا کند و اگر اشتباہی دارند بایدبخواجگی چیزی نوشت منقح وصریح اگر او در جواب ہم منقح بنویسد و وعدۂ موکد مفہوم شود باین نیت بروا اما علاج تسویف و تاخیر چہ باشد ہرچہ کنند زود تر بکنند کہ فرصت بسیار غنیمت ست۔

(دفتر اول مکتوب نمبر ۱۳۶ صفحہ نمبر ۱۶ حصہ سوم)

ترجمہ: ملا محمد صدیق کو لکھا گیا۔ مکتوب مرغوب موصول ہوا چونکہ قاصد عشرہ متبرکہ کے اخیر میں پہنچا تھا اس کے لیے اس کے گزرنے کے بعد خطوں کا جواب لکھا گیا اور خان خانان کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب بھی لکھ کر بھیج دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمالیں گے۔ اِس دفعہ آپ کا لشکر میں جانا فقیر کو پسند نہیں ہے دیکھئے اس میں کیا حکمت ہے۔ والامر عند اللہ سبحانہ سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت حق تعالیٰ نے بڑی مہربانی سے یومیہ "قوت" عطا فرمائی ہے۔ اس کو غنیمت سمجھ کر اپنے کام کا فکر کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس کو اور "قوت" کو وسیلہ بنایا جائے، کیونکہ یہ کام تسلسل تک پہنچ جاتا ہے۔ درویشی میں طول امل کفر ہے اور قرض سے فارغ ہونے کا معاملہ معلوم نہیں کہ خواجگی سے کوئی صورت پیدا کرلے اور کچھ شبہ ہے تو خواجگی کی طرف صاف و صریح طور پر لکھنا چاہیئے۔ اگر وہ بھی جواب صاف لکھے اور پختہ وعدہ مفہوم ہو تو اس نیت سے چلے جائیں۔ لیکن تسویف و تاخیر کا علاج کیا ہوگا۔ جو کچھ کرنا ہو بہت جلدی کریں۔ کیونکہ فرصت بہت غنیمت ہے۔

اولیائے کرام سے خوارق بے ساختہ صادر ہوتے ہیں

۹۲

چنانکہ مشہور است علم بوجود خوارق خود ہم شرط نیست بلکہ لبا است کہ مردم ازوی خوارق نقل کنند و اورا ازآن خوارق اصلا اطلاع نہ داولیاء کہ صاحب علم و کشف اند جائز ہست کہ بر بعضی از خوارق خود اطلاع پیدا نہ کنند بلکہ صور مثالیہ ایشاں را در امکنہ متعددہ ظاہر سازند و در مسافات بعیدہ کارہائی عجیبہ و غریبہ ازان صور بظہور آرند کہ صاحب آن صور را از انہا اصلا اطلاع نیست مصرع از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۱۶ صفحہ ۱۲۱ حصہ سوم)

ترجمہ : جیسے مشہور ہے ولی کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ لبا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب کشف و علم ہیں، ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر ان کو اطلاع دیں بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کر دیں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔
بہانہ ہے ہمارا اور تمھارا درمیان میں۔

سیدنا غوث الاعظمؒ امامِ ربانیؒ کی نگاہ میں

۹۳

اما آن قدر خوارق کہ از حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ ظاہر گشتہ است از ہیچ کدام آنہا ظہور نیافتہ آخر الامر حضرت حق سبحانہ سراین معما را ظاہر ساخت و معلوم فرمود کہ عروج ایشاں از اکثر بلند تر واقع شدہ است و در جانب نزول تا مقام روح فرود آمدہ اند کہ از عالم اسباب بلند تر است۔

(دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۱۶ صفحہ ۱۲۰)

ترجمہ: جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوتے ہیں ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالےٰ اس معمّہ کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام رُوح تک نیچے اُترے ہیں، جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

دُنیا کی بے ثباتی، بادشاہوں کے تر لقمے دل کی دُنیا تباہ کر ڈالتے ہیں

۹۴

عذاب آخرت ابدیست و متاع دنیا قلیل است دنیا مبغوضہ حق سبحانہ و آخرت مرضیہ او تعالیٰ و تقدس عش ما شئت فانک میت؛ و الزم ما شئت فانک مفارقہ آخر زن

وفرزند را باید گذاشت وتدبیر ایں ہا را بحق سبحانہ باید سپرد امروز خود را مردہ باید انگاشت ومہمات اینہا را باو تعالیٰ باید تفویض نمود۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ست کمر رشنیدہ باشند خرگوش تا چند خواہد بود آخر چشم باید کشود صحبت اہل دنیا واختلاط بالیشاں سم قاتل است کشتۂ ایں سم بموت ابدی گرفتارست اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَةُ فَکَیْفَ التَّصْرِیْحُ مَعَ الْمُبَالَغَةِ وَاِنَّا کَشِیْدِ لقمہ چرب ملوک دراز دیاد مرض قلبی میکوشند فکیف العلاج وَالنَّجَاةُ الحذر الحذر من انچہ شرط بلاغ ست باز میگویم ۔ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال ۔ نرمی صحبتہم اکثر ما تقوم من الاسد فانہ یوجب الموت الدنیوی وھو قد یفید فی الاخرۃ واختلاط الملوک محبتہم یوجب الھلاک الابدی والخسارۃ سرمدی فایاک وصحبتہم وایاک ولقمتہم وایاک ورؤیتہم و ایاک ورؤیتہم وقد ورد فی الخبر الصحیح من تواضع غنیا لغناہ ذھب ثلثا دینہ ۔ باید اندیشید کہ ایں ہمہ تواضع وچاپلوسی از جہت غنا ایشاں ست ونتیجہ ذہاب دو ثلث دیں ست ۔

(دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۱۴۸ صفحہ نمبر ۱۷)

ترجمہ : آخرت کا عذاب ہمیشہ کے لیے ہے اور دنیا کا اسباب بہت تھوڑا۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور آخرت حق تعالیٰ کو پسند ہے ۔ جی لے جس قدر تو چاہتا ہے۔ ایک دن ضرور مرے گا ۔ اور لازم جان جس کو تو چاہتا ہے تو اس سے ضرور جدا ہونے والا ہے ۔ آخر ایک دن زن و فرزند کو چھوڑنا پڑے گا اور ان کی تدبیر حق تعالےٰ کے سپرد کرنی پڑے گی ۔ آج ہی اپنے آپ کو مردہ سمجھنا چاہیے اور ان کی ضروریات حق تعالیٰ کے سپرد کرنی چاہئیں ۔

ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم نفس قاطع ہے،
آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے
گی۔ آخر آنکھ کھولنی چاہیئے۔ اہل دُنیا کی صحبت اور اُن سے ملنا جلنا
زہر قاتل ہے۔ اس زہر سے مرا ہوا ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے،
عقلمند کو ایک اشارہ کافی ہے تو مبالغے اور تاکید کے ساتھ تصریح
کیونکر کافی نہ ہوگی۔ پادشاہوں کے چرب لقمے دلی مرضوں کو بڑھاتے
ہیں تو پھر فلاح اور نجات کی کیسے اُمید ہے۔ بچو بچو بچو میں تجھ
سے حق بات جو کہنے والی ہے کہتا ہوں۔ خواہ تمہیں میری بات سے
رنج پہنچے یا تو نصیحت پکڑلے۔ ان کی صحبت سے اس طرح بھاگ
جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ شیر تو دنیاوی موت کا موجب
ہے۔ اور وہ کبھی آخرت میں فائدہ دے جاتی ہے اور پادشاہوں
سے ملنا جلنا ہمیشہ کی ہلاکت اور دائمی خسارہ کا موجب ہے پس
ان کی صحبت اور لقمہ اور محبت اور ملاقات سے بچنا چاہیئے۔
حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے کسی دولتمند کی تواضع
اس کی دولتمندی کے باعث کی اس کے دو حصے دین کے چلے
گئے تو سوچنا چاہیئے کہ یہ سب تواضع اور چاپلوسی ان کی دولتمندی
کے باعث ہے۔ اس کا نتیجہ دین کے دو حصوں کا ضائع ہو جانا ہے۔

سچے مرید کو اپنے نیک اعمال کی بجائے
اللہ کی رحمت و مغفرت پر بھروسہ رکھنا چاہیئے

(۹۵)

بزرگی فرمودہ است مرید صادق آنست کہ مدت بست سال کاتب شمال

او چیزی نیابد کہ بروے نولیسد و این فقیر بہ تقصیر بذوق و وجدان و رحق خود میباید کہ کاتب یمین معلوم نیست کہ در مدت بست سال حسنہ بیابد کہ در صحیفہ اعمالِ او درج نماید خدا دانا است جل سلطانہ کہ این سخن را بہ تصنع و تکلف نمی گوید و ایضاً بذوق می یابد کہ کافر فرنگ از وی بمراتب بہتر است و اگر لم آنرا پرسند از جواب عاجز نیاید و ایضاً بطریق ذوق خود را محک خطیات می داند و مشمول سیأت می انگارد و حسناتیکہ بوجود می آید کاتب شمال خود را الجنایت آن احق می بیند و می یابد کہ کاتب شمال او ہمیشہ در کار است و کاتب یمین او معطل و بے کار و صحف یمین را خالی و سفید می داند و صحف شمال را مملو و سیاہ امیدی جز بہ رحمت نماند و دست آویزے جز مغفرت نہ۔

(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۲ حصہ چہارم صفحہ نمبر ۱۰)

ترجمہ: ایک بزرگ نے فرمایا کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کی بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فرشتے اس کے عمل نامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں اور یہ فقیر بہ تقصیر ذوق و وجدان سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجہ بہتر ہے اور اگر اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں ہے اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو بُرائیوں کا احاطہ کئے ہوئے جانتا ہے اور گناہوں کو شامل کئے ہوئے خیال کرتا ہے اور وہ نیکیاں جو وہ کرتا ہے اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا کاتب شمال ہمیشہ اپنے کام میں ہے اور کاتب یمین معطل و بیکار ہے اور دائیں طرف کے عمل نامے کو خالی اور سفید اور بائیں طرف کے عمل نامے کو بھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے، رحمت کے سوا اسے کوئی اُمید نہیں اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ پر طعن کرنے والوں کی مذمت کرنا جائز ہے

(۹۶)

(بجعفر بیگ نہانی صدور یافتہ در بیان آنکہ جماعت بید ولتاں کہ طعن در اہل اللہ نمایند ہجو و نکوہش آن جماعت مجوست بلکہ مستحسن) التفات نامہ گرامی مشرف ساختہ حق سبحانہٗ وتعالی الشان باسلامت دارد کہ تفقد حال فقرا می فرمائند و حضور وغیبت را یکساں می دارند مخدوما کفار قریش چوں از کمال بی سعادتی در ہجو و نکوہش اہل اسلام مبالغہ نمودند حضرت پیغامبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بعضی از شعرای اسلامیہ امر فرمودند کہ ہجو کفا رنگوں سار نمایند آن شاعر در حضور آں سرور علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا بر بالای منبر می برآمد و اشعار ہجویہ کفار برملا می خواند آں سرور می فرمودند کہ روح القدس باُوست ماوا میکہ ہجو کفار میکند ملامت وایذا خلق از مغتنمات عشق است اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔

(دفتر اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۳۹، صفحہ نمبر ۱۹)

ترجمہ: اس بیان میں کہ ان بدبختوں کی ہجو اور مذمت جو اہل اللہ پر طعن کرتے ہیں جائز بلکہ مستحسن ہے جعفر بیگ نہانی کی طرف لکھا ہے کہ) آپ کے گرامی التفات نامہ سے مشرف ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو تندرست رکھے کہ آپ فقرا کے حال پر شفقت فرماتے ہیں اور حضور وغیبت کو یکساں رکھتے ہیں۔ میرے مخدوم! جب کفار قریش نے اپنی کمال بدنصیبی

سے اہلِ اسلام کی ہجو اور برائی میں کمال مبالغہ کیا۔ حضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسلامی شعراء میں سے ایک کو حکم کیا کہ کفارِ ننگِ سار کی ہجو کریں وہ شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے منبر پر چڑھ کر کھلم کھلا کفّار کے ہجو میں اشعار پڑھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے تھے کہ جب تک وہ کفار کی ہجو کرتے رہتے ہیں۔ روح القدس ان کے ساتھ ہے۔ خلق کی ملامت وایذاء عشق کی غنیمت ہے۔ یا اللہ تو ہم کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طفیل ان لوگوں میں سے بنا۔

طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت کا راز اتباعِ سُنّت میں ہے

(۹۷)

طریقہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اقرب طرق موصلہ است و نہایت دیگراں در بدایت این بزرگواران مندرج و نسبت ایشان فوق ہمہ نسبتہا است این ہمہ بواسطہ آنست کہ درین طریق التزام سنّت است و اجتناب از بدعت حتی الامکان عمل برخصت تجویز نمی نمایند اگر بظاہر در باطن نافع یابند و عمل بعزیمت از دست نمی دہند اگرچہ بصورت در سیرت متضرر دانند احوال مواجید را تابع احکام شرعیہ ساختہ اند اذواق و معارف را خادم علوم شرعیہ دانستہ جواہر نفیسہ شرعیہ را در رنگ طفلاں بجوز و مویز وجد و حال عوض نمی کنند و بہ ترّہات صوفیہ مغرور و مفتون نمی گردند از نص بفص نمی گرایند و از فتوحات مدنیہ بفتوحات مکیہ التفات نمی کنند حال ایشان بر دوام است و وقت ایشان بر استمرار تجلی ذاتی کہ دیگراں را کالبرق است این بزرگواران را دائمی است (دفتر اوّل مکتوب ۱۳ احصّہ سوم صفحہ ۱۹)

ترجمہ: حضرت خواجگان قدس سرہم کا طریقہ خدا کی طرف پہنچانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب رستہ ہے۔ اور دوسروں کی انتہا ان بزرگواروں کی ابتدا میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ اس طریقہ میں سنّت کو لازم پکڑتے ہیں اور بدعت سے بچتے ہیں اور حتی المقدور رخصت پر عمل جائز نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر باطن میں فائدہ دینے والا ہو اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر باطن میں مضر جانیں۔ اُنھوں نے احوال و مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم شرعیہ کے خادم سمجھتے ہیں۔ احکامِ شرعیہ کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض نہیں دیتے اور صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور اور فریفتہ نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی طرف نہیں جاتے اور فتوحات مدنیہ یعنی احادیث سے قطع نظر کر کے فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری ہے۔ تجلّی ذاتی جو اوروں کے لیے بجلی کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لیے دائمی ہے۔

فُقراء کے ہاں جھاڑو دینا امیروں کے صوفوں پر بیٹھنے سے بہتر ہے

(۹۸)

ای برادر ظاہر از صحبت فقراء دل تنگ گشتہ مجلس اغنیاء اختیار کردہ اید بسیار

بدکردہ اید امروز اگر چشم شما پوشیدہ است فردا خواہند کشاد و غیر از ندامت فائدہ نخواہد کرد و خبر شرط است لے بوالہوس امر تو از دو حال خالی نیست در مجلس اغنیاء جمعیت خواہند داد یا نہ اگر بدہند بد و اگر ندہند بدتر۔ اگر بدہند استدراج ست عیاذاً باللہ سبحانہ من ذلک و اگر ندہند خسر الدنیا والآخرۃ نشان حال ست کناسی فقراء از صدر نشینی اغنیاست امروز این سخن معقول شما شود یا نشود آخر معقول خواہد شد و فائدہ نخواہد داشت آرزوی طعام چرب و تمنای لباس فاخرہ شمارا درین بلا انداخت ہنوز ہم ہیچ نرفتہ است فکر بر اصل بکنید و ہر چہ از حق سبحانہ تعالےٰ مانع آید آنرا دشمن دانستہ از و فرار نمائید و حذر کنید اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ست حقوق صحبت بر آن داشت کہ یک مرتبہ بشما نصیحتی کردہ شود بعمل در آرید یا نہ (دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۱۳۲ صفحہ ۱۱)

ترجمہ: آپ نے فقراء کی صحبت سے دل تنگ ہو کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کی ہے۔ بہت بُرا کیا ہے آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائے گی اور پھر ندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اطلاع دینا شرط ہے۔

اے ابوالہوس تیرا امر دو حال سے خالی نہیں دولتمندوں کی مجلس میں آپ کو جمعیت دیں گے یا نہ دیں گے۔ اگر دیں گے تو بد ہے اور اگر نہ دیں گے تو بدتر ہے اور اگر دیں گے تو یہ استدراج ہے۔ نعوذ باللہ منہا اور اگر نہ دیں گے تو دنیا اور آخرت کا خسارہ شامل حال ہے۔ فقراء کی خاک روبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج یہ بات آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے آخر ایک دن سمجھ میں آجائے گی۔ پھر کچھ فائدہ نہ دے گی۔ چرب کھانوں کی خواہش اور قیمتی لباس کی تمنا نے آپ کو اس بلا میں ڈال دیا ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے مقصد

کا فکر کریں اور جو حق تعالیٰ سے مانع ہو اس کو دشمن جان کر اس سے بھاگیں اور خوف کریں۔ ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروھم نص قاطع ہے۔

صحبت کے حق نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ ایک مرتبہ آپ کو نصیحت کی جائے۔ آپ عمل کریں یا نہ کریں۔

سیرتِ شہ لولاک کا بیان باعثِ سعادت اور وسیلۂ نجات ہے

۹۹

محبت فقراء وارتباط بالیشاں نتیجہ آنست نمیداند کہ ایں مقصر بسیر وبرگ درجواب آں چہ نویسد مگر آنکہ فقرۂ چند بعبارت عربی ماثور در فضائل جد بزرگوار ایشاں کہ خیرالعرب است می نویسد علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات انمہا ومن التحیات اکملہا وآں سعادت نامہ را وسیلہ نجات اخروی خود سازد نہ آنکہ مداحی او علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نماید بلکہ مقولہ خوباں ستاید شعر مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِیْ لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ فاقول وباللہ سبحانہ العصمۃ والتوفیق ان محمد رسول اللہ سید ولد آدم واکثر الناس تبعاً یوم القیٰمۃ واکرم الاولین والاخرین علی اللہ و اول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع واول من یقرع باب الجنۃ فیفتح لہ وحامل لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن دونہ وھوالذی قال علیہ الصلوٰۃ والسلام نحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القیٰمۃ وانی قائل قولا غیر فخر وانا حبیب اللہ وانا قائد المرسلین ولافخر وانا خاتم النبیین ولافخر وانا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم ثم جعلہم فریقین فجعلنی فی خیرہم فرقۃ ثم جعلہم قبائل فجعلنی فی خیرہم قبیلۃ ثم جعلہم بیوتا فجعلنی فی خیرہم بیتا۔ فانا خیرہم نفسا وخیرہم

بتیا وانا اوّل الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدہم اذا وفدوا وانا خطیبہم اذا انصتوا وانا شفیعہم اذا اُحبِسُوا وانا مبشرہم اذا ایسوا والکرامۃ ومفاتیح الجنۃ یومئذٍ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانہم بیض مکنون اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر لولاہ خلق اللہ سبحانہ الخلق ولما اظہر الربوبیۃ وکان نبیًا وآدم بین الماء والطین شعر نمانند بعصیاں کسے درگرو کہ دارد چنیں سید پیش رو پس ناچار مصدقان این چنین پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الامم باشند خیر امۃ اخرجت نقد وقت ایشان ست ومکذبان او علیہ الصلوٰۃ السلام بدترین بنی آدم الاعراب اشد کفرا ونفاقا لشان حال ایشان تاکدام صاحب دولت را باتباع سنّت سنیۂ او بنوازند ومتابعت شریعت رضیۂ او سرفراز سازند امروز امر قلیل راکہ مقرون بتصدیق حقیقۃ دین او است علیہ الصلوٰۃ والسلام بعمل کثیر برمیدارند اصحاب کہف این ہمہ درجات کہ یافتند بواسطہ یک حسنہ است وآں ہجرت بود دشمناں حق سبحانہٗ تعالیٰ بنور یقین ایمانی در وقت استیلاء معاندان مثلا سپاہیاں در وقت غلبہ دشمناں واستیلاء مخالفاں گراند کہ تردد میکنند آنقدر نمایاں میشود واعتباری گردد کہ در وقت امن اضعاف آں در حیز اعتبار نمی آید وایضاً چوں آں سرور محبوب رب العالمین است متابعاں او بواسطہ متابعت بمرتبہ محبوبیت می رسند چہ محب در ہر کہ از شمائل واخلاق محبوب خود می بیند آں کس را محبوب خود میدارد ومخالفاں را ازاینجا قیاس باید کرد شعر محمد عربی کابروی ہر دو سرا است کسیکہ خاک درش نیست خاک برسر او اگر ہجرت ظاہری میسر نشود ہجرت باطنی را بکمال مرعی می باید داشت با ایشاں بے ایشاں میباید بود لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرًا موسم نوروز رسیدہ است ومعلوم است کہ آں ایّام اہالیان معاملہ را در تفرقہ میدارد وبعد از مضئ آں ہنگامہ اگر ارادہ خداوندی جل سلطانہ مساعدت نمود امیدوار است کہ شرف ملاقات گرامی میسر شود زیادہ اطناب موجب املال ست ثبتکم اللہ سبحانہ علی

جَادَةِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

(دفتر اول حصہ دوم، مکتوب نمبر ۴۴ صفحہ نمبر ۱۱)

ترجمہ: آپ فقراء کے ساتھ ملتے جلتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ بے سروسامان فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے سوائے اس کے کہ چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار خیر العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ماثور ہیں لکھے اور اس سعادت نامہ کو آخری نجات کا وسیلہ بنائے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرے بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ والسلام کے نام سے آراستہ کرے۔

مَااِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ لٰکِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

غرض سخن سے نہیں مدح صاحب لولاک سوائے اس کے میرا سخن ہو جائے پاک

پس میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے عصمت اور توفیق ہے۔

تحقیق حضرت محمد اللہ کے رسول اور حضرت آدم کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں والے ہوں گے اور اللہ کے نزدیک سب اولین وآخرین سے بزرگ ہیں اور پہلے ہی جو قبر سے نکلیں گے اور اول ہیں جو شفاعت کریں گے اول ہیں جن کی شفاعت قبول ہوگی اور اول ہیں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے دروازہ کھول دے گا۔ اور قیامت کے دن لواء حمد کے اٹھانے والے ہیں جس کے نیچے آدم اور باقی انبیاء علیہم السلام ہوں گے، اور وہ وہ ذات مبارک ہیں، جنھوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی آخرین ہیں اور ہم ہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ میں اللہ کا دوست ہوں اور

میں پیغمبروں کا پیشرو ہوں۔ اور کچھ فخر نہیں اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور فخر نہیں اور میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں جب اللہ تعالےٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو ان میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا۔ پھر اُن کو دو گروہ بنایا اور مجھے اُن میں سے اچھے گروہ میں کیا پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہتر گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور گھر کے ان سب سے بہتر ہوں اور میں سب لوگوں سے اوّل نکلوں گا جب وُہ قبروں میں سے نکالے جائیں گے اور میں ان کا رہنما ہوں جبکہ وہ گروہ گروہ بنائے جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ روکے جائیں گے اور میں اُن کو خوشخبری دینے والا ہوں۔ جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت اور جنّت کی کنجیاں اور لواء حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے بزرگ ہوں۔ ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے۔ جو خوشنما آبدار موتیوں کی طرح ہوں گی' اور جب قیامت کا دن ہوگا۔ میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی ذات پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السّلام پانی اور کیچڑ میں تھے یعنی ابھی نہ ہوئے تھے۔ جس کے رہنما اور پیشوا ایسے نبی ہوں وہ گناہوں کے عوض پکڑا نہ جائے گا۔ پس ناچار ایسے پیغمبر سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے تمام اُمتوں سے بہتر ہیں کنتم خیر امت اخرجت ان کے حال کے مصداق ہے اور حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے سب بنی آدم سے بدتر ہیں۔ الاعراب اشد کفراً ونفاقاً ان کے احوال کا نشان ہے۔

دیکھئے کس صاحب نصیب کو حضور کی سنت سنیہ کی تابعداری سے نوازش کرتے ہیں اور حضور کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقیقت کو تصدیق کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی بجا لانا عمل کثیر کے برابر ہے۔

اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث حاصل کیا اور وہ نور ایمانی کے ساتھ دشمنوں کے غلبہ کے وقت خدائے تعالیٰ کے دشمنوں سے ہجرت کر جانا تھا۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو اس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اس کا اعتبار ہوتا ہے کہ امن کی حالت میں اس سے کئی گنا اعتبار میں نہیں آسکتا۔ اور نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدائے تعالےٰ کے محبوب ہیں تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ محب اور عاشق اس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے اپنا محبوب ہی جانتا ہے اور مخالفوں کو اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔

وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در پر

اگر ہجرت ظاہری میسّر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ خلقت کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہیئے۔

لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر پیدا کر دے گا۔ موسم نوروز آ گیا ہے اور معلوم ہے کہ ان دنوں ہیں وہاں کے رہنے والے معاملہ کو پراگندہ رکھتے ہیں۔ اس ہنگامہ کے گزر جانے کے بعد اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا تو اُمید ہے کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہو گا۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔

ثبتکم اللہ سبحانہ علیٰ جادہ اٰبائکم الکرام السّلام علیکم وعلیھم الیٰ یوم القیٰمۃ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے طریق پر ثابت قدم رکھے آپ پر اوران پر قیامت تک سلام ہو۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کی دعوت کا نُور ہر جگہ پہنچا ہے

(۱۰۰)

اے فرزند این فقیر ہر چند ملاحظہ می نماید و نظر را سیر میدہد ہیچ جائی نمی یابد کہ دعوت پیغمبر ما علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام رسیدہ است بلکہ محسوس می گردد کہ در رنگ آفتاب ہمہ جا نور دعوت او علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسّلام رسیدہ است حتّٰی کہ دریا جوج ماجوج نیز کہ سد حائل دارند و در امم سابقہ کہ ملاحظہ می کند کہ بقعۂ نمی یابد کہ در آنجا بعثت پیغمبری نشدہ باشد حتّٰی کہ در زمین ہند کہ دور ازیں معاملہ می نماید نیز می یابد کہ از اہل ہند پیغمبران مبعوث شدہ اند و دعوت بصانع جلشانہ فرمودہ اند و در بعضے از بلاد ہند محسوس می گردد کہ انوار انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام والتسلیمات در ظلمات شرک در رنگ مشعلہا افروختہ اند واگر خواہد تعیین آن بلاد ہند نماید۔

ومی بیند کہ پیغمبری است کہ ہیچ کس او را نگرویدہ است و دعوت او را قبول نکردہ و پیغمبر لیست دیگر کہ یک کس بوی ایمان آوردہ ست و دیگر لیست کہ دو کس بوے گرویدہ اند و بعضی را سہ کس ایمان آوردہ اند زیادہ آز سہ کس در نظر نیامدہ کہ در ہند بہ پیغمبری ایمان آوردہ باشند تا چہار کس امت یک پیغمبر بودند و آنچہ روسا کفرۂ ہند از وجود واجب تعالیٰ و از صفات او سبحانہ و از تنزیہات و تقدیسات او تعالیٰ نوشتہ اند ہمہ مقتبس از انوار مشکوٰۃ نبوت ست چہ در ہر یک عصری در امم سابقہ نبی از انبیاء گذشتہ است۔

(دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵۹ صفحہ نمبر ۷۲)

ترجمہ: اے فرزند یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے، اور نظر کو وسیع کرتا ہے کوئی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کو دلیوار حائل ہے پہنچا ہُوا ہے اور گزشتہ اُمتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہُوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے بہت دُور دکھائی دیتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جلشانہٗ کی طرف دعوت فرمائی اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ اگر ہندوستان کے شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی پیغمبر ایسا ہے، کہ

صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں اور بعض کے ساتھ تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں سے زیادہ نظر نہیں آتے جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں یا کر چار آدمی ایک پیغمبر کی اُمت ہوں اور جو کچھ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس تنزیہ و تقدّس کی نسبت لکھا ہے سب انوار نبوت سے مقتبس ہے کیونکہ گزشتہ اُمتوں میں سے ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے۔

حقیقتِ محمّدی و حقیقتِ احمدی کی وضاحت

(۱۰۱)

کہ مبداء وجود اعتباری آن شان است کہ مر حقیقت محمّدی عبارت از شان است العلیم است و حقیقت احمدی کنایہ ازاں معنی است کہ مبداء آن شان ست و حقیقت کعبہ ربانی نیز ہماں معنی است و نبوتی کہ پیش از خلق حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام آن سرور را حاصل بودہ وازاں مرتبہ خبر دادہ و گفتہ کنت نبیًّا و آدم بین الماء والطین باعتبار حقیقت احمدی بودہ است کہ بعالم امر تعلق دارد و بہمیں اعتبار حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ کلمۃ اللہ بودہ اند و بعالم امر بیشتر مناسبت داشتہ بشارت قدوم آن سرور را علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات باسم احمد دادہ و فرمودہ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ و نبوتی کہ بنشاۃ عنصری تعلق دارد نہ باعتبار حقیقت محمّدی است بلکہ باعتبار حقیقتین است و نسبت او در بیان مرتبہ آن شان و مبداء آن شان لہٰذا دعوت اینمرتبہ اتم است

از دعوت مرتبہ سابق چہ داں مرتبہ دعوت او مخصوص بعالم امر بود۔ و تربیت او مقصود بر روحانیاں و دریں مرتبہ دعوت او شامل خلق است و تربیت او مشتمل بر اجساد و ارواح غایت مافی الباب دریں نشأۃ نشأۃ عنصری او را علیہ و آلہٖ الصلوٰۃ والسلام غالب ساختہ بودند بر نشأۃ ملکی او تا مناسبت کہ سبب افادہ و استفادہ است بیشتر پیدا شود بخلائق کہ جانب بشریت در ایشان غالب است۔

(مکتوب نمبر ۲۰۹ صفحہ ۱۰۴ جلد اول حصہ سوم۔)

ترجمہ : اس شان کے وجود اعتباری کا مبدا ہے، جیسے کہ گزر چکا۔ اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس کے معنی سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبداء ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اس کے معنے سے مراد ہے اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی، جیسا کہ اس مرتبہ کی نسبت جزدی ہے اور فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ میں نبی تھا جب کہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھے۔ وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اسی اعتبار سے حضرت عیسیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے۔ مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہے۔ اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ دونوں حقیقتوں کے

اعتبار سے ہے اور اس مرتبہ میں آپ کا تربیت کرنے والا وہ شان اور اس شان کا مبداء ہے یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے کیونکہ اس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی اور آپ کی تربیت روحانیوں پر منحصر تھی اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر کو شامل ہے اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اس جہاں میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔

انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہوتے ہیں

(۱۰۲)

بدانند کہ چوں دوست دارد حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندہ را ذنب از وے صادر نشود کہ اولیائے حق جل وعلا از ارتکاب ذنوب محفوظ اند اگرچہ جائز ست کہ ذنب از ایشاں صادر شود بخلاف انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ کہ از ذنوب معصوم اند جواز صدور ذنب ہم از ایشاں مسلوب ست و چوں ذنب از اولیاء صادر نشود یقین است کہ ضرر ذنب ہم نخواہد بود پس در صورت عدم صدور ذنب لَا يَضُرُّ ہٗ ذَنْبٌ درست ست کَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَرْبَابِ الْعِلْمِ ونیز تواند بود کہ مراد از ذنب، ذنبِ سابق باشد کہ پیش از وصول بدرجہ ولایت صادر شدہ بود فانّ الاسلام یجب مَا کَانَ قبلہ وحقیقۃُ الامر عند اللہ

سبحانہ۔ (دفتر دوم حصہ ششم صفحہ ۱۲۲، ۱۲۱ مکتوب نمبر ۴۴)

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جبی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو کوئی گناہ اس سے صادر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اولیاء اللہ ارتکاب گناہ سے محفوظ ہیں۔ حالانکہ ان سے گناہ سرزد ہو جانا بعید از قیاس نہیں البتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ جب اولیاء کرام سے گناہ صادر نہ ہوگا تو یقیناً گناہ کا ضرر بھی نہ ہوگا۔ پس گناہ کے صادر ہونے کی صورت میں لا یضرّ ذنب درست ہے جیسے کہ صاحبان علم سے پوشیدہ نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گناہ سے مُراد وہ پہلے گناہ ہوں جو درجہ ولایت تک پہنچنے سے پہلے صادر ہوئے ہیں فانّ الاسلام یجبّ ما کان قبلہ کیونکہ اسلام پہلی باتوں کو قطع کر دیتا ہے۔ وحقیقۃ الامر عند اللہ سبحانہٗ حقیقت حال کا تو اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

سادات کی محبّت باعثِ رحمت ہے

۱۰۳

نیز بشیخ عبدالوہاب صدور یافتہ در سفارش سیدے۔ جناب قدس سادات کثیر البرکات بواسطہ جزئیت آں سرورِ دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوات والتحیات ازاں برتر ست کہ بزبان قاصر بیان منقبت و مجمدت آں تواند کرد مگر آنکہ آنرا وسیلہ سعادت خود دانستہ دریں باب جرأت نماید بلکہ خود را بتوسل آں می ستاید و اظہار مودّت ایشاں کہ بآں مامور ست می نماید۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّيْهِمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۵۷، صفحہ ۲۹ تا ۳۰)

ترجمہ: ایک سیّد کی سفارش میں شیخ عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا ہے۔ سادات کثیر البرکات کی پاک درگاہ و دین و دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جزئیت یعنی جزو اور اولاد ہونے کے اس بات سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہو سکے ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارے میں جرأت کرتا ہے۔ بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے۔

یا اللہ تو اپنے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل سادات کے محبوں میں سے ہم کو بنا۔

شانِ اولیاء کرام

(۱۰۴)

بلکہ گوئیم فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتے ست از کرامات و دعوت ایشاں مر خلق را بحق جلّ سلطانہ رحمتے ست از رحمت ہائے حق جلّ سلطانہ و احیائے قلوب میتہ انداً آنیتھائے عظمیٰ ایشاں امان اہل ارض اند و غنیمت روزگار اند بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ در شان شان ست کلام شان دوا ست و نظر شان شفا هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وَلَا يَخِيْبُ اَنِيْسُهُمْ۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۹۲ صفحہ نمبر ۹۳)

ترجمہ: بلکہ ہم کہتے ہیں کہ درحقیقت اہل اللہ کا وجود ہی کرامت ہے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرح دعوت کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مُردہ دلوں کا زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے آیاتِ عظمیٰ ہے۔ یہی لوگ اہلِ زمین کا امن اور غنیمت روزگار ہیں۔ انہی کی طفیل لوگوں پر بارش اُترتی ہے اور (انہی کی طفیل ان کو رزق ملتا ہے) انہی کی شان میں وارد ہے۔ ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا اور اُن کا دوست رحمت حق سے نا اُمید نہیں ہوتا۔

مُرید کو کُلی طور پر پیر کے تابع رہنا چاہیئے

(۱۰۵)

شیخ الاسلام ہروی می فرمائد الہٰی چیست ایں کہ دوستاں خود را کردی کہ ہر کہ ایشاں را شناخت ترا یافت و تا ترا نیافت ایشاں را نشناخت اختیار خود را بالکلیہ در اختیار شیخ گم کند و خود را از جمیع مرادات تہی ساختہ کمر ہمت را در خدمتِ او بندد و ہر چہ شیخ او را امر فرماید سرمایہ سعادتِ خود را در اں دانستہ در امتثال آں بجاں سعی نماید شیخ مقتدا۔ اگر مناسب استعداد او ذکر خواہد دید باں امر خواہد نمود اگر توجہ و مراقبہ مناسب است باں اشارت خواہد کرد و اگر در مجرد صحبت کفایت معلوم خواہد کرد۔ باں امر خواہد نمود بالجملہ با وجود دریافت صحبت شیخ احتیاج ذکر ہیچ شرطے از شرائط راہ نیست ہر چہ مناسب حال

طالب خواہد دید خواہد فرمود و اگر در بعضے امور از شرائط را تقصیرے واقع خواہد شد۔ صحبت شیخ آں را تلافی خواہد کرد و توجہ او جبر نقصان آں خواہد نمود و اگر بشرف صحبت ایں چنیں شیخ مقتدا مشرف نشد اگر از مراد آنست جذبش خواہند کرد و بمحض عنایت بہ غایت کار او را کفایت خواہند نمود و ہر شرطے وادبیکہ در کار شود اعلام خواہند فرمود و در قطع منازل سلوک روحانیت بعضے اکابر را وسائل راہ او خواہند ساخت چہ بطریق جری عادت اللہ سبحانہ در قطع راہ سلوک توسط از روحانیت مشائخ درکار است و اگر از مریدان است کار او بے توسط شیخ مقتدا رساند و نیز می باید کہ رعایت شرائط راہ را لازم داند شرائط در کتب مشائخ بہ تفصیل بیان یافتہ است از آں جا ملاحظہ نمودہ مرعی دارد (دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۸۶ صفحہ ۵۱)

ترجمہ: شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا، ان کو نہ پہچانا اور اپنے اختیار کو کلی طور پر شیخ کے اختیار میں گم کر دے اور اپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے ہمت کو اس کی خدمت میں باندھے اور جو کچھ شیخ اس کو فرمائے اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جان کر اس کے بجالانے میں جان سے کوشش کرے۔ شیخ مقتدا اگر ذکر کو اس کی استعداد کے مناسب دیکھے گا تو اس کا امر کریگا۔ اور اگر توجہ و مراقبہ کے مناسب سمجھے گا تو اس کی طرف اشارہ کرے گا۔ اور اگر صرف صحبت ہی میں رہنا اس کے لیے کافی دیکھے گا تو اس کا امر کرے گا۔ غرض شیخ کی صحبت حاصل ہونے کے باوجود شرائط راہ میں سے کسی شرط کے فکر کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ جو کچھ طالب کے مناسب حال دیکھے گا فرما دے گا اور اگر راستہ کی بعض شرائط میں تقصیر واقع ہوگی تو شیخ کی صحبت اس کا

تدارک کر دے گی اور اس کی توجہ اس کی کمی کو پورا کر دے گی اور اگر ایسے شیخ مقتدا کی شرف صحبت سے مشرف نہ ہو تو پھر اگر مراد دل میں سے ہے تو اس کو اپنی طرف جذب کر لیں گے اور محض عنایت بےغایت سے اس کا کام کر دیں گے اور جو شرط ادب کہ اس کے لیے درکار ہو گا۔ اس کو جتلا دیں گے اور منازل سلوک کے قطع کرنے میں بعض بزرگواروں کی روحانیت کو اس کے راستہ کا وسیلہ بنائیں گے کیونکہ عادت اسی طرح جاری ہے کہ راہ سلوک کے طے کرنے میں مشائخ کی روحانیت کا وسیلہ درکار ہے اور اگر مریدوں میں سے ہے تو اس کا کام شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر مشکل ہے۔ جب تک شیخ مقتدا نہ ملے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا و زاری کرتا رہے تاکہ اس کو شیخ مقتدا تک پہنچا دیں اور نیز چاہیئے کہ شرائط راہ کی رعایت کو لازم جانے۔ راستہ کی شرائط مشائخ کی کتابوں میں مفصل طور پر بیان ہو چکی ہیں، وہاں سے ملاحظہ کر کے ان کو مدِ نظر رکھے۔

عقائد مجدد مقبول رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے

(۱۰۶)

بآں رسالہ بالتماس بعضے یاران میسر شدہ التماس نمودہ بودند کہ نصائح بنویسید کہ در طریقہ نافع باشد و بمقتضائے آں زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البرکات ست بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ با جمعی کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست

مبارک خود دارند واز کمال کرم خویش آں را بوسہ می کنند و بہ مشائخ می نمایند کہ ایں نوع معتقدات می باید کرد وجماعہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و روبروئے آں سرور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ ایستادہ اند وَالْقِصَّۃُ بِطُوْلِہَا و در ہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند۔ ع

باکریماں کارہا دشوار نیست

ازآں روز کہ از ملازمت برآمدہ است بواسطہ میل بفوق بمقام ارشاد چنداں مناسبت ندارد چند گاہ خود ہمت آں بود کہ درگوشہ خزیدہ شود و مردم در صحبت ہیچ بروشیر درنظر می درآمدند عزم عزلت مصمم شدہ بود اما استخارہ موافق نمے افتاد عروج در مدارج قرب لغایۃ الغایۃ ہرچند غایت ندارد میسر شد و می شود وے برند و می آرند کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ برمقامات جمیع مشائخ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی گزارنیدند۔

گہے برروند زیں دہلیزۂ پست ۔ بداں درگاہ والا دست بردست

دریں میاں اگر توسط روحانیات مشائخ را تعداد نمایم بطول انجامد بالجملہ از جمیع مقامات اصل و در رنگ مقامات ظل گزرانیدند از عنایات چہ نویسد۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّۃٍ چنداں وجوہ ولایت و کمالات آنرا نمودند کہ چہ در تحریر آرد۔

(دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۳۵)

ترجمہ : اور یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے۔ یاروں نے التماس کی تھی کہ ایسی تصریحیں لکھی جاویں جو طریقت میں نفع دیں اور ان کے موافق زندگی بسر کی جاوے۔ واقعی رسالہ بے نظیر اور برکتوں والا ہے۔ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیے ہوتے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے

اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں اور وہ لوگ جنھوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز اور عزالوجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقع کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔

؏ کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام (جس روز سے خاکسار حضور کی خدمت میں واپس آیا ہے فوق کی طرف خواہش ہونے کے سبب مقام ارشاد کے چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا، کہ گوشہ نشین ہو جائے اور لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے رہے، گوشہ نشینی کا ارادہ ہو چکا تھا۔ لیکن استخارہ اس کے موافق نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی غایت اور اور انتہا نہیں ہے۔ انتہا درجے تک عروج حاصل ہوا اور ہوتا ہے اور کبھی اُوپر لے جاتے ہیں اور کبھی نیچے لے آتے ہیں۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (غرض ہر دن ایک نئی شان اور نئی حالت میں ہے)۔ تمام مشائخ کے مقامات پر اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ عروج میسر ہوا۔

؎ اُڑا دہلیز سے مٹی کو یکسر گرایا بردرِ درگاہ برتر،

اس اثناء میں اگر مشائخ کی روحانیت کے توسط (واسطہ در واسطہ ہونے) کو گننے لگوں تو بات لمبی ہو جائے، غرض تمام مقامات اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گزر گیا۔ خدا کی عنایتوں کا کیا بیان کرے۔ (جو شخص قبول ہوا، بلاسبب و وسیلہ قبول ہوا ہے) اس قدر ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

اولیاء اللہ وفات کے بعد بھی نسبت خاص عطا کرتے ہیں

(۱۰۷)

چوں بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی بتقریب زیارت مزار شریف بلدۂ

محروسہ دہلی اتفاق عبور افتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت و از کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ حضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند چوں آں نسبت در خود یافت بضرورت حقیقت ایں علوم و معارف را بطریق ذوق و دریافت معلوم گشت منشاء توحید وجودی در ایشاں انجذاب قلبی و غلبہ محبت نیست بلکہ مقصود ایں معرفت تحقیق آں غلبہ است تا مدتے اظہار ایں معنی را مناسب نمی دید اماں چوں در بعضے رسائل آں دو وجہ سابق منظور شدہ بودند مردم قلیل الدرایت ازاں در توہم افتادند کہ ازیں بیان تنقیص ایں دو اکابر لازم می آید کہ طریق ایشاں طریق ارباب توحید است بایں توسل زبان فتنہ انگیزی دراز کردند حتیٰ کہ ایں توہم در بعضے طلاب قلیل الارادت باعث فتور احوال ایشاں گشت بضرورت مصلحت در اظہار ایں قسم توحید دیدہ از برائے اشتہاد ذکر آں واقعہ نیز مناسب دانستہ در تحریر آورد درویشے از مخلصاں خواجہ ما نقل کرد کہ می فرمودند مردم می دانند کہ از مطالعہ کتب ارباب توحید نسبتے فرامی گیریم نہ چنیں است مقصود آنست کہ ساعتے خود را غافل سازیم ایں سخن مؤید کلام سابق است۔

(دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۹ صفحہ ۱۱۰)

ترجمہ: لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب پر بلدۂ محروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا، اور عید کے روز ان کے مزار مبارک کی زیارت شریف کے لیے گیا تو مزار مبارک کی جانب توجہ کرنے کے اثناء میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے مخصوص تھی، مرحمت فرمایا۔ جب اس نسبت کو اپنے میں معلوم کیا تو ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق

پالیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشا انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غلبہ کی تخفیف ہے۔ مدت تک اس معنی کے اظہار کو مناسب نہ دیکھا۔ لیکن چونکہ بعض رسائل میں وہی سابقہ وجہیں مذکور ہوئی تھیں جن سے بعض بے سمجھ لوگوں کو وہم ہوا کہ اس بیان سے ان دو بزرگوں کی شان میں نقص لازم آتا ہے کہ ان کا طریق بھی ارباب توحید کا طریق ہے اور اس وسیلہ سے انھوں نے فتنہ پردازی کی زبان درازی کی۔ جیسی کہ یہ وہم بعض قلیل الارادت طالبوں میں ان کے احوال کے فتور کا باعث ہوا۔ اس لیے توحید کی اس قسم کا اظہار کرنا بہتر دیکھا اور اس واقعہ کا ذکر بھی بطریق شہادت تحریر کرنا مناسب جانا۔ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے ایک درویش نے نقل کی کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں کے مطالعہ سے نسبت حاصل کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک ساعت اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام سابقہ کلام کی تائید کرتا ہے۔

اولیاء اللہ کی محبت دُنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے

(۱۰۸)

بَعْدَ الْحَمْدِ وَ الصَّلوٰةِ وَتَبْلِیْغِ الدَّعْوَاتِ معلوم شریف دوستان حقیقی و مشتاقان تحقیقی باد کہ مکاتبات شریفہ کہ مبنی از فرط محبت و اشتیاق بودہ بوصول آں مبتہج و مسرور گردید شَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ھٰذِہِ الْمَحَبَّةِ

ایں محبت را سرمایہ سعادات دنیویہ و اخرویہ دانستہ از حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ثبات و استقامت بر آں مسألت باید نمود توفیق اتیان احکام شرعیہ نتیجۂ ایں محبت است و تحصیل جمعیتِ باطن ثمرہ ایں مودت اگر عالم عالم ظلمات و کدورات را در باطن بریزند ایں محبت را برپا دارند غم نباید خورد بلکہ امیدوار باید بود و اگر کوہ کوہ انوار و احوال را در باطن افاضہ کنند و سر موئے ازیں محبت بردارند جز خرابی ہیچ نباید دانست و استدراج باید شمرد و ایں سررشتہ را نیک محکم داشتہ متوجہ کار خود باشند و بامور لاطائل عمر گرانمایہ را تلف نسازند۔ ؎

ہمہ اندر زمن بتو ایں است — کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔ (دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۳۵ صفحہ ۳۶)

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ اور دعوات کے بعد دوستانِ حقیقی اور مشتاقانِ تحقیقی کو معلوم شریف ہو کہ آپ کے مکتوبات شریف جو فرطِ محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے، ان کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محبت پر ثابت قدم رکھے، اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ جان کر حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے اس پر ثابت اور قائم رہنے کی دُعا مانگتے رہا کریں۔ احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے اور باطنی جمیعت کا حاصل ہونا ایسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس محبت کو قائم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اُمیدوار رہنا چاہیئے اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال کو باطن میں زیادہ کریں لیکن اس محبت سے بال کے برابر بھی دُور کر دیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہیئے اور اس کو استدراج

شمار کرنا چاہیئے۔ اس سررشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں۔

نصیحت میری تجھ سے ساری یہی ہے کہ گھر ہے منقش تو بچہ ابھی ہے

اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا)

مجدد صاحب نذرانہ قبول فرماتے تھے

(۱۰۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی صحیفہ شریفہ کہ فرزندی اعزی بمصحوب مولانا عبدالرشید و مولانا جان محمد ارسال داشتہ بودند رسید و مبلغ نذر نیز رسید۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ خَیْرًا استماع خبر صحت شما فرحت فراواں رسانید۔

(دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۲۵ صفحہ ۶۱)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)

وہ مبارک خط جو میرے فرزند عزیز نے مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہاتھ ارسال کیا تھا، پہنچا اور نذرانہ کے مبلغات بھی پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے تمھاری صحت کی خبر سن کر بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

اِستمداد کا مُجدّدی طریقہ

(۱۱۰)

ایں حالت تامدتے کشید اتفاقاً دریں وقت گذر بر مزار عزیزے افتاد و دریں معاملہ آں عزیز را ممد و معاون خود کرد۔ دریں اثنا عنایتِ خداوندی جلشانہٗ در رسید و حقیقت معاملہ را کما ینبغی وانمود و روحانیت حضرتِ رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت عالمیان است دریں وقت حضور ارزانی فرمود و تسلی خاطر حزیں نمود۔ (دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۲۳۰ صفحہ ۱۳۱)

ترجمہ: یہ حالت ایک مدّت تک رہی پھر اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار مبارک کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا اور اس معاملہ میں اس مدفون ولی اللہ سے میں نے مدد و اعانت طلب کی چنانچہ اس دوران اللہ جل شانہٗ کی عنایت شامل حال ہو گئی اور معاملہ کی حقیقت پورے طور پر منکشف ہو گئی۔

اور عین اس وقت حضور خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک بھی تشریف لائی۔ اور میرے غمگین دل کو تسلی دی۔

بُتوں سے اِستمداد اور ہندوؤں کی رسمیں منانا شرک ہے

(۱۱۱)

قَالَ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ اِتَّقُوا الشِّرْکَ الْاَصْغَرِ

قَالُوْا مَا الشِّرْکُ قَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الرِّیَا و تعظیم ما اسم شرک دمو اسم کفر ہمہ را قدم راسخ ست در شرک و مصدق دینین از اہل شرک است و متشبث مجموع احکام اسلام و کفر مشرک تبری از کفر شرط اسلام ست و بیزاری از شائبہ شرک شرط توحید و استمداد از اصنام و طاغوت در دفع امراض و اسقام کہ در جہلۂ اہل اسلام شائع گشتہ است عین شرک و ضلال ست و طلب حوائج از سنگہائے تراشیدہ یا تراشیدہ نفس کفر و انکار از واجب الوجود تعالیٰ و تقدس قال اللہ تبارک و تعالیٰ شکایۃً عن حال بعض اہل الضلال یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ اکثر زنان بواسطۂ کمال جہل کہ دارند بایں استمداد ممنوع مبتلا اند و طلب دفع بلیہ ازیں اسماء بے مسمی مینمایند و باداء مراسم شرک و اہل شرک گرفتار اند علی الخصوص ایں معنی از نیک و بد ایشاں در وقت عروض مرض جدری کہ در زبان ہند بہ سیتلہ معروف ست مشہود و محسوس ست کم زنے باشد کہ از دقائق ایں شرک خالی بود و برسمے از رسوم آں اقدام ننماید الا مَنْ عَصَمَھَا اللہُ تعالیٰ و تمیز نمودن ایام معظمۂ ہنود را و بجا آوردن در آں ایام رسوم متعارفہ جہود را نیز مستلزم شرک و مستوجب کفر است چنانچہ در ایام و والی کفار جہلۂ اہل اسلام علی الخصوص زنان ایشاں رسوم اہل کفر را بجا مے آرند و عید خود می سازند و ہدایائے شبیہہ بہدایائے اہل کفر بخانہائے دختراں و خواہراں در رنگ اہل شرک میفرستند و ظرفہائے خود را در رنگ کفار دراں موسم رنگ مے کنند و بہ برنج سرخ آنہا را پر کردہ میفرستند و آں موسم را اعتبار و اعتنای وہند ہمہ شرک ست و کفر ست بدین اسلام قال اللہ تبارک و تعالیٰ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ؕ (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۴۱ صفحہ نمبر ۹۴-۹۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ شرک اصغر سے بچو۔ یاروں نے عرض کی کہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا

کر دیا۔ شرک وکفر کی رسموں کی تعظیم کو شرک میں بڑا دخل اور رسُوخ ہے اور دونوں یعنی کفر اور شرک کی تصدیق اور اظہار کرنے والا اہل شرک میں سے ہے اور اسلام وکفر کے مجموعۂ احکام پر عمل کرنے والا مشرک ہے۔ کفر سے بیزار ہونا اسلام کی شرط ہے اور شرک سے پاک ہونا توحید کا نشان ہے۔ دُکھ درد اور بیماریوں کے دُور کرنے کے لیے اصنام اور طاغوت یعنی بتوں اور شیطانوں سے مدد مانگنا جو جاہل مسلمانوں میں شائع ہے عین شرک و گمراہی ہے اور تراشیدہ ناتراشیدہ پتھروں سے حاجتوں کا طلب کرنا واجب الوجود جلّ شانہٗ کا محض کفر و انکار ہے۔ اللہ تعالےٰ بعض گمراہوں کے حال کی شکایت بیان فرماتا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ طاغوت کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں۔ حالانکہ اُن کو حکم ہے کہ اس کا انکار کریں۔ لیکن شیطان چاہتا ہے کہ ان کو سخت گمراہ کرے۔ اکثر عورتیں کمال جہالت کے باعث اس قسم کی ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں۔ اس بے مسمّٰی اسموں سے بلیّہ ومصیبت کا دفع ہونا طلب کرتی ہیں اور شرک اور اہل شرک کی رسموں کے ادا کرنے میں گرفتار ہیں۔ خاص کر مرض جدری کے وقت جس کو ہندی زبان میں سیتلہ اور چیچک کہتے ہیں۔ نیک و بد عورتوں سے یہ بات مشہور و محسوس ہوتی ہے۔ شاید ہی کوئی عورت ہوگی جو اس شرک سے خالی ہو اور شرک کی کسی نہ کسی رسم میں مبتلا نہ ہو۔ الّا من عصمہا اللہ تعالیٰ (مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے) ہندوؤں کے بڑے دنوں کی تعظیم کرنا اور ان دنوں میں ان کی مشہور رسموں کو بجالانا سراسر کفر و شرک ہے۔ جیسے کہ کافروں کی دوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خاص کر اُن کی عورتیں کافروں کی رسمیں بجالاتی اور اپنی عید مناتی ہیں اور کافروں

اور مشرکوں کی طرح ہدیہ اور تحفہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو بھیجتی ہیں اور اس موسم میں کافروں کی طرح اپنے برتنوں کو رنگ کر کے ان کو سرخ چاولوں سے بھر کر بھیجتی ہیں اور اس موسم کا بڑا اعتبار اور شان بناتی ہیں۔ سب شرک اور دین اسلام کے مطابق کفر ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے بلکہ شرک کرتے ہیں)

سلسلہ نقشبندیہ اتباع سُنّت کی بنا پر افضل ترین ہے

(۱۱۲)

مشائخ سلاسل دیگر در طرق خود بواسطۂ بعضے نیاتِ حقانیہ امور محدثہ پیدا کردہ اند که نهایت تصحیح در آن حکم برخصت است بخلاف اکابر ایں سلسلہ علیہ کہ ہر موئے مخالفِ سُنّت تجویز نہ کردہ اند وابداع واحداث روا نہ داشتہ پس مخالفت نفس دریں طریق اتم باشد پس اقرب طرق باشد پس طالب را اختیارِ ایں طریق اولیٰ و انسب باشد چہ راہ بغایت اقرب است و مطلب در کمال رفعت و جماعۂ از متاخرین خلفاءِ ایشاں ترک اوضاعِ ایں بزرگواراں گرفتہ بعضے امور دریں طریق احداث نمودہ اند۔ (دفتر اوّل حصہ پنجم صفحہ ۵۳۔۵۲ مکتوب نمبر ۲۸۶)

ترجمہ: بعض دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے اپنے اپنے طریقوں میں بعض حقانی نیتوں کے ساتھ امورِ محدثہ یعنی نئے نئے امور پیدا کئے ہیں جن میں نہایت صحت اور تحقیق کے بعد رخصتی کا حکم ہے۔ برعکس اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کے سرِ مُو بھی سُنّت کی مخالفت نہیں اور ابداع واحداث یعنی کسی نئے امر کا پیدا کرنا روا نہیں رکھتے۔ پس اس تحریک میں نفس کی

مخالفت پورے طور پر کرتے ہیں۔

اس لیے یہی طریقہ تمام دیگر مسالک سے اَقْرَبْ وَاَحْسَن ہے۔ پس طالبِ حق کے لیے اس طریق کا اختیار کرنا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے، کیونکہ یہ راہ نہایت اقرب ہے اور ان بزرگوں کا مطلب کمالِ رفعت حاصل کرنا ہے۔ لیکن ان کے متاخرین خلفاء کی ایک جماعت نے ان بزرگوں کے اوضاع و اطوار کو ترک کر کے اس طریق میں بعض نئے نئے امور پیدا کیے ہیں۔

اولیاء اللہ کا گھر میں تشریف لانا وجہِ خیر و برکت ہے

(۱۱۳)

چہ سعادت ست کہ دوستانِ خدا جَلَّ وَعَلاَ کسے را قبول فرمایند سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تعالیٰ وَثَبَّتَکُمْ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃِ۔ نخستین بشارت خاندان ایشاں را قدوم میاں شیخ مزمل است برکات صحبت ایشاں را چہ شرح دہد چہ سعادت کہ دوستانِ خدا جل وعلا کسے را قبول نمایند چہ جائے آنکہ بہ محبت و قربت ممتاز سازند ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ بالجملہ صحبت ایشاں را غنیمت شمرند و آداب صحبت را مرعی دارند تا مؤثر افتد زیادہ چہ نویسد والسلام اولاً و آخراً۔

(دفتر اول حصہ دوم۔ مکتوب نمبر ۸۷، صفحہ نمبر ۸۰)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہے کہ خدا تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں (حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، اور شریعت کے رستہ پر ثابت قدم رکھے)

میاں شیخ مزمل کا آنا آپ کے خاندان کے لئے مبارک ہے، ان کی صحبتوں کی برکتوں کا کیا بیان ہو سکے۔ اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہے کہ خدائے تعالےٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں۔ چہ جائیکہ محبت اور قربت سے ممتاز فرمائیں (یہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا) غرض ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور صحبت کے آداب کو مدِ نظر رکھیں تاکہ زیادہ متوثر ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ اول و آخر سلام ہو۔

مولود خوانی جائز ہے

(۱۱۴)

دیگر درباب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن ست و التزام رعایت مقاماتِ نغمہ و تردید صوت بآں بطریق الحان با تصفیق مناسب آں کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بر نہجے خوانند کہ تحریفے در کلمات قرآنی واقع نشود و ... قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آں راہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع ست۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۷۲، صفحہ نمبر ۱۵۰)

ترجمہ: نیز آپ نے مولود خوانی کے بارے میں لکھا تھا۔ قرآن مجید کو خوش آواز سے پڑھنے اور نعت و منقبت کے قصائد کو خوش آواز سے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں قرآن مجید کے حروف کی تحریف اور ان کا تغیر و تبدل اور مقامات نغمہ کی رعایت اور اس طرز پر آواز کا پھیرنا اور سُر نکالنا اور تالی بجانا جو شعر میں بھی ناجائز ہے، سب ممنوع ہیں۔ اگر اس طرح پڑھیں کہ کلمات

قرآنی میں تحریف واقع نہ ہو اور قصیدوں کے پڑھنے میں بھی شرائط مذکورہ بالا ثابت نہ ہوں اور وُہ بھی کسی غرضِ صحیح کے لیے تجویز کریں، تو کوئی ممانعت نہیں۔

عجائبات راہ سلوک

(۱۱۵)

از منقولہ مولوی علیہ الرحمۃ پرسیدہ بودند کہ گفتہ آں نازنینے کہ در کنار من بودہ حق بود است آیا ایں گفتن جائز است یا نہ بدانند کہ ایں قسم امور دریں راہ بسیار واقع می شود و بزبان می آید ایں نوع معاملہ تجلی صوری است کہ صاحب معاملہ آں صورت متجلی را حق می انگارد حق تعالیٰ شانہٗ سخن ہماں است کہ شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ۔ (دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۲۱۱ صفحہ نمبر ۱۱۳)

ترجمہ: آپ نے مولوی (رومی) رحمۃ اللہ علیہ کے مقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنیں جو میری بغل میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔ آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں تو جاننا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت دفعہ واقع ہوتی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلی کو حق تعالیٰ خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔ یہ وُہ خیال ہے جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

رُوح سے بھی جسم کی طرح افعال سرزد ہوتے ہیں

(۱۱۶)

حضرت خضر فرمودند کہ ما از عالم ارواحیم حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ ارواح مارا قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائے کہ از اجسام بوقوع می آید انان ارواح ما صدور مے یابد۔ (دفتر اوّل حصہ پنجم صفحہ ۳۰-۳۶ مکتوب نمبر ۲۸۲)

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر کارہائے نمایاں جو جسم سے وقوع پذیر ہوں۔ یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور طاعات و عبادات بھی ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔

ارواحِ اولیائے کرام کی فیض رسانی

(۱۱۷)

مخدوما مباشرت روح مر افعالے را کہ مناسب افعال اجسام است بواسطہ ہماں جسد مکتسب است ازیں قبیل است مدد ہائے کہ از روحانیت اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ مناسب افعال اجسام است کاھلاکِ الاَعْدَاءِ وَنُصْرَۃِ الاَحِبَّاءِ بِوُجُوْہٍ مُخْتَلِفَۃٍ وَاَنْحَاءٍ شَتّٰی۔ (دفتر اول حصہ چہارم، مکتوب نمبر ۲۳۹ صفحہ نمبر ۴۰)

ترجمہ: میرے مخدوم! روح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں اس جسد مکتسب کے سبب ہے۔ اسی قبیل سے اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ کی امداد و اعانت ہے، جو جسمانی امداد کی طرح اثر دکھاتی ہے۔ جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا مختلف وجوہ اور مختلف طریقوں سے۔

سماع اور ارشاداتِ مجدّد صاحب

(۱۱۸)

سماع و رقص ہر چند نسبت بہ بعضے منتہیان نیز درکار است لیکن ایشاں چوں ہنوز مراتب عروج در پیش دارند از اوساط اند و تا مراتب عروج ممکن الحصول بتمام طے نہ کنند حقیقتِ انتہا از ینہا مفقود است نہایت گفتن باعتبار نہایت سیر الی اللہ است و نہایت ایں سیر تا اسمی است کہ سالک مظہر آنست۔ (دفتر اوّل حصّہ پنجم صفحہ ۴۴ مکتوب نمبر ۲۸۵)

ترجمہ: سماع و رقص اگرچہ بعض منتہی حضرات کے لیے بھی درکار ہوتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں کو عروج مراتب کے لیے بہت سے مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ اس لیے جب تک تمام مراحل طے نہ ہوں یا مراتب حاصل نہ کرلیں ان پر حقیقت انتہا مفقود رہتی ہے اسم ذات اللہ بہ لحاظ نہایت غایت درجہ بلند ہے اور اس کی تلاش کا سالک مظہر ہوتا ہے۔

سماع کن حضرات کے لیے مفید ہے

(۱۱۹)

سماع متوسطاں را نافع است و قسمے از منتہیاں را نیز چنانکہ حالا گزشت لیکن باید دانست کہ ارباب قلوب را نیز سماع مطلقاً محتاج الیہ نیست بلکہ جماعہ را است کہ بدولتِ جذب مشرف نشدہ اند و بریاضات و مجاہداتِ شاقہ میخواہند کہ قطع مسافت نمایند سماع و وجد درین صورت ایں جماعہ را ممد و معاون است۔

(حوالہ۔ دفتر اوّل حصّہ پنجم صفحہ ۴۳ مکتوب نمبر ۲۸۵)

ترجمہ: سماع متوسط اور منتہی حضرات کے لیے نافع اور مفید ہے۔ جیسا کہ اُوپر گزر چکا۔ لیکن جاننا چاہیے کہ ارباب قلوب کو سماع کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ لوگوں کے لیے سماع کی ضرورت ہے جو ہنوز جذب کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے اور سخت ریاضتوں یا کٹھن مجاہدوں کے ساتھ مسافت کو قطع کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں سماع و وجدان لوگوں کا معاون و مددگار بن جاتا ہے۔

سالک کب تک سماع کا سہارا لیتا ہے

(۱۲۰)

کہ سماع و وجد جماعہ را نافع است کہ بتقلب احوال متصف اند و بتبدل اوقات منقسم وقتے حاضر اند و وقتے غائب گاہے واجد اند و گاہے فاقد ایشانند ارباب قلوب کہ در مقامِ تجلیاتِ صفاتیہ از صفتے بصفتے و از اسمے باسمے منتقل و

متحول اند۔ (دفتر اوّل حصّہ پنجم صفحہ ۲۱۔ مکتوب نمبر ۲۸۵)

ترجمہ : جاننا چاہیئے کہ سماع و وجدان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ جن کے احوال متغیر اور اوقات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی کبھی حاضر ہیں اور کبھی غائب کبھی واجد (پانے والے) ہیں اور کبھی فاقد (گم کرنے والے) یہ لوگ ارباب قلوب میں ہیں جو تجلیات صفاتیہ میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک رسم سے دوسری رسم کی طرف منتقل اور متحول ہوتے رہتے ہیں۔

طریقہ نقشبندیہ میں سماع نہیں ہے

(۱۲۱)

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرّہ فرمودہ اند ما نہ ایں کار میکنیم لیعنی ایں کار منافی طریق خاص ماست پس نکنیم وچوں مشائخ دیگر کردہ اند برآں انکار ہم نمائیم وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا آباء کہ ملجاء و ملاذ ما فقراء است وقدوۂ پیران ما ہرگاہ در امرے حادث شود کہ مخالف ایں طریقہ علیہ بود جائے اضطراب ما فقراء است مخدوم زادہ ہا احق اند بمحافظت طریق والد بزرگوار خود فرزندان حضرت خواجہ احرار قدس سرّہ بعد از تغیر طریق والد بزرگوار ایشاں طریق اصل را الیشاں محافظت نمودند باتغیر کنندگان مجادلہ فرمودند۔ (دفتر اوّل حصّہ پنجم صفحہ ۲۲ مکتوب نمبر ۲۷۳)

ترجمہ : حضرت خواجہ نقشبند قدس سرّہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں۔ البتہ یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے اس لیے نہیں کرتا، چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس سے انکار نہیں کرتا۔ ہر ایک کے لیے ایک ایک

حجت ہے جس کی طرف اس کی توجہ ہے۔

فقیر آباد جو ہم فقراء کا ماوئے جائے پناہ اور ہمارے مشائخ کا مرکز ہے جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو طریقہ علیہ کے مخالف ہو۔ تو پھر فقراء کیوں مضطرب اور پریشان نہ ہوں۔ حضرات مخدوم زادے ہی اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگوار کے طریقہ کی تبدیلی کے بعد ان کے اصل طریق کی محافظت کی اور تغیر کرنے والوں کے ساتھ جنگ وجدال کیا ہے۔

نگاہ کی عصمت

(۱۲۲)

زنِ اجنبیہ زن را رنگِ مردِ اجنبی است در حقِ نظر و مس بشہوت روا نیست کہ زن خود را برائے غیر شوہر خود بیارابد و خود را زینت دہد و ترتیب سازد غیر شوہر مرد باشد یا زن چنانچہ مردان را نظر بشہوت با مردان حرام ست و مساس امردان نیز ایشاں را بشہوت محرم زنان را نیز نظر بشہوت بزنان محرم ست و مساس بشہوت ایشاں را حرام نیک ایں دقیقہ را رعایت باید کرد کہ شاہ راہ تجارت دنیا و آخرت ست وصولِ مرد بزن بواسطہ تباین صنفین متعسر دارد و موانع درمیان ست بخلاف وصول زن بزن بواسطہ اتحاد صنف در کمال یسر و آسانی ست اختیار اینجا بیشتر مرعی باید داشت و در منع نظر و مساس النساء بنساءِ از نظر مرد بزن و نظرِ زن بمرد اندازِ بلیغ و بلاغ مبین باید نمود۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم صفحہ ۹۷ مکتوب نمبر ۴۱)

ترجمہ: بیگانی عورت کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے اور ہاتھ لگانے میں اجنبی عورت یعنی بیگانی عورت بھی بیگانہ مرد کی طرح ہے۔ عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے آپ کو اپنے خاوند کے سوا کسی اور کے لیے خواہ عورت ہو یا مرد آراستہ کرے اور اُن کو اپنی زیب و زینت دکھائے جس طرح مردوں کو امردوں یعنی بے ریش یا نابالغ لڑکوں کو شہوت کے ساتھ دیکھنا اور مس کرنا حرام ہے اسی طرح عورتوں کو بھی عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا اور ہاتھ لگانا منع ہے۔ اس امر کو بخوبی مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ دین و دنیا کے خسارہ کا موجب ہے۔ مرد کا عورت تک پہنچنا دونوں کی جنس کے مختلف ہونے کے باعث مشکل ہے۔ کیونکہ کئی رکاوٹیں درمیان میں ہیں۔ برخلاف ایک عورت کے دوسری عورت تک پہنچنے کے۔ کہ دونوں کے ہمجنس اور متحد ہونے کے باعث نہایت آسان ہے۔ یہاں زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور مرد کو عورت کی طرف بہ نظر شہوت دیکھنے اور مس کرنے سے اچھی طرح منع کرنا اور ڈرانا چاہیئے۔

اطاعتِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

(۱۲۳)

وَمَا یُنَاسِبُ ذٰلِکَ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اطاعت رسول را عین اطاعت خود فرمود پس اطاعت خدا عزّ وجلّ کہ غیر اطاعت رسول باشد اطاعت او نیست سبحانہ واز

برائے تاکید وتحقیق این معنی کلمہ قد آورد تا بوالہوسی درمیان این دو اطاعت جدائی پیدا نکند ویکی را بر دیگری نگزیند ودر جائے دیگر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شکایت می کند از حال جماعۂ کہ درمیان این دو اطاعت تفرقہ نمایند کما قال سبحانہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔

(دفتر اوّل حصّہ سوم مکتوب نمبر ۱۵۲ صفحہ نمبر ۲۸)

ترجمہ: حق سُبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے رسُول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے رسُول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی وُہ اطاعت جو رسُول کی طاعت کے سوا ہو وُہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے۔ اور اس مطلب کی تاکید وتحقیق کے لیے کلمہ قد لایا۔ تاکہ کوئی بوالہوس اِن دونوں طاعتوں کے درمیان جُدائی ظاہر نہ کرے اور ایک دوسرے پر اختیار نہ کرے۔

اور دوسرے مقام میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتا ہے جو ان اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وُہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسُولوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض سے ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے اِنکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُس کے درمیان رستہ نکالیں۔ حقیقت میں یہی لوگ کافر ہیں۔"

اولیاء اللہ کا مسکن پُرفضیلت و شرافت پانیوالا ہوتا ہے

(۱۲۴)

بلدہ سرہند بر اکثر بلاد بطفیل حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ مشاہدہ نمودن نوری کہ گردی از صفت و نشان بوئے راہ نیافتہ در زمین سکنی خود و آں زمین بعد از چندگاہ روضہ مقدسہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ گشت الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ و بعنایۃ اللہ تعالیٰ و سبحانہ و بصدقہ حبیبہ تعالیٰ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والبرکۃ بلدۂ سرہند گویا زمین احیای من ست کہ برای من چاہ عمیق تاریک را پُر کردہ صفہ بلند ساختہ اند و بر اکثر بلاد و بقاع آں را ارتفاع دادہ و نوری در آں زمین ودیعت گشتہ است کہ مقتبس از نور بے صفتی و بے کیفی است در رنگ نورے کہ از زمین مقدسہ بیت اللہ ساطع و لامع است پیش از ارتحال فرزندی اعظمی مرحومی چند ماہ ایں نور را برین درویش ظاہر ساختہ بودند و در زاویہ زمین سکنای فقیر آں نشان داد نوری نمودند ساطع کہ گردی از صفت و نشان بوی راہ نیافتہ بود و از کیفیات منزہ و مبرا آرزوی آں شد کہ آن زمین مدفن من شود و آں نور بر سر قبر من لامع بود۔ ایں معنی را بفرزندی اعظمی کہ صاحب سر بود۔ ظاہر ساختم و از اں نور و از اں آرزوی مطلع گردانیدم۔ اتفاقاً فرزندے مرحومی بایں دولت سبقت کردہ در پردہ خاک در دریائے آں نور مستغرق گشت۔

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

از شرافت ایں بلدۂ معظمہ است کہ مثل فرزندی اعظمی از اکابر اولیاء اللہ است در آنجا آسودہ است و بعد از مدتے ظاہر شد کہ آں نور مودع لمعہ الیست از انوار قلبیہ ایں فقیر

کہ از ینجا اقتباس نمودہ ودرآں زمین افروختہ اند دررنگ آنکہ چراغی از مشعلہ برافروزند
قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللهِ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔
(دفتر دوم حصہ ششم مکتوب نمبر ۲۲ ۔ صفحہ نمبر ۵۵)

ترجمہ: حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی طفیل اکثر شہروں پر سرہند کی فضیلت و شرافت پانے اور اپنی سکونت والی زمین میں ایسے نور کے پانے میں جس کو صفت کی گرد نہیں لگی اور وہ زمین کچھ مدت کے بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کا روضہ مقدس بن گئی (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) اللہ تعالےٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے شہر سرہند گویا میری جائے پیدائش ہے کہ میرے لیے ایک تاریک گہرے کنوآں کو پُر کر کے چبوترہ بلند بنایا ہے اور اکثر شہروں اور قصبوں پر اس کو بلندی بخشی ہے۔ اس زمین میں اس قسم کا نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے مقتبس ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے، جو بیت اللہ کی پاک زمین سے ظاہر اور روشن ہے۔ فرزند اعظم مرحوم کے ارتحال سے چند ماہ اول اس نور کو اس درویش پر ظاہر کیا گیا تھا اور فقیر کی جائے سکونت میں اس کا نشان دیا تھا اور وہ نور اس قسم کا ظاہر ہوا تھا کہ صفت و شان کی گرد اس کو نہ لگی تھی اور کیفیات سے منزہ اور مبرا تھا۔ اُس وقت یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس زمین میں مدفون ہوں اور وہ نور میری قبر پر چمکتا رہے، اس بات کو میں نے فرزند اعظم کے آگے ظاہر کیا اور اس نور اور اس خواہش سے مطلع کیا۔ اتفاقاً فرزند مرحومی اس دولت میں سبقت

لے گیا اور خاک کے پردہ میں اس نُور کے دریا میں مستغرق ہو گیا۔

بیت

مبارک منعموں کو اپنی دولت　　　مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اِس شہر بزرگ کے لیے یہ بڑی بھاری شرافت کا موجب ہے کہ میرے فرزند اعظم جیسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے بزرگ اولیا میں سے ہے اس جگہ آسودہ ہے کچھ مدت کے بعد معلوم ہُوا کہ وُہ نُورِ امانت اس فقیر کے قلبی انوار کا لمعہ ہے جس کو وہاں سے اقتباس کر کے اس زمین میں روشن کیا ہُوا ہے جس طرح کہ مشعل سے چراغ روشن کر لیں۔ دیکھ کر سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا) تیرا ربّ اس وصف سے جو لوگ کرتے ہیں پاک و برتر ہے اور مرسلین پر سلام ہو اور ربّ العالمین کے لیے حمد ہے۔

حضُور کا دل نہیں سوتا

(۱۲۵)

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم در تعیّن مقام دعوت سخنان فرمودہ اند جمعی جمع توجہ بین الحق والخلق گفتہ اند اختلاف آں مُبتنی بر اختلاف احوال و مقامات است ہر کسی از مقام خود خبر دادہ است وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وآنچہ سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرمودہ است کہ اَلنِّہَایَۃُ ہِیَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ موافق مقام دعوت است کہ دریں مسوّدہ تحریر یافتہ چہ در بدایت تمام رو بخلق ست حدیث تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست

بلکہ اخبار ست از عدم غفلت از جریان احوال خویش و اُمّت خویش لہٰذا نوم در حق آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقض طہارت نگشت و چوں نبی در رنگ شبانست در محافظت اُمّت خود غفلت شایان منصب نبوّت او نباشد و حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ بر تقدیر صحت اشارت متجلّی ذاتی برقی تواند بود و آں تجلّی نیز مستلزم اقبال بجناب قدس خداوندی جلّ سلطانہٗ نیست بلکہ ایں تجلّی ازاں جانب ست متجلّی لہٗ را دراں صنعے نیست از قبیل سیر معشوق در عاشق ست عاشق از سیر سیر گشتہ است ۔

بیت : آئینہ صورت از سفر دور است

کان پذیرائی صورت از نور ست

(دفتر اوّل حصّہ دوم صفحہ ۹۹ مکتوب نمبر ۹۹)

ترجمہ : بعض مشائخ طریقت قدس سرہم نے مقام دعوت کے متعین کرنے میں مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے کام لیا ہے مثلاً بعض حضرات نے خالق اور مخلوق کے درمیان توجہ کا جمع ہونا بیان کیا ہے ۔بعض نے نہیں دراصل یہ اختلاف اقوال و مقامات پر مبنی ہے ۔ہر ایک نے اپنے ہی مقام کی نسبت خبر دی ہے اور حقیقتِ حال صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ۔

اور جو یہ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نہایت ہی بدایت کی طرف رجوع کرنا ہے ۔یہی مقام دعوت ارشاد و عزیمت کے موافق ہے ۔ اس کے متعلق راقم الحروف بھی لکھ چکا ہے کہ بدایت ہی میں ہمہ تن توجہ خلق کی طرف ہے ۔

حدیث : کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں ۔لیکن دل نہیں سوتا ، اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر ہے ۔یہی وجہ ہے کہ

نیند میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ساقط نہ ہوتا تھا کیونکہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے نگہبان ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں اور حدیث:

"میرا اللہ کے ساتھ ایک خاص وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی اور رسول کی گنجائش نہیں" میں بشرط صحت تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ پھر وہ تجلی بھی حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی مستلزم نہیں ہے بلکہ یہ تجلی اس طرف سے ہے۔ متجلی لہ کا اس میں کوئی دخل نہیں جیسا کہ محبوب محب کی محبت میں سیر ہو گیا ہو۔ ؎

سفر سے آئینہ صورت کا ہے بہت دُور
قبول کرتا ہے صورت کو وہ بباعث نُور

پیر کامل طالب اور مطلوب کے درمیان لازمی واسطہ ہوتا ہے

(۱۲۶)

مخدوما مقصد اقصیٰ و مطلب اسنیٰ وصول بجناب قدس خداوندیست جل سلطانہٗ لیکن چوں طالب در ابتدا، بواسطہ تعلقات شتّیٰ در کمال تدنس و تنزل است و جناب قدس و تعالیٰ در نہایت تنزہ و ترفع و مناسبتی کہ سبب افاضہ و استفاضہ است درمیان مطلوب و طالب مسلوب ست لاجرم از پیر راہ دان راہ بین چارہ نبود کہ برزخ بود و از ہر دو طرف حظ وافر دارد تا واسطہ وصول طالب بمطلوب گردد و ہر قدر کہ طالب را بہ مطلوب مناسبت پیدا می گردد ہمہ قدر پیر خود را از میان و چوں طالب را بمطلوب مناسبت تام پیدا شود پیر بتمام خود را از میان برکشیدہ و طالب را بمطلوب بی توسط خود واصل گردانید پس در ابتدائی دور توسط مطلوب را بے آئینہ

پیر نمی تواں دید و در انتہائی توسط آئینۂ پیر جمالِ مطلوب جلوہ گرمی گردد و وصل عریاں حاصل مے شود و آنچہ گفتہ کہ پیر اگر دراں وقت حاضر شود از تن جدا سازم از دیوانگی گفتہ ارباب استقامت چنیں نگویند و براہ بی ادبی نپویند و مرادات را از برکات پیر جویند۔ (دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۵۴ مکتوب نمبر ۱۶۹)

ترجمہ: میرے مخدوم! سب سے بڑھ کر اعلےٰ مقصود اور بزرگ مطلوب حق تعالیٰ کی جناب میں واصل ہونا ہے، چونکہ طالب ابتداء میں مختلف تعلقات کے باعث کمال آلودگی اور تنزل میں ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کمال پاکیزگی اور بلندی میں ہے اور وہ مناسبت جو طالب و مطلوب کے درمیان فیض لینے یا دینے کا سبب ہے مسلوب ہے۔ اس لیے راستہ جاننے والے تجربہ کار پیر کی ضرورت ہے جو دونوں کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہو اور دونوں طرف سے حظ وافر رکھتا ہو تاکہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا واسطہ ہو جائے اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے اُسی قدر پیر اپنے آپ کو الگ کرتا جائے گا اور جب طالب کی اپنی مطلوب سے کامل مناسبت پیدا ہو گئی تو پیر نے پورے طور پر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کر لیا اور اپنے وسیلہ کے بغیر طالب کو مطلوب سے واصل کر دیا پس ابتداء اور توسط میں پیر کے آئینے کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتے اور انتہا میں آئینہ پیر کے وسیلہ کے سوا مطلوب کا جمال جلوہ گر ہوتا ہے اور وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ اگر پیر اس وقت حاضر ہو تو میں اُس کا تن سے سر جدا کر دوں، یہ دیوانہ پن ہے کیونکہ استقامت والے لوگ ایسا نہیں کہتے۔ اور بے ادبی کے راہ پر نہیں چلتے اور اپنی تمام مرادوں کو پیر ہی کی برکات

سے حاصل کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی توجّہ اور نظر امراضِ قلبی کے لیے شافی ہے

(۱۲۷)

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ نص قاطع است و کریمہ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ مؤیّدِ ایں معنی ست بالجملہ نظر ہمّت بزرگوارانِ ایں طریقہ علیّہ بلند افتادہ است بہر زرّاقے و رقّاصے نسبت ندارند لہٰذا نہایت دیگراں در بدایت ایشاں مندرج گشتہ است و مبتدیِ طریقہ ایشاں حکم منتہیِ طُرُقِ دیگر یافتہ وازابتدا سفر ایشاں در وطن مقرّر شدہ است و خلوت در انجمن بحصول پیوستہ و دوام حضور نقدِ وقت شان آمدہ ایشانند کہ تربیتِ طالباں مربوط بہ صحبتِ علیّہ ایشاں ست و تکمیل ناقصاں مَنُوط بتوجہ شریفِ شان نظرِ شان شافی امراضِ قلبیّہ است و التفاتِ شان دافع عِلَلِ معنویّہ است یک توجّہِ ایشاں کارِ چلّہ اربعین میکند و یک التفاتِ شان برابرِ ریاضات و مجاہدات سنین۔

(دفتر دوم حصّہ ششم مکتوب نمبر ۲۳، صفحہ ۶۰)

ترجمہ: (کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں) نص قاطع ہے اور آیت کریمہ (کہ اللہ پھر ان کو چھوڑ دے) اس مضمون کی تائید کرتی ہے، غرض اس طریقہ علیّہ کے بزرگوں کی نظر ہمت بہت بُلند ہے ہر زرّاق اور رقّاص یعنی مکّار اور ناچنے والے سے نسبت نہیں رکھتے۔ اِسی واسطے دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے اور اس طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کا حکم رکھتا ہے۔ ابتداء ہی سے ان کا سفر وطن میں مقرّر ہوا ہے اور

خلوت درانجمن حاصل ہو چکی ہے اور دوام حضور ان کا نقد وقت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی صحبت علیّہ پر موقوف ہے اور ناقصوں کی تکمیل ان کی شریف توجہ پر منحصر ہے ان کی نظر امراض قلبی کو شفا بخشتی ہے اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ ان کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام کرتی ہے اور ان کی ایک التفات کئی سالوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے برابر ہے۔

کلمہ طیبہ کے فضائل بمطابق طریقت و حقیقت شریعت

(۱۲۸)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط ایں کلمہ طیبہ متضمن طریقت و حقیقت و شریعت تا زمانیکہ سالک در مقام نفی ست در مقام طریقت است و چوں از نفی بتمام فارغ شود و جمیع ما سوائے از نظر او منتفی گردد طریقت را تمام کردہ باشد و بمقام فنا رسیدہ بود و چوں از نفی در مقام اثبات آید و از سلوک بجذبہ گراید بمرتبہ حقیقت متحقق شدہ باشد و ببقا موصوف گشتہ و ایں نفی و اثبات و بایں طریقت و حقیقت و بایں فنا و بقا و بایں سلوک و جذبہ اسم ولایت صادق مے آید و نفس از امارگی باطمینان میگراید و مزکی و مطہر میگردد و پس کمالات ولایت مربوط بجزو اوّل ایں کلمہ طیبہ گشت کہ نفی و اثبا تست باقی ماند جزو دوم ایں کلمہ مقدسہ کہ مثبت رسالت خاتم الرسل ست عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ایں جزو اخیر محصل و مکمل شریعت ست آنچہ در ابتدا وسط و وسطت از شریعت حاصل شدہ بود صورت شریعت بود و اسم و رسم او بود حصول حقیقت شریعت درین موطن ست کہ بعد از حصول مرتبہ ولایت بحصول مے پیوند و کمالات نبوت کہ کمّل تابعان را بہ تبعیت و

وراثتِ انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّحِیَّاتُ حاصل میگردد نیز درین موطن ست طریقت وحقیقت کہ محصلان ولایت اند گویا شرائط اند از برائے تحصیل حقیقت شریعت وتحصیل کمالاتِ نبوت ولایت راہمچون طہارت باید دانست وشریعت راہمچوں صلوٰۃ درطریقت گویا ازالۂ نجاساتِ حقیقیہ است ودرحقیقت ازالۂ نجاساتِ حکمیہ تابعد از طہارت کاملہ شایانِ اتیانِ احکام شرعیہ گردد وقابلیتِ ادائے نماز کہ نہایت مراتبِ قرب ست وستونِ دین است ومعراجِ مومن ست پیدا کند جزوِ اخیر این کلمہ مقدسہ را دریائے فہم بیکراں کہ جزوِ اوّل درجنبِ آن قطرہ مینمود بلکہ کمالاتِ ولایت را درجنب کمالاتِ نبوت ہیچ مقدارے نیست ذرہ را درجنبِ آفتاب چہ مقدار بود سُبْحَانَ اللّٰہِ جمعے از کج بینی ولایت را از نبوت افضل دانستہ اند۔

(دفتر اوّل حصہ ششم صفحہ ۱۲۶ - ۱۲۷ مکتوب نمبر ۴۶)

ترجمہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝

یہ کلمہ طیبہ طریقت وحقیقت وشریعت کا جامع ہے۔ جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے طریقت میں ہے اور جب نفی سے پورے طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام ماسوا اس کی نظر سے منتفی ہو جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے۔ جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف رغبت کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقائ کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اس نفی و اثبات اور اس طریقت وحقیقت اور اس فنا و بقاء اور اس سلوک وجذبہ سے اس پر ولایت کا حکم صادق آتا ہے اور نفس امارگی کو چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے اور پاک وصاف بن جاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کی جزو اوّل کے ساتھ جو نفی اثبات ہے وابستہ ہیں۔ باقی رہا اس کلمہ مقدسہ کا دوسرا جزو جو

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے، یہ دوسرا جزو شریعت کو کامل اور تمام کرنے والا ہے۔ جو کچھ ابتدار اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا وہ شریعت کی صورت تھی، اور اس کا اسم و رسم تھا۔ شریعت کی اصل حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور کمالاتِ نبوت جو کامل تابعداروں کو انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر حاصل ہوتے ہیں، طریقت و حقیقت جن سے ولایت حاصل ہوتی ہے۔ شریعت کی حقیقت اور کمالات نبوت کے حاصل ہونے کے لیے گویا شرائط ہیں۔ ولایت کو طہارت یعنی وضو کی طرح سمجھنا چاہیئے اور شریعت کو نماز کی طرح۔ طریقت میں حقیقی نجاستیں دُور ہوتی ہیں اور حقیقت میں حکمی نجاستیں رفع ہوتی ہیں تاکہ کامل طہارت کے بعد احکام شرعیہ کے بجالانے کے لائق ہو جائیں اور اس نماز کے ادا کرنے کی قابلیت حاصل ہو جائے جو مراتب قُرب کی نہایت اور دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ مجھے کلمہ کا دوسرا جزو دریائے ناپیدا کنار کی طرح معلوم ہوا جس کے مقابلہ میں پہلا جزو قطرہ کی طرح دکھائی دیتا تھا، ہاں کمالاتِ نبوت کے مقابلہ میں کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں۔ آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ کی کیا مقدار ہے۔ سبحان اللہ بعض لوگ کج بینی سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں۔

کشفِ کفّار استدراج ہے

(۱۲۹)

وکشف بعضے از امورِ غیبی کہ در وقت صفائے نفس کفّار واہل فسق را دست میدہد استدراج است کہ مقصود ازاں خرابی وخسارت آں جماعہ است نجّانا اللہ سُبْحَانَہٗ عَنْ ھٰذِہِ الْبَلِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاٰلِ کُلٍّ۔

(حوالہ دفتر اوّل حصّہ چہارم صفحہ ۱۱۹ مکتوب نمبر ۲۶۶)

ترجمہ: بعض امور غیبی کا کشف جو تزکیۂ نفس کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے وہ استدراج ہے جس سے مقصود خود ان لوگوں کی خرابی وخسارا ہے۔ اللہ تعالیٰ سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طفیل ہم کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔

صحابہ پر طعن کرنا قرآن اور شریعت پر طعن کرنا ہے

(۱۳۰)

یقین تصوّر فرمایند کہ فساد صحبت مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافر ست و بدترین جمیع فرق مبتدعان جماعہ اند کہ باصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصّلوٰۃ والسلام بغض دارند اللہ تعالیٰ در قرآن مجید خود ایشاں را کفار می نامد لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ قرآن و شریعت را اصحاب تبلیغ نمودہ اند اگر ایشان مطعون باشند طعن در قرآن و شریعت لازم می آید قرآن جمع حضرت عثمان ست علیہ الرضوان اگر عثمان مطعون ست

اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَمَّا یَعْتَقِدُ الزَّنَادِقَۃُ۔

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۵۴ صفحہ نمبر ۲۸)

ترجمہ: یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ بدتر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحاب ہی نے کی ہے اور اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے جمع کیا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ خدا تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔

اولیاء اللہ کی صحبت ریاضتوں سے بہتر ہے

(۱۳۱)

امروز حصول این دولت عظمیٰ وابستہ بتوجہ و اخلاص باین طبقۂ علیۂ نقشبندیہ است بریاضات شاقہ و مجاہدات شدیدہ آن میسر نہ گردد کہ بیک صحبت ایشاں حصول یابد چہ در طریق این بزرگواران اندراج نہایت در بدایت است و در اوّل صحبت آن می بخشند کہ منتہیان را در نہایت بدست می افتد طریق ایں بزرگواران طریق اصحاب کرام است کہ ایشاں را در اوّل صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات آن کمالات میسر میشد کہ اولیاء امت را در نہایت شاید میسر شود و این طریق اندراج نہایت در بدایت است۔ (دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۹۰ صفحہ ۸۲)

ترجمہ: آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقۂ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہے۔ بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے۔ ان کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے، جو اولیائے اُمت کو نہایت میں شاید ہی میسر ہوں اور یہی ابتدا میں انتہا کے درج کا طریق ہے۔

طالب اپنے کشف اور خواب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ مرشد کا اتباع کرے

(۱۳۲)

مخدوما اگر وقائع را اعتبار بود و بر مقامات اعتماد باشد مریداں را بہ پیراں ہیچ احتیاج نباشد و التزام طریقے از طرق عبث می افتد چہ ہر مریدی موافق وقائع خود عمل خواہد کرد و مطابق منامات خود زندگانی خواہد نمود آں وقائع و منامات موافق طریق پیر باشند یا نباشند و مرضی او بوند یا نبوند بریں تقدیر سلسلۂ پیری و مریدی برہم میخورد و ہر بوالہوسے بوضع خود مستقل میگردد و مرید صادق ہزار وقائع را با وجود پیر بہ نیم جو نمیخرد و طالب رشید بدولت حضور پیر منامات را از اضغاث احلام می شمرد و ہیچ التفات بہ آنہا نمی نماید شیطان لعین دشمنی است قوی منتہیاں از کید او ایمن نیستند و از مکر او ترساں و لرزاں اندا زمبتدیاں و متوسطاں چہ گوید غایۃ ما فی الباب منتہیان محفوظ اند و از سلطان شیطان مصون

بخلاف مبتدیان و متوسطاں پس وقائع ایشاں شایان اعتماد نباشند واز مکر دشمن محفوظ نبوند۔

(دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۷۳ صفحہ ۱۹)

ترجمہ: میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہوتا تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی اور طریق میں سے کسی ایک طریق کا پکڑنا عبث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا۔ اور خواہ وہ واقعات و منامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی درہم برہم ہو جاتا اور ہر بوالہوس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مرید صادق ہزارہا واقعات کو اپنے پیر کے ہوتے ہوئے نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو اضغاث احلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے اور کچھ التفات ان کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لعین بڑا بھاری دشمن ہے جب منتہی اس کے مکر سے ترساں و لرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔ حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔

اتّباعِ سُنّت عالمِ حقیقت کے لیے ضروری ہے

(۱۳۳)

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ بر جادہ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام والتحیۃ

استقامت کرامت فرماید آنچہ لابد است و ناچار تصحیح عقاید است اولاً بموجب آرائی صائبہ اہل سنّت وجماعت کہ فرقۂ ناجیہ اند وثانیاً ایتان اعمال است بموجب احکام فقہیہ بعد از دانستن آں احکام از فرائض وسنن وواجبات مستحبات وحلال و حرام ومکروہ ومشتبہ چوں ایں دو جناح اعتقادی وعملی میتسر شد اگر توفیق خداوندے جلّ سلطانہٗ مساعدت نماید میتوانند کہ بعالم حقیقت طیران نماید وبے حصول ایں دو بازو طیران وصول بعالم حقیقت محالست۔

بیت ؎

محالست سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ

(دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۹۴ صفحہ ۸۵۰)

ترجمہ: حق تعالیٰ شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے جو کچھ ضروری ہے یہ ہے کہ اوّل فرقہ ناجیہ اہل سنّت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں اور پھر احکام فقہیہ از قسم فرض واجب و سُنّت ومستحب وحلال وحرام ومکروہ ومشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجا لائیں جب یہ اعتقادی اور عملی دو بازو حاصل ہو گئے اور خداوند تعالیٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر عالم حقیقت تک پہنچنا محال ہے۔

مجذُوب کی تعظیم

(۱۳۴)

ونیز منقول است کہ شیخ مہنہ ابوسعید ابوالخیر مجلسے داشتند وسید اجل

از اکابر سادات خراسان نیز در مجلس الیشاں نشستہ بودند اتفاقاً در آں ثنا مجذوبے مغلوب الاحوال پیدا شد حضرت شیخ او را بر سید اجل تقدیم داوند سید را نا خوش آمد و بسید فرمودند کہ تعظیم شما بواسطہ محبت رسول است علیہ الصلوٰۃ والسلام و تعظیم ایں مجذوب بواسطہ محبت حق سبحانہ ایں قسم تفرقہ را نیز اکابر مستقیم الاحوال تجویز نمی نمایند و غلبہ محبت حق را سبحانہ وتعالیٰ بر محبت رسول او علیہ الصلوٰۃ والسلام از سکر حال مے دانند و جز فضولی نمی انگارند۔ اما این قدر ہست کہ در مقام کمال کہ مرتبہ ولایت است حق سبحانہ غالب است و در مقام تکمیل کہ نصیبے از مقام نبوت است محبت رسول غالب ثبتنا اللہ سبحانہ علی اطاعۃ الرسول التی ھی عین اطاعۃ اللہ سبحانہ۔

(دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۲۹۔ مکتوب نمبر ۱۵۲)

ترجمہ: منقول ہے کہ شیخ مہنہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً وہاں ایک مغلوب الحال مجذوب آنکلا۔ حضرت شیخ نے ایک خراسانی سید پر ترجیح دی تو سید صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ حضرت شیخ نے سید صاحب سے فرمایا کہ آپ کی تعظیم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے باعث ہے اور اس مجذوب کی تعظیم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی محبت کے سبب ہے۔ لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس قسم کے تفرقہ کو بھی جائز نہیں سمجھتے وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پر حق تعالیٰ کی محبت کو حالت سکر سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ مقام بیکار ہے۔ لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مرتبۂ کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے حق تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت غالب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت پر جو عین اللہ کی اطاعت

ہے ثابت قدم رکھے۔

ہر حال میں ذکرِ الٰہی کرنا چاہیئے

۱۳۵

فرزندانِ گرامی وقت ابتلا ہر چند تلخ و بے مزہ است امّا اگر فرصت دہند مغتنم است دریں وقت چوں شما را فرصت دادہ اند۔ حمد خدا جلّ شانہٗ بجا آوردہ متوجہ کارِ خود باشند و یک لمحہ و لحظہ فراغت برخود تجویز نکنند و یکے از سہ چیز باید کہ خالی ازاں نباشند۔ تلاوت قرآن مجید و ادائے نماز بطول قراءۃ و تکرار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ باید کہ بکلمہ لا نفی آلہہ ہوائے نفس خود نمایند و در نفی مقاصد و مرادات خویش کنند مراد خود طلبیدن دعوئ الوہیت خود کردن است باید کہ ہیچ مراد را در ساحت سینہ گنجائش نبود و ہیچ ہوسے در متخیلہ نماند تا حقیقتِ بندگی متحقق شود مراد خود خواستن متلزم دفعِ مراد خود است و معارضہ کردن است بصاحب خود ایں معنی متلزم نفی مولائے خود است و اثبات مولویت خود قبحِ ایں امر را نیک دریافتہ نفی دعوئ الوہیت خود نمایند تا زمانیکہ از ہواہا و ہوسہا بتمام پاک گردند و جز مرادے مولا مرادے نداشتہ باشند ایں معنیٰ لعنایۃ اللّٰہ سبحانہٗ امید است کہ در ایام بلا و در اوقات ابتلا بسہولت میسر گردد و در غیر ایں ایام ایں ہواہا و ہوسہا سدہائے سکندریہ است در گوشہا خزیدہ بایں امر مشتغل باشند کہ فرصت مغتنم است در زمانِ فتن اندک را بہ بسیار قبول مے نمایند و در غیر زمانِ فتن ریاضات و مجاہدات شاقہ در کار است جز شرط است ملاقاتے واقع شود یا نہ نصیحت ہمیں است کہ مُرادے و ہوسے نماند والدہ خود را نیز بایں معنیٰ مطلع سازند و دلایت نمایند باقی احوال ایں نشاۂ چوں گزرندہ است چہ در معرضِ بیان آرد برخوردان شفقت

دارید و بخوانندن ترغیب نمایند و اہل حقوق را تا توانید از جانب ما راضی سازید و بدُعاء سلامتی ایمان مدد و مُعاون باشید مکرّر و مؤکد نوشتہ می شود ایں وقت را با مُور لاطائل صرف نکنند و بغیر ذکر الٰہی جَلّ شَانُہٗ باید کہ بہیچ چیز نہ پردازند اگرچہ بمطالعہ کُتب و تکرار طَلَبہ بود وقت ذکر است ہوا ہائے نفسانی را کہ آلہہ باطلہ اند در تحت لا آرند تا تمام منتفی شوند و ہیچ مرادے و مقصودے در سینہ نماند حتیٰ کہ خلاصی من کہ بالفعل از اہم مقاصد شما است نیز باید کہ مرادے شما نباشند و بتقدیر و فعل و ارادہ او تعالیٰ راضی باشند و در جانب اثبات کلمہ طیّبہ غیر از غیب ہویت کہ ورائے ورائے معلومات و تخیّلات است ہیچ نباشد غم حویلی و مراد چاہ و باغ و کتب و اشیاء دیگر خود سہل است باید کہ ہیچ چیز مزاحم وقت شما نشود و غیر از مرضیات حق جَلَّ و عَلَا مراد و مرضی شما نباشد اگر ما ے مردیم ایں ہمہ اشیا می رفت گو در حیات ما رفتہ باشد ہیچ فکر نکنند اولیاء ایں اُمور را باختیار خود گزاشتہ اند ما باختیار او تعالیٰ ایں امور را بگذاریم و شکر بجا آریم و اُمید است کہ از مخلصاں باشیم (بلفتح لام) جائیکہ نشستہ اند ہماں را وطن انگارند حیات چند روزہ ہر جا کہ گذرد باید کہ بیاد حق جَلَّ شَانُہٗ گزرد معاملہ دنیا سہل است متوجہ آخرت باشند والدہ خود را تسلّی بدہند و ترغیب آخرت نمایند۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۲ صفحہ نمبر ۷۰۸)

ترجمہ: اے فرزندانِ عزیز! ابتلاء کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے تم کو اب فرصت مل گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی حمد بجا لا کر اپنے کام میں لگے رہو اور ایک دم بھی فراغت و آرام اپنے لیے پسند نہ کرو اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول رہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کرو یا لمبی قرأت کے ساتھ نماز کو ادا کرو یا کلمہ طیّبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا تکرار کرتے رہو۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ حق تعالےٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی خواہش کی نفی کرنی چاہیئے اور اپنی تمام

مُرادوں اور مقصودوں کو دفع کرنا چاہیئے کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعوے کرنا ہے۔ بلکہ سینہ میں کسی مُراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو اپنی مُراد کو طلب کرنا گویا اپنے مولا کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا اس امر میں اپنے مولا کی نفی اور اپنے مولا بننے کا اثبات ہے۔ اس امر کی بُرائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو تاکہ تمام ہوا و ہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ اور طلب مولا کے سوا تمھاری کوئی مراد نہ رہے۔ یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلاد ابتلا کے زمانہ میں بڑی آسانی سے میسر آجاتا ہے اور اس زمانہ میں ہوا و ہوس سد سکندری ہے۔ گوشہ میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت غنیمت ہے فتنہ کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں اور فتنہ کے زمانہ کے سوا سخت مجاہدے اور ریاضتیں درکار ہیں۔ اطلاع دینا ضروری ہے شاید ملاقات ہو یا نہ ہو یہی نصیحت ہے کہ کوئی مراد و ہوس نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو اور اُسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو باقی احوال چونکہ یہ جہان فانی اور گزرنے والا ہے کیا لکھے جائیں چھوٹوں پر شفقت رکھو اور اُن کو پڑھنے کی ترغیب دو، اور جہاں تک ہو سکے تمام اہل حقوق کو ہماری طرف سے راضی کرو اور ایمان کی سلامتی کی دُعا سے ممد و معاون رہو۔ بار بار یہی لکھا جاتا ہے کہ وقت کو بیہودہ امُور میں ضائع نہ کرو اور ذکر الٰہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ اب کتابوں کے مطالعہ اور طلباء کے تکرار کا وقت نہیں۔ اب ذکر کا وقت ہے۔ تمام نفسانی خواہشوں کو جو جھوٹے خدا ہیں لا کے نیچے لا کر سب کی نفی کر دو اور کوئی مراد و مقصود سینے

میں نہ رہنے دو حتیٰ کہ خلاصی بھی جو کہ تمہارے لیے نہایت ضروری ہے تمہاری مراد و مطلوب نہ ہو اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی رہو۔ اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب میں غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات و متخیلات کے وراء الوراء ہے، کچھ نہ رہے جو باغ سرائے و چاہ و باغ اور کتابوں اور دوسری تمام اشیاء کا غم سہل ہے۔ ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت کی مانع نہ ہو اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمہاری کوئی مراد و مرضی نہ رہے۔ ہم اگر مر جاتے تو تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں تاکہ کوئی کوئی فکر نہ رہے۔ اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ ہم حق تعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑ دیں اور شکر بجالائیں۔ امید ہے کہ مخلصین بفتح لام میں سے ہو جائیں گے۔ جہاں تم بیٹھے ہو اسی کو اپنا وطن خیال کرو۔ چند روزہ زندگی جہاں گذرے یا دِ حق میں گذر جائے، دنیا کا معاملہ آسان ہے۔ اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔

نوافل کی نسبت فرائض پر زیادہ توجہ دی جائے

(۱۳۶)

در ادائے فرائض اہتمام تمام باید نمود و در حِلّ و حرمت نیک احتیاط باید فرمود عبادات نافلہ در جنب عبادات فرائض کالمطروح فی الطریق اند و از اعتبار ساقط اند اکثر مردم ایں وقت در ترویج نوافل اند و در تخریب فرائض در اتیان نوافل عبادات اہتمام دارند و فرائض را خوار و بے اعتبار شمرند بمبلغ کلی بتقریب مستحق

وغیر مستحق بدہند اما یک جتیل درادائے زکوٰۃ ایشاں را در مصرف دادن متعسر ست نمیدانند کہ یک جتیل در زکوٰۃ دادن بہ از لکہائے صدقہ نافلہ است درادائے زکوٰۃ مجرد امتثال امر مولیٰ است جل سلطانہٗ ودر صدقہ نافلہ بسیار است کہ منشاء آں ہوائے نفسانی بود۔ لہٰذا در فرض ریا را گنجائش نیست ودر نفل جولانگاہ ریا است ازینجاست کہ درادائے زکوٰۃ اظہار اولیٰ است کہ نفی تہمت نماید ودر صدقہ نافلہ استتار بہتر است کہ الیق بالقبول ست جملہ از التزام احکام شرعیہ چارہ نیست تا از مضرت دنیا رستگاری متصور شود اگر بہ حقیقت ترک دُنیا میسر نہ گردد از ترک حکمی دُنیا کوتہی نکنند وآں التزام شریعت است در اقوال وافعال وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَلْمُوَفِّقُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم۔ صفحہ ۸۲ - ۸۳، مکتوب نمبر ۸۲)

ترجمہ: ادائے فرائض میں خصوصاً کوشش کرنی چاہیئے اور حلت وحرمت میں بڑی احتیاط برتنی چاہیئے اور عبادات نوافل کو عبادات فرائض کے مقابلہ میں خس وخاشاک کی طرح بے اعتبار جاننا چاہیئے۔ اس زمانہ میں لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خراب کرتے ہیں۔ یعنی نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور فرائض کو بے اعتبار جانتے ہیں۔

سب کا سب روپیہ وقت بے وقت مستحق اور غیر مستحق لوگوں میں خیرات کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک حبہ زکوٰۃ کے طور پر خرچ نہیں کرتے۔ یہ نہیں جانتے کہ ایک حبہ بطور زکوٰۃ مصرف شرعیہ کے مطابق دینا صدہا صدقہ سے نافع اور بہتر ہے۔ کیونکہ ادائے زکوٰۃ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اور صدقہ میں اکثر ہوائے نفسانی کی تابعداری۔ پس اس لیے فرض ریا کی گنجائش نہیں، اور نوافل میں ریا کا دخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا بہتر ہے تاکہ تہمت دُور ہو جائے اور صدقہ چھپا کر دینا بہتر ہے،

جو قبولیت کے لیے مناسب ہے۔

غرض جب تک احکام شرعیہ کو لازم نہ پکڑیں تب تک دنیا کی مضرت سے نہیں بچ سکتے۔ اگر دنیا کی ترک حقیقی میسّر نہ ہو تو ترک حکمی میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے نیز اقوال وافعال میں شریعت کے احکام پر نظر رکھنا لازمی ہے۔ سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

ہر مقام پر اتّباعِ سُنّت ضروری ہے

(۱۳۷)

مراد از کمال شر و نقص علم ذوقی ست نہ آنکہ بہ شرارت و نقص متصف شود صاحب این متخلق باخلاق اللہ ست تَعَالیٰ شَانُہٗ وَتَقَدَّسَ۔ ایں علم ہم از جملۂ ثمراتِ آں تخلق ست شرارت و نقص را دراں موطن چہ مجال جز آنکہ علم بآں متعلق شود ایں علم بواسطۂ شہود تام بخیر محض است کہ در جنب آں ہمہ شر می نماید ایں لعد از فرود آمدن نفس مطمئنہ است بمقام خود۔ ہذا۔ تا ایں قسم خود را بر زمین نزند کارش تا بایں انجام نرسد از کمالِ مولائے خود جَلَّ شَانُہٗ بے نصیب ست نکیف کہ خود را عین مولا داند صفات خود را صفات او انگارد۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ ایں الحاد در اسماء و صفاتِ ست ارباب ایں در زمرہ وَذَرِ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ داخل اند نہ آنکہ ہر کہ جذبۂ او بر سلوکِ او مقدم ست از محبوبین ست لیکن تقدم جذبہ شرط است در محبوبیت آرے در ہر جذبہ بنحوے از معنی محبوبیت حاصل است کہ جذب بے آن نمی شود و آں معنی از عوارض پیدا شدہ است ذاتی نیست آں معنی ذاتی غیر معطل ست بشیٔ مِّنَ الْاَشْیَآءِ چنانچہ ہر منتہی را

آخر جذبہ میسر ست اما داخل زمرہ محبان است بواسطۂ عارض معنی محبوبیت پیدا شدہ است وَهُوَ لَا يَكْفِيْ فِيْهِ وآں عارض تزکیہ و تصفیہ است و در بعضے مبتدیان اتباعِ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام وَلَوْ بِالْجُمْلَةِ باعثِ حصول آں معنی فی الجملہ است بلکہ در منتہی ہم اتباع ست و بس و در محبوبان ظہور آں معنی ذاتی فضلی نیز وابستہ باتباع آں سرور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ و اسمے کہ رب اوست مناسب اسمیکہ رب آنحضرت ست علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واقع شدہ است درحقِ ایں خصوصیت واز آنجا ایں سعادت اکتساب کردہ۔

(دفتر اوّل حصہ اوّل صفحہ ۱۹-۱۸ مکتوب نمبر ۹)

ترجمہ: کمال شر اور نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے، نہ یہ کہ شرارت و نقص سے متصف ہو، اس علم والا اللہ تعالےٰ کے اخلاق سے متخلق ہے اور یہ علم بھی اسی تخلق کے ثمروں میں سے ہے، شرارت و نقص کو اس مقام میں کیا مجال ہے۔ سوائے اس کے کہ علم اس کے متعلق ہو۔ یہ علم شہود تام کی وجہ سے خیر محض ہے کہ جس کے پہلو میں سب کچھ شر دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر آئمہ آنے کے بعد ہے۔ پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچائے، اپنے مولا جَلَّ شانہٗ کے کمال سے بے نصیب ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو عین مولا جانے اور اپنی صفات کو اس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ (اللہ تعالےٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے)۔

یہ امر اسماء و صفات میں الحاد و زندقہ ہے۔ اس عقیدے والے لوگ اس گروہ میں شامل ہیں جن کے حق میں یہ آیت ہے (ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں) یہ نہیں کہ جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے، محبوبین ہی سے ہے لیکن محبوبیت

میں جذبہ کا اول ہونا شرط ہے۔ہاں ہر جذبہ میں محبوبیت کے ایک قسم کے معنی حاصل ہیں کہ جن کے بغیر جذبہ نہیں ہوتا اور وہ معنی عوارض سے پیدا ہوئے ہیں ذاتی نہیں ہیں اور وہ ذاتی معنی کسی شے سے معلل اور وابستہ نہیں ہیں جس طرح ہر منتہی کو آخر جذبہ حاصل ہے، لیکن محبوں کے زمرہ میں داخل ہے، نہ زمرہ محبوبین میں اسی طرح عارض کے سبب محبوبیت کے معنی پیدا ہوئے اور یہ بات اس کے حق میں کافی نہیں ہے اور وہ عارض تصفیہ و تزکیہ ہے اور بعض مبتدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اگرچہ بعض امور میں ہو مجمل طور پر اس معنے کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی ہے اور محبوبوں میں ان ذاتی فضل معنوں کا ظہور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی مناسبت کی وجہ سے ہیں اور وہ اسم جو اس کا رب ہے اس خصوصیت کے حق میں اس اسم کے مناسب واقع ہوا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔

شریعت، صورت اور حقیقت

(۱۳۸)

کہ شریعت را صورتے است و حقیقتے صورتش آں ہست کہ علماء ظواہر بہ بیان آں متکفل اند و حقیقتش آن کہ صوفیہ علیہ باں ممتاز اند نہایت عروج صورت شریعت تا نہایت سلسلہ ممکنات است بعد ازاں اگر در مراتب وجوب و سیر واقع شود صورت با حقیقت ممتزج خواہد بود و ایں معاملہ امتزاج نیز تا عروج بشان العلم است کہ مبداء تعینن

سید البشر است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات بعد ازاں اگر ترقی واقع شود صورت وحقیقت ہر دو وداع خواہند نمود ومعاملہ عارف بشان الحیوٰۃ خواہد افتاد ایں شان عظیم الشان را با عالم ہیچ مناسبتے نیست از شیونات حقیقیہ است کہ گرد اضافت باں نرسیدہ است تا تعلقے با عالم پیدا کند وایں شان دروازہ مقصود است ومقدمہ مطلوب دریں موطن عارف خود را از دائرہ شریعت بیرون می یابد امّا چوں محفوظ است دقیقہ از دقائق شریعت فرو نمی گزارد۔

(حوالہ: دفتر اوّل حصہ سوم صفحہ نمبر ۵، مکتوب نمبر ۱۷۲)

ترجمہ: شریعت کے لیے ایک صورت یعنی ظاہر ہے، اور ایک حقیقت یعنی باطن ہے۔ اس کی صورت وُہ ہے جو علمائے ظاہر اس کے بیان کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اس کی حقیقت وُہ ہے جس سے صوفیہ علیہ ممتاز ہیں۔ شریعت کی صورت کا نہایت عروج سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ بعد ازاں اگر وجوب کے مرتبوں میں سیر واقع ہو تو صورت حقیقت کے ساتھ مِل جائے گی اور اس آمیزش کا معاملہ بھی شانِ علم کے عروج تک ہے جو سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعیّن کا مبداء ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت وحقیقت دونوں کو وداع کریں گے اور عارف کا معاملہ شانِ حیات سے جا پڑے گا اور اس عظیم الشان شان کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ یہ شان حقیقی شیونات سے ہے جس کو اضافت کی گرد نہیں پہنچی تاکہ جہاں سے تعلق پیدا کرے اور یہ شان مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا مقدمہ ہے۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے لیکن چونکہ محفوظ ہے اس لیے شریعت کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔

جلالِ خداوندی

(۱۳۹)

سعادت آثارا فقرہ در صحیفۂ گرامی اندراج یافتہ بود کہ خدیو نشأتین
ایں نعتیست کہ مخصوص بہ حضرت واجب الوجود است جلّ سُلْطَانُهٗ
عَبْدٌ مَّمْلُوْكٌ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ راچہ رسد کہ بوجہ از وجوہ خداوند خود
جلّ سُلْطَانُهٗ مشارکت جوید در راہ خداوندی پوئید علی الخصوص در نشاء
اخرویہ کہ مالکیۃ وملکیت چہ بطریقِ حقیقت وچہ بطریقِ مجاز مخصوص بہ حضرت
مالکِ یوم الدین ست حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ در روزِ قیامت ندا درد ہد کہ :-
لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ وخود در جواب آں فرماید لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ عباد را دراں روز
غیر از ہول و دہشت متحقق نیست و جز حسرت و ندامت منصور نہ اللہ تعالےٰ
در قرآن مجید خود از شدت آں روز و از غایت اضطراب خلائق خبر مے دہد
حَيْثُ قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ
تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ
اللّٰهِ شَدِيْدٌ -

دراں روز کز فعل پرسند وقول اولوالعزم را دل بلرزد ز ہول
بجائیکہ دہشت برند انبیاء
تو عذر گناہ راچہ داری بیاء

(بحوالہ مکتوب نمبر ۴۷، صفحہ نمبر ۶۱، حصہ دوم دفتر اوّل)

ترجمہ : اے میرے سعادت مند! آپ کے مکتوب

کے کسی فقرہ میں لکھا ہوا تھا کہ نشاتین یعنی دونوں جہاں کا بادشاہ۔ یہ ایسی تعریف ہے جو حضرت واجب الوجود جَلّ شانہٗ سے مخصوص ہے۔ بندۂ مملوک کو جو کسی شے پر قادر نہیں ہے کیا لائق ہے کہ کسی وجہ سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرکت کرے اور خداوندی کے راستہ پر چلے۔ خاص کر عالم آخرت میں کہ مالکیت اور ملکیت حقیقی اور مجازی حضرت مالک یوم الدین سے مخصوص ہے۔ حضرت حق تعالیٰ قیامت کے دن پکارے گا۔ آج یہ کس کا ملک ہے اور خود ہی جواب میں فرمائے گا، اللہ واحد قہار کا ہے۔ اس دن بندوں پر ڈر اور خوف چھایا ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ متصوّر نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ قرآن مجید میں اس دن کی سختی اور مخلوقات کی بیقراری سے خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ بیشک قیامت کا زلزلہ بڑا سخت ہے۔ اس دن سب دُودھ پلانے والیاں اپنے بچّوں کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور مستوں کی طرح لڑکھڑاتے نظر آئیں گے۔ حالانکہ وُہ مست نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حشر کو پوچھیں گے جس دم فعل سے اور قول سے
کانپ جائیں گے اولوالعزموں کے واں دل ہول سے
جس جگہ ڈر جائیں گے دہشت کے مارے انبیاءؑ
تو گناہ کا عذر کیا لائے گا پھر بتلا بھلا

طریق سلسلہ عالیہ کے فیوض و برکات

(۱۴۰)

اکابر این طریقۂ علیہ از ذکر جہر اجتناب فرمودہ و ذکر قلبی دلالت نمودہ اند

ازسماع ورقص ووجد وتواجد کہ در زمان آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ودرزمان خلفائے راشدین نبودہ علیہم الرضوان منع فرمودہ وخلوت واربعین کہ درصدر اول نبودہ بجائے آں خلوت درانجمن اختیار کردہ لاجرم نتائج عظیمہ بریں التزام مترتب گشتہ است وثمرات کثیرہ برآں اجتناب متفرق شدہ ازیں جاست کہ نہایت دیگراں در بدایت ایں بزرگواراں مندرج است ونسبت ایشاں فوق ہمہ نسبت ہا آمدہ کلام ایشاں دوائے امراض قلبیہ است ونظر شاں شفائے علل معنویہ وتوجہ وجیہہ ایشاں طالباں را از گرفتاری کونین نجات می بخشد وہمت رفیع شان مریداں را از حضیض امکان بذروۂ وجوب می برد۔ ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

(مکتوب نمبر ۱۶۸، دفتر اول حصہ سوم۔ صفحہ ۵۲)

ترجمہ: اس طریقہ علیہ کے بزرگوں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی رہنمائی کی ہے اور سماع و رقص وتواجد سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے ان سے منع کیا ہے اور خلوت وچلہ جو صدر اول میں نہ تھا۔ اس کی بجائے خلوت درانجمن اختیار کی ہے۔ اسی سبب سے بڑے بڑے نتیجے اس التزام پر مترتب ہوئے ہیں اور بہت قسم کے فائدے اس اجتناب سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء میں مندرج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کا کلام دلی مرضوں کی دوا ہے اور ان کی نظر باطنی امراض کی شفا ہے۔ ان کی بزرگ توجہ طالبوں کو دونوں جہان کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے اور ان کے

بلند ہمت مُریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچاتی ہے۔ ؎

عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبند
کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

احوالِ آخرت کا تذکرہ دُنیا سے بہتر ہے

(۱۴۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات میرساند دریں مدت از احوال باطنی خود خبر معتد بہ نوشتہ نہ آمد تا باعث فرحت باشد امور دنیا لاطائل است دنیا وما فیہا کرامی آن نمی کند کہ تذکر احوال آخرت را گزاشتہ کسی بجشویات اشتغال نماید ہر چند نیت شما خیر خواہد بود اما حسنات الابرار سیأت المقربین شنیدہ باشند بہر حال متوجہ احوال باطن باشند وطفیلی را ضروری دانند والضروری تتقدر بقدرہا اللہ سبحانہ، الحمد والمنتہ کہ فقرای اینجای ہر چند رزق معلوم ندارند اما بی سعی وبے کوشش بفراغت ووسعت میگزرانند زیادہ از قدر کفاف می رسد روز نو روزی نو نقد وقت ماست۔ باقی احوال ایں حدود مستوجب حمد است دریں چند ماہ وبا عود کردہ بود کیکہ اجل او رسیدہ بود مُرد وحالا برطرف شدہ است للہ سبحانہ الحمد والمنتہ علیٰ جمیع النعماء، والسلام۔

(مکتوب نمبر ۶۵، دفتر دوم صفحہ ۳۶ حصہ ہفتم)

ترجمہ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ حمد و صلوٰۃ اور دعا کے بعد واضح ہو کہ آپ نے اتنی مدت سے اپنے باطنی

احوال کی پختہ خبر نہیں لکھی تاکہ خوشی کا باعث ہوتی۔ دنیا و مافیہا بے فائدہ اور بیہودہ امور ہیں۔ اس لائق نہیں ہیں کہ انسان آخرت کے احوال کا تذکرہ چھوڑ کر اپنے بیہودہ کاروباروں میں مشغول رہے۔ اگرچہ آپ کی نیت نیک ہوگی مگر آپ نے سُنا ہی ہوگا کہ (ابرار کی نیکیاں مقربوں کے گناہ ہیں) بہر صورت اپنے احوال کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور طفیلی کو ضروری جاننے چاہئیں (ضرورت بقدر ضرورت ہونی چاہیے) اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہاں کے فقراء اگرچہ رزق معلوم نہیں رکھتے لیکن سعی و کوشش کے بغیر فراغت و وسعت سے گزارہ کر رہے ہیں۔ قدرِ کفاف یعنی کفایت سے زیادہ رزق پہنچ رہا ہے۔ ہر روز نئی روزی آجاتی ہے۔ اس طرف کے باقی احوال حمد کے لائق ہیں۔ پچھلے چند مہینوں میں پھر وبا کا غلبہ ہوگیا تھا۔ جس جس کی اجل آچکی تھی مر گئے۔ اب وباء دُور ہوگئی ہے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر اور احسان ہے۔ والسلام!

امام ابوحنیفہ کا مسلک افضل ترین ہے

۱۴۲

پس سوادِ اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایشان ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگہ اہل اسلام بیرون بوند ایں اعتقاد نکند مگر جاہلی کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقی کہ مقصودش ابطال شطر دین است ناقصی چند احادیث را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ اند و ما وراءِ معلوم خود را نفی می نمایند و آنچہ

نزول ایشاں ثابت نشدہ منتفی میسازند۔

چو آن کرمی کہ در سنگ نہاں است
زمین و آسمانِ او ہماں است

وائے ہزار وائے از تعصبہائے بارد ایشاں و از نظرہائے فاسد ایشان بانی فقہ ابو حنیفہ است و سہ حصہ از فقہ او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند باوے در فقہ صاحب خانہ اوست و دیگراں ہمہ عیال وی اند باوجود التزام ایں مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی است و بزرگ می دانم لہذا در بعضی اعمال نافلہ تقلید مذہب او مینائم اما چہ کنم کہ دیگر آنرا باوجود وفور علم و کمال تقوی در جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلاں می یابم والامر الی اللہ سبحانہٗ بر سر اصل سخن رویم و گوئیم کہ بالا گزشتہ است کہ اختلاف احکام اجتہادیہ اگرچہ آن اختلاف از پیغمبر صادر شود مستلزم نسخ نیست بخلاف اختلاف در احکام شرعیہ کتاب و سنت کہ موجب نسخ است کما مر ایضاً تحقیقہ پس مقرر شد کہ معتبر در اثبات احکام شرعیہ کتاب و سنت است و قیاس مجتہداں و اجماع امت نیز مثبت احکام است۔

(دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۵۵۔ صفحہ ۱۵)

ترجمہ : تو ان فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سواد اعظم گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے۔ اس قسم کا اعتقاد وہ بے وقوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا وہ زندیق جس کا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے۔ ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے اور اپنی معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ اُن کے نزدیک صادق نہیں ہوا اُس کا انکار کر دیتے ہیں۔

وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے
وہی اس کا زمین و آسماں ہے

ان کے بیہودہ تعصبوں اور فاسد نظروں پر ہزار ہا افسوس ہے۔ فقہ کے بانی حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور فقہ کے تین حصے اُن کو مسلم ہیں اور باقی چوتھے حصے میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحب خانہ وہی ہیں اور دوسرے سب اُن کے عیال ہیں۔ باوجود اس مذہب کے التزام کے مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے محبتِ ذاتی ہے اور میں اُن کو بزرگ جانتا ہوں اسی واسطے بعض اعمال نافلہ میں اُن کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم و تقویٰ کے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں (پوری پوری حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اُوپر گزر چکا ہے کہ احکام اجتہادیہ کا اختلاف اگرچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہو، نسخ کو مستلزم نہیں برخلاف کتاب و سنت کے احکام کے اختلاف کے جو نسخ کا موجب ہے جیسے کہ اس کی تحقیق گزر چکی ہے پس ثابت ہوا کہ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب و سنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع اُمت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں۔

تلاوت کے درجات

۱۴۳

پس قریب ترین اشیاء بجناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ قرآن مجید باشد و ظاہر ترین صفات واجبی ہم اُو جَلَّ سُلْطَانُہٗ گر دے از ظلیت بوے نرسیدہ است و خس و خاشاکِ تقدیم و تاخیر را در چشم مجہ باں انداختہ باصالت خود در عالم ظلال جلوہ گر گشتہ

لہٰذا افضلِ عبادات تلاوتِ قرآن مجید آمد و شفاعتِ او مقبول ترین شفاعتِ دیگراں گشت چہ شفاعتِ مَلکِ مقرب و چہ شفاعت نبیٔ مرسل نتائج و ثمرات کہ بر تلاوتِ قرآنی مترتّب میشود چہ تفصیل آن تواند نمود لبسا ست کہ تالی را بمراتب داشتہ بدرجاتے بردہ است کہ مو را آنجا گنجائش متصوّر نبود۔

(دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰ حصہ نہم صفحہ نمبر ۱۷)

ترجمہ : پس خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام اشیائے سے مقبول ترین قرآن مجید ہے اور حق تعالیٰ کی صفات عالیہ سے ظاہر بھی یہی صفت ہے جس کو ظلیت کی گرد بھی نہیں لگی اور تقدیم و تاخیر کے خس و خاشاک کو مجبوبوں کی آنکھ میں ڈال کر اپنی اصالت کے ساتھ عالم ظلال میں جلوہ گر ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام عبادات سے افضل ترین قرآن مجید کی تلاوت ہے اور اس کی شفاعت دوسروں کی شفاعت سے زیادہ مقبول ہے۔ خواہ ملک مقرب کی شفاعت ہو خواہ نبی مرسل کی اور وہ نتائج و ثمرات جو قرآن مجید کی تلاوت پر مترتب ہوتے ہیں تفصیل کے محتاج نہیں۔ بسا اوقات تلاوت کرنے والے کو ایسے بلند درجات تک لے جاتا ہے کہ وہاں بال کی بھی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

فضلِ الٰہی کمالِ متابعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے

(۱۴۵)

خیر را شر و کمال را نقص آنکہ آمد پس در ہر چہ نقص و شرارت بیشتر نمایندگی خیر و کمال زیادہ تر عجائب کار و بار ست این ذم معنی مدح پیدا کرد و این شرارت و نقصان

محلِ خیر و کمال گشت پس لاجرم مقام عبدیت فوقِ جمیع مقامات باشد چه این معنی در مقام عبدیت اَتم و اکمل ست کہ محبوبان را باین مقام مشرف میسازند محبان بذوق شہود متلذذ اند التذاذ در بندگی و اُنس باآن مخصوص بمحبوباں ست اُنس محبان بمشاہدہ محبوب ست و اُنس محبوبان بہ بندگی محبوب دریں اُنسِ ایشاں را باین دولت می رسانند و باین نعمت سرفراز می سازند شہسوار یکہ تاز این میدان آن سرورِ دُنیا و دین و سیدِ اولین و آخرین حبیب رب العالمین ست عَلَيْهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَكْمَلُهَا۔

و کسے را بمحض فضل خواہند کہ باین دولت رسانند او را بکمال متابعت آں سرور عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ متحقق می سازند و بتوسّل آن بآن ذروۂ علیا مے برند۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

(دفتر اول حصہ اول مکتوب نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۸)

ترجمہ: خیر کے لیے شر اور کمال کے لیے نقص بمنزلہ آئینے کے ہے۔ پس جس چیز میں نقص و شرارت زیادہ ہوگا اُسی قدر خیر و کمال اس میں زیادہ نمایاں ہوگا۔ عجب معاملہ ہے کہ ذم نے مدح کے معنی پیدا کئے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل ہوگیا۔ پس یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے۔ کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں کامل اور پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں اور محب شہود کے ذوق سے لذت پاتے ہیں۔ بندگی میں لذت کا حاصل ہونا اور اُس کے ساتھ اُنس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ محبوں کا اُنس محبوب کے مشاہدہ میں ہے۔ محبوبوں کا اُنس محب کی بندگی میں اس اُنس میں ان کو اس (دید نقص کی) دولت سے مشرف کرتے اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اس میدان کے شہسوار دین و دُنیا کے سردار اور اولین و آخرین

کے سردار حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت عطا فرماتے ہیں اور اس وسیلہ سے اس کو بلند درجہ پر لے جاتے ہیں۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)

انسان کی اللہ تعالیٰ سے علم و صورت میں کوئی مطابقت نہیں

(۱۴۶)

علم انسان در جنب علم واجب تعالیٰ و تقدس حکم مُردہ دارد کہ لاشئے محض است نسبت بزندہ کہ بحیات ابدی زندگی یافتہ باشد ہمچنیں قدرتِ انسان در جنب قدرت واجب تعالیٰ و تقدس حکم عنکبوت دارد کہ نساجی بیت خود نماید نسبت بہ شخصے کہ بیک ومیدن او آسمانہا و زمینہا و جبال و بحار پارہ پارہ گردند و ہبا منثور شوند کمالات دیگر راہم بریں قیاس باید کرد و ایں تفاوت از تنگی عبارت گفتہ می شود والا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ پس کمالاتِ انسان در صورت کمالات مرتبہ وجوب تعالت و تقدست گشت و ایں کمالات بیش از مشارکت اسمی از کمالات آن مرتبہ چیزے دیگر حاصل نکردہ است از ینجا است ان اللہ خلق آدم علی صورتہ و معنی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ از یں بیان لائح میگردد چہ ہر نفس است اگرچہ صورت است ہمانست کہ حقیقت آن در مرتبہ وجوب تعالت و تقدست حاصلست از ینجاست سرِ خلافت انسان را در باب چہ صورت شئے خلیفہ شئے است درین مقام زنادقہ و مجسمہ گمان بردہ اند کہ خدا عزّ و جل سلطانہ بصورت انسان است و از ینجز دی قویٰ و جوارح انسانی را در آنحضرت جل سلطانہ اثبات

نموده اند ضلّوا فاضلّوا اند النسته اند که اطلاقِ صورت و مثلِ آن در آنحضرت از قبیل تشبیه و تمثیل است نه بر سبیل تحقیق و تثبیت چه حقیقت آن صورت ترکیب میطلبد و تبعّض و تجزّی میخواهد که منافیِ وجوب ست و مانع قِدَم متشابهات قرآنی نیز از ظاهر مصروف اند و بر تاویل محمول قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ یعنی تاویل آن متشابہ را هیچکس نمیداند مگر خدائے عزّ و جلّ پس معلوم شود که متشابه نزد خدائے عزّ و جلّ نیز محمول بر تاویل است واز ظاهر معروف و علماء راسخین را نیز از علم این تاویل نصیبے عطامی فرماید چنانچه بر علم غیب که مخصوص باوست سبحانه خُلّص رسل را اطلاع می بخشد آن تاویل را خیال نه کنی که در رنگ تاویل یداست بقدرت و تاویل وجه است بذات۔

(دفتر اوّل حصّہ پنجم مکتوب نمبر ۳۱۰ صفحہ نمبر ۱۵۹)

ترجمہ: انسان کے علم کو واجب تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو مُردہ کو جو محض ایک لاشہ ہے اس زندہ کے ساتھ نسبت ہے جس نے حیات ابدی سے زندگی پائی ہو اسی طرح انسان کی قدرت کو واجب تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو عنکبوت کو کہ اپنے گھر کو بنتا رہتا ہے اس شخص کے ساتھ نسبت ہے جس کی ایک ہی پھونک سے زمین و آسمان و پہاڑ اور دریا پارہ پارہ ہو کر گرد کی طرح اُڑ جائیں دوسرے کمالات کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔ یہ فرق بھی میدان عبارت کی تنگی کے باعث بیان کیا گیا ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک، پس انسان کے کمالات مرتبہ وجوب کے کمالات کی صورت میں ہیں اور ان کمالات نے اس مرتبہ کے کمالات سے مشارکت اسمی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت میں پیدا کیا) اسی سبب سے ہے اور (جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اُس نے اپنے رب کو پہچانا) کے معنی اس بیان سے ظاہر ہوتے ہیں،

کیونکہ جو کچھ نفس میں ہے خواہ صورت ہی ہو وہی ہے جس کی حقیقت مرتبہ وجوب میں حاصل ہے، اس بیان سے انسان کی خلافت کے راز کو معلوم کرنا چاہیے کیونکہ شے کی صورت شے کا خلیفہ ہوتی ہے۔ اس مقام پر زندیقوں اور مجسموں نے گمان کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے اور بیوقوفی سے انسان کے قویٰ اور اعضاء کو حق تعالیٰ کے لیے ثابت کیا ہے۔ ضلوا فاضلوا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صورت وغیرہ کا اطلاق کرنا تشبیہ و تمثیل کی قسم سے ہے نہ کہ تحقیق و تثبیت کے طور پر کیونکہ اس صورت کی حقیقت، ترکیب اور تبعیض اور تجزی یعنی جزو جزو ہونا چاہتی ہے۔ جو وجوب کے منافی اور قدم کے مانع ہے۔ قرآن کی آیات متشابہات بھی ظاہر سے مصروف اور تاویل پر معمول ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وما یعلم تاویلہ الا اللہ (اس کی تاویل کو خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا) پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک متشابہ بھی تاویل پر محمول اور ظاہر سے مصروف ہیں اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کا علم عطا فرماتا ہے جس طرح کہ علم غیب جو حق سبحانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے۔ اس تاویل کو اس طرح خیال نہ کرے کہ یہ تاویل کی صورت میں برائی ہے۔

لا کی حقیقت سے موجود کی نفی کرنا چاہیئے

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ می فرماید ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد

آن ہمہ غیر است بحقیقت حکم لانفی باید کرد پس شہود وحدت در کثرت نیز شایانِ نفی گشت و ہر چہ شایانِ نفی است از آن جناب قدس منتفی است این کلام حضرت خواجہ مرا از یں شہود برآوردہ است دراز گرفتار یہائے مشاہدہ و معائنہ نجات بخشیدہ درخت ما از علم بجہل کشیدہ از معرفت بحیرت بُردہ جَزَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَآءِ من باین یک سخن مُرید حضرت خواجام و حلقہ بگوشِ ایشان والحق از اولیا کم کسے بمثل ایں عبارت تکلم نمودہ است و جمیع و مشاہدات و معائنات را برین نہج نفی ساختہ۔

(دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۷۲ صفحہ نمبر ۱۱)

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند قُدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سُنا گیا اور جانا گیا۔ اس کا سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیئے پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے وہ اس پاک بارگاہ سے منتفی اور دُور ہے حضرت خواجہ قُدس سرّہٗ کے اُس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَاءِ (اللہ تعالےٰ اُن کو میری طرف سے جزائے خیر دے) میں صرف اسی ایک بات سے حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کا مُرید اور حلقہ بگوش ہوں اور واقعی اولیا میں سے شاید ہی کسی نے اِس طرح کی عبارت بیان کی ہو اور تمام مشاہدات و معائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔